واعظ الجمعہ

تحسینِ خطابت

(۲۰۱۹ء)

تالیف وترتیب

ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالی

موضوع: وعظ و نصیحت

نام کتاب: واعظ الجمعہ (تحسینِ خطابت، ۲۰۱۹ء)

تالیف وترتیب: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ

مُعاونین: مفتی عبدالرشید ہمایوں المدنی، مفتی عبدالرزاق ہنگورو قادری، مفتی محمد کاشف محمود ہاشمی، مفتی محمد احتشام قادری حفظہم اللہ تعالیٰ

مجموعی تعداد صفحات: ۴۶۸

سائز: 23×36

ناشر: ادارۂ اہلِ سنّت کراچی

: idarakhutbatejuma@gmail.com

: 00971559421541

: 00923458090612

www.facebook.com/darahlesunnat

آن لائن/نشر اوّل

۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء

ISBN #

9 789697 833214

شرَفِ اِنتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے مشفق و مہربان، محسن و مربّی استاذ، شرَفِ ملت، محسنِ اَہلِ سنّت، ماہرِ رضویات، شیخ الحدیث **علاّمہ عبد الحکیم شرف قادری** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منسوب کرتا ہوں۔

جنہوں نے تعلیم، تربیت، تدریس اور تصنیف کے میدان میں گرانقدر خدمات سر انجام دیں، آپ علیہ الرحمۃ نے عربی، فارسی اور اردو میں متعدّد اور متنوع موضوعات پر قلم اٹھایا، عربی و فارسی کتب کے اردو تراجم کیے، اور بعض اردو کتابوں کی تعریب فرمائی۔

بلاشُبہ حضور شرفِ ملّت ایک بہترین مدرِّس، مُحقق، مؤرِّخ، اور منکسِر المزاج شخصیت کے مالک عالمِ دین تھے، خود بندۂ ناچیز کو بھی حضرت کے بحرِ علم سے استفادہ کرنے، اور ان کے شجرِ فیض سے خوشہ چینی کا موقع ملا، جو یقیناً میرے لیے کسی سعادت سے کم نہیں!۔

اللہ تعالی حضرت کے درَجات بلند فرمائے، اور اِن کے فیوض و برکات سے ہمیں اور جمیع امّتِ مسلمہ کو متمتّع فرمائے، آمین! بجاہ سیِّد المرسلین، علیہ وعلی آلہ وأصحابہ أفضل الصلاۃ والتسلیم.

دعاگو و دعاجو

محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۱۰ شوّال المکرّم ۱۴۴۵ھ / ۱۹ اپریل ۲۰۲۴ء

فہرستِ مضامین

فہرستِ مضامین

پیش لفظ

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آله وصحبه أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسم الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

اَمر بالمعروف (نیکی کا حکم دینے) اور نہی عن المنکر (بُرائی سے روکنے) کا فریضہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ یہ بات تو ہر آدمی جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکی اور نیک لوگوں کو پسند فرماتا ہے، بُرائی اور بُرے لوگوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اَہل ایمان کو محض خود نیک بَن کر رہنے اور بُرائی سے بچنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دینے، اور بُرائی سے روکنے کا حکم بھی دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾[1] "تم ان سب اُمتوں میں بہتر ہو جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں؛ بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو، اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔ معلوم ہوا؛ نیکی کی دعوت دینا، بُرائی سے منع کرنا یہ بھی ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: "سارے مُسلمان مبلغ ہیں، سب پر ہی فرض ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں"[2]۔

(١) پ٤، آل عمران: ١١٠.
(٢) "تفسیر نعیمی" پ۴، سورۂ آلِ عمران، زیرِ آیت: ۱۱۰، ۴/۷۹۔

فائدۂ عامّہ کے پیشِ نظر "خطباتِ جمعہ" کی تحریر کا یہ سلسلہ گزشتہ تقریبًا تیرہ ۱۳ سال سے جاری وساری ہے، ابتداءً تحریری طور پر مستند خطبۂ جمعہ کی تیاری کے اس سلسلے کا آغاز، **محکمۂ اوقاف متحدہ عرب امارات کے سرکاری فتوی سینٹر** سے ہوا، جہاں ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۸ء تک یہ سلسلہ جاری رہا، اس کے بعد سے اس اہم ذمہ داری کو اہلِ سنّت کے ایک تحقیقی واِشاعتی مرکز **"ادارۂ اہلِ سنّت"** کراچی انجام دے رہا ہے۔

عموماً یہ خطبات انتہائی مفید اور مستند مواد پر مشتمل ہوتے ہیں، ان خطبات کی تیاری میں خوب تحقیق سے کام لیتے ہوئے کمال شائستگی کا لحاظ رکھا جاتا ہے، اندازِ تحریر انتہائی سہل اور عام فہم ہوتا ہے؛ تاکہ کم پڑھے لکھے افراد بھی اس سے بخوبی استفادہ کر سکیں!۔

الحمد للہ! **"ادارۂ اہلِ سنّت"** اس سلسلہ میں ایک اہم پیش رفت کرتے ہوئے، گزشتہ خطباتِ جمعہ کو بااعتبار ماہ وسال یکجا کرکے، کتابی شکل میں بھی اِشاعت کا اہتمام کر رہا ہے، زیرِ نظر مجموعہ "تحسینِ خطابت ۲۰۱۹ء" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، اس سے قبل "تحسینِ خطابت ۲۰۲۰ء" و "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" و "تحسینِ خطابت ۲۰۲۲ء" اور "تحسینِ خطابت ۲۰۱۸ء" کے ڈیجیٹل ایڈیشن (Digital Edition) مفت ڈاؤنلوڈنگ (Free Downloading) کی سہولت کے ساتھ، انٹرنیٹ پر اَپلوڈ (Upload) کیے گیے، نیز کتابی صورت میں بھی (مکتبہ الغنی پبلیشر کراچی اور المکتبہ النظامیہ پشاور) سے طبع ہو کر منظرِ عام پر آچکے ہیں۔ اسی طرح ۲۰۱۱ء تا ۲۰۱۹ء کے خطباتِ جمعہ کی ترتیب بھی، ترجیحی فہرست میں شامل کی جا چکی ہے، انہیں بھی مطبوعہ کتابی شکل کے ساتھ ساتھ ڈیجیٹل ایڈیشن کے طور پر آپ حضرات کی خدمت میں پیش کیا جائے گا، ان شاء اللہ!۔

خطباتِ جمعہ کی تیاری اور ادارۂ اہلِ سنّت

ادارۂ اہلِ سنّت سال بھر کے مختلف مذہبی تہواروں، بزرگانِ دِین کے اَیام، اَقوامِ متحدہ کے عالَمی ایام، دَورِ حاضر کے تقاضوں اور مختلف مُناسبتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، سب سے پہلے ایک سالانہ جَدْول (Annual Schedule) ترتیب دیتا ہے، اس کی تیاری کے لیے مُلک بھر میں علماء، خطباء اور بزرگوں سے بذریعہ واٹس اپ (WhatsApp) مُشاوَرت کی جاتی ہے، نیز خطباتِ جمعہ کے موضوعات کے سلسلہ میں ان حضرات سے مختلف عنوانات پیش کرنے کی گزارش کی جاتی ہے، اس کے بعد ادارۂ اہلِ سنّت کے علماء ومحققین پر مشتمل ایک ٹیم (Team) ملک بھر سے آئے تمام مشوروں اور موضوعات کا جائزہ لیتی ہے، اور عصرِ حاضر کے تقاضوں اور ضرورتِ عامّہ کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، ان میں سے اَہم عناوین کا انتخاب کرکے ایک سالانہ جَدْول مرتَّب کیا جاتا ہے۔

مزید یہ کہ ہر ہفتے خطبۂ جمعہ کی تیاری کے لیے ادارۂ اہلِ سنّت کے محققین، شب وروز انتہائی محنت اور جانفشانی سے کام کرتے ہیں، خوب تحقیق اور چھان بین کے بعد مستند مواد، مکمل ذمّہ داری کے ساتھ صفحۂ قرطاس پر منتقل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآنی آیات، احادیثِ مبارکہ اور علمائے امّت کے اَقوال کو مکمل اور مستند حوالہ جات کے ساتھ پیش کرنے کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے، کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی غیر مستند یا سنی سنائی بات یا واقعہ ذکر نہ کیا جائے۔ اندازِ تحریر انتہائی آسان، معتدِل، شائستہ اور شُستہ رکھنے کی کوشش ہوتی ہے، تعصُب، غیر اَخلاقی اور غیر مستند مواد سے قصداً گریز کیا جاتا ہے!۔

اسلام مخالف سازشوں کی بیخ کنی میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار

ادارۂ اہلِ سنّت ملکی اور عالَمی سطح پر، یہود و نصاریٰ کی اسلام مخالف سازشوں اور ہتھکنڈوں پر بھی نگاہ رکھتا ہے، اور ان کی بَروقت بیخ کنی کے لیے امّتِ مسلمہ کو بروقت شُعور وآگاہی دینے کی بھی کوشش کرتا ہے، اس سلسلے میں ادارہ موقع ومحل کی مُناسبت، ضرورت اور تقاضۂ حالات کے مطابق ہنگامی صورتحال میں، سالانہ جدوَل سے ہٹ کر خصوصی مضامین بھی جاری کرتا ہے۔

تعلیماتِ رضا کے فروغ میں "ادارۂ اہلِ سنّت" کی چند خدمات

ادارۂ اہلِ سنّت فکر وتعلیماتِ رضا کے فروغ کے سلسلے میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کی کوشش رہا ہے، اَب تک امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پچاسیوں چھوٹی بڑی، اردو اور عربی تصنیفات، مکمل تحقیق وتنقیح کے ساتھ شائع کرکے دنیا بھر میں عام کرچکے ہیں، جسے ان کتب کی تفصیل جاننی ہو وہ زیرِ نظر کتاب کے اخیر میں موجود ہماری فہرستِ کتب ملاحظہ فرمائیے!۔

عرب دنیا میں امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات کو متعارف کرانے میں ادارۂ اہلِ سنّت کا کردار کسی سے مخفی نہیں، "فتاوی شامی" پر امامِ اہلِ سنّت کا بہترین عربی حاشیہ "جدّ الممتار علیٰ رد المحتار" کی "ادارۂ اہلِ سنّت" اور "دار الفقیہ" (ابوظبی) کے باہمی تعاوُن سے اِشاعت (۲۰۱۳ء) اس کی ایک بہترین مثال ہے!۔

اسی طرح اردو زبان میں دنیا کے بہترین فقہی شاہکار "فتاوی رضویہ" کی مکمل تحقیق، تنقیح اور خوبصورت طباعت واِشاعت بھی، ہمارے ادارے کی ایک چھوٹی سی کاوِش ہے۔

علاوہ ازیں ادارۂ اہل سنّت سے دیگر علماء کی اہم تصنیفات بھی وقتاً فوقتاً شائع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے، مجموعی طور پر اِدارۂ اہلِ سنّت ۱۶ سال کے قلیل عرصہ میں ۴۰ ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل تحقیقی کتب ورسائل شائع کر چکا ہے، اور یہ تمام کتب وہ ہیں جن کی مکمل تحقیق، تخریج اور کمپوزنگ واِشاعت کے تمام مراحل، ادارۂ اہلِ سنّت کے ماہر علماء ومحققین کی زیرِ نگرانی انجام پائے ہیں، کسی تیار کتاب کا فوٹو لے کر کام نہیں چلایا گیا!۔

ادارۂ اہلِ سنّت کا مشن

ادارۂ اہلِ سنّت کی ان تمام ترکاوِشوں کے پیچھے سوچ یہ کار فرما ہے، کہ کسی طرح امّتِ مسلمہ کی اصلاح ہو جائے، ہم اچھے، سچے، پکے اور باعمل مسلمان بن جائیں، اَخلاقی اور مُعاشرتی برائیوں سے ہمیں نَجات مل جائے، ہمیں عقائدِ اَہلِ سنّت اور صحیح مسائلِ شریعت سے آگاہی حاصل ہو، اَفکار ونظریاتِ رِضا عام ہوں، ناصبیوں، رافضیوں، بدعتیوں اور جعلی پیروں فقیروں کا خاتمہ ہو، نیز عوامِ اہلِ سنّت میں حق وباطل کی پہچان اور باہمی فرق کا شُعور بیدار ہو!۔

احباب سے امید ہے کہ ہماری یہ کاوِش آپ حضرات کو پسند آئے گی، اور باصرہ نوازی سے شرف یاب ہوگی۔ اس کتاب کی طباعت میں ہم نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ غلطی سے محفوظ رہے، لیکن اگر قاری کسی علمی یا فنی غلطی پر مطلع ہو تو ادارے کو ضرور آگاہ فرمائیں، ہم تہہ دل سے آپ کے شکر گزار ہوں گے !۔

بارگاہِ الٰہی میں دعا ہے کہ ہماری اس ادنیٰ سی کوشش کو قبولیت کی خلعت سے نوازے، اور اسے ہماری نَجات کا ذریعہ بنائے، آمین بجاہ سیّد المرسلین ﷺ!۔

وصلّى اللهُ تعالى على خيرِ خَلقه ونورِ عرشِه سيِّدنا محمّدٍ، وعلى آله وصحبه أجمعين، والحمد لله ربّ العالمين!.

دعاگو ودعاجو

محمد اسلم رضا میمن تحسینی

۱۰ شوّال المکرّم ۱۴۴۵ھ / ۱۹ اپریل ۲۰۲۴ء

خُطباء وواعظین کے لیے چند ضروری آداب

الحمدُ لله وحدَه، والصّلاةُ والسّلامُ على مَن لَا نبيَّ بعدَه، وعلى آله وصحبه المكرَّمِينَ عندَه، أمّا بعد:

دینِ اسلام میں نمازِ جمعہ اور اس کا خطبہ بڑی اَہمیت کا حامل ہے، اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے، کہ نمازِ جمعہ ادا کرنے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے تمام کام کاج چھوڑنے، اور تجارت کو ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[۱] "اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کی اذان ہو جائے، تو اللہ کے ذِکر کی طرف دَوڑو! اور خرید وفروخت چھوڑ دو! یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو!"۔

مفسِّرِ قرآن حضرت علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "(یہاں) دَوڑنے سے مراد بھاگنا نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ نماز کے لیے تیاری شروع کر دو، اور ﴿ذِكْرِ اللّٰهِ﴾ سے جُمہور کے نزدیک خطبہ مراد ہے"[۲]۔

خطبۂ جمعہ اَمر بالمعروف ونہی عن المنکَر (نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے بچنے کی تلقین کرنے) کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اس کے ذریعے لوگوں کی دینی تربیت کرکے

---

(۱) پ۲۸، الجمعة: ۹.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۸، الجمعہ، زیرِ آیت: ۹، ص۹۹۳۔

اصلاحِ مُعاشرہ میں اَہم کردار ادا کیا جاسکتا ہے، جو لوگ ہفتہ بھر مسجد کے قریب نہیں پھٹکتے، نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے عموماً وہ بھی خاص اہتمام کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں، لہٰذا ہمارے ائمہ وخُطباء حضرات کو چاہیے، کہ اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں، اور اپنی جمعہ کی تقریروں کو ایسا مؤثر بنائیں، جس سے مُعاشرے کی دِین سے دُوری کا خاتمہ کیا جاسکے!۔

تقریرِ جمعہ اور وعظ ونصیحت کو مؤثر بنانے کے لیے خُطباء اور واعظین کو چاہیے، کہ حسبِ ذَیل ضروری آداب کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں، اور ان پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ سے امیدِ واثق ہے کہ ان آداب کو اپنانے سے مثبت فوائد وثمرات دیکھنے میں آئیں گے:

(۱) خطیب حضرات کو چاہیے کہ وعظ ونصیحت کرنے سے قبل نہا دھوکر اچھی طرح طہارت حاصل کریں، اپنے آپ کو سنواریں، بہترین اور صاف ستھرا لباس پہنیں اور خوشبو لگائیں۔

(۲) مسجد میں داخل ہوتے وقت جلدی نہ کریں، بلکہ اللہ کی یاد کرتے ہوئے نہایت سُکون، اطمینان اور وقار کے ساتھ داخل ہوں، اور عاجزی وانکساری کے ساتھ سنجیدہ حالت میں منبر کی طرف قدم بڑھائیں۔

(۳) ایک عالمِ دین اور مُبلّغ یا خطیب ہونے کے سبب، ہرگز اپنے دل میں اس چیز کی خواہش نہ رکھیں، کہ لوگ آپ کی آمد پر اَدب واحترام سے کھڑے ہوجائیں یا زندہ باد کے نعرے لگائیں[۱]۔

---

(۱) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" جنوری، مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری، ۱/۹۶-۹۸۔

(۴) جن لوگوں کو باتوں میں مشغول دیکھیں، اپنا وَعظ شروع کرنے سے پہلے انہیں نرمی اور شفقت کے ساتھ منع کریں، اور انہیں اپنی طرف متوجّہ کریں۔

(۵) تقریر اور بیان کرتے وقت بے دلی کا مُظاہرہ نہ کریں، اللہ ربّ العالمین کی بارگاہ سے اس بات کی قوی اُمید واِعتقاد رکھیں، کہ آپ جس موضوع پر بیان کر رہے ہیں اس سے لوگوں کو ضرور فائدہ ہوگا، اور وہ بیان ان کی اِصلاح کا باعث بنے گا۔

(۶) واعظین کو چاہیے کہ وعظ وخطبہ سے قبل بیان کی بھرپور تیاری کریں، قرآن وسنّت سے ہٹ کر بات نہ کریں، اِدھر اُدھر کے قصے کہانیاں سنانے میں وقت ضائع نہ کریں، اپنے مُطالعہ میں وُسعت پیدا کریں، عوام الناس کو مستند فقہی مسائل اور مستند واقعات سنائیں؛ تاکہ لوگوں کی معرفت وبصیرت اور دینی معلومات میں اضافہ ہو۔

(۷) اپنے بیان میں ایسی بات ہرگز نہ کریں جس سے فتنہ وفساد کا اندیشہ ہو۔

(۸) خطیب کو چاہیے کہ اپنے بیان میں حکیمانہ اُسلوب اختیار کرے، لوگوں کو اچھی اور نرم باتوں کے ذریعے دِین کے قریب کرنے کی کوشش کرے، اللہ ربّ العالمین نے قرآنِ پاک میں نرمی اور حکمت کے ساتھ تبلیغ کا حکم دیا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[1] "اپنے رب کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو!"[2]۔

(۹) ہمیشہ سچ کہیں اور حق بات بیان کریں؛ کہ مَرنے کے بعد ہر خطیب کا بیان اس کے عمل پر پیش کیا جائے گا، اگر وہ سچا ہوا تو اس کی تصدیق کی جائے گی،

---

(۱) پ ١٤، النحل: ١٢٥.

(۲) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" جنوری، مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری، ۱/۱۰۴۔

اور اگر جھوٹا ہوا تو آگ کی قینچی سے اس کے ہونٹ کاٹے جائیں گے، اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہتا ہے[1]۔

(۱۰) خُطباء اور واعظین پر لازم ہے کہ جن اَحکام کی تبلیغ کریں، پہلے خود اس پر عمل پیرا ہوں اس کے بعد لوگوں کو تلقین کریں۔ جو شخص اپنے علم پر خود عمل نہیں کرتا، صرف دوسروں کو اس کی تلقین کرتا ہے، اللہ تعالی اس کی زبان میں تاثیر پیدا نہیں فرماتا۔ اور اس کا ایک بڑا نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں پر اس کی دعوت وتبلیغ کا اثر نہیں ہو پاتا، قرآنِ پاک میں اللہ رب العزّت نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، اِرشاد فرماتا ہے: ﴿ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴾[2] "کیا لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولتے ہو؟! حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو! تو کیا تمہیں عقل نہیں؟"۔

اسی طرح ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴾[3] "اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ (بات) جو تم (خود) نہیں کرتے؟! کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ (دوسروں کو) وہ کہو، جو (خود) نہ کرو!"[4]۔

---

(١) انظر: "ذَمّ الكِذب" لابن أبي الدنيا، ذَمّ الكِذب وأهله، ر: ٣٣، صـ٢٦ ملخّصاً.
و"شرح السُنّة" للبَغَوي، كتاب الرقاق، باب وعيد من يأمر بالمعروف ولا يأتيه، ر: ٤١٥٨، ٧/ ٢٥٥، ملخّصاً.

(٢) پ١، البقرة: ٤٤.

(٣) پ٢٨، الصف: ٢، ٣.

(۴) "تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء" جنوری، مبلّغ کا حقیقی کردار اور ذِمّہ داری، ۱/ ۱۰۱، ۱۰۲۔

(۱۱) خطیب کو چاہیے کہ صرف فضائل یا عذاب کی وعیدیں بیان نہ کرے، بلکہ امّتِ مسلمہ کی علمی وفکری بیداری، حالاتِ حاضرہ، اسلام کو درپیش مسائل (Challenges)، اسلام کی خارجہ پالیسی اور یہود ونصاریٰ سے مُعاملات کی نَوعیت، اور مذہبی سیاست کی اَہمیت وضرورت پر بھی لوگوں کی رَہنمائی کریں؛ تاکہ مسلمانوں کے سیاسی شُعور میں پختگی پیدا کی جاسکے!۔

(۱۲) بیان کو غیر ضروری طَور پر طویل کرنا، اور نماز کو بہت مختصر کرنا مناسب اَمر نہیں، حضرت سیّدنا عمّار رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: «إِنَّ طُولَ صَلَاةِ الرَّجُلِ، وَقِصَرَ خُطْبَتِهِ، مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ!»[1] "لمبی نماز اور مختصر خطبہ، انسان کی فقاہت ودانائی پر دلیل ہے"۔ البتہ نماز کو زیادہ طول دینا بھی مناسب نہیں؛ کہ مقتدیوں میں بچے، بوڑھے، کمزور اور مصروف لوگ بھی ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی بھی رعایت کی جائے، اور میانہ رَوِی سے کام لیا جائے۔

(۱۳) بعض واعظین خطبہ وتقریرِ جمعہ کی تیاری نہیں کرتے، اور کسی مناسبت کے بغیر تقریر کرتے ہیں، یہ انتہائی نامناسب بات ہے، موضوع کی مناسبت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بیان کی تیاری کیجیے، اور بھرپور انداز سے بیان کیجیے، اپنے چہرے کے تاثرات اور ہاتھ کے اشاروں سے بھی اپنی بات سمجھانے کی کوشش کیجیے؛ تاکہ سامعین کی توجّہ مکمل طَور پر آپ کی طرف رہے۔

(۱۴) واعظین کو یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے، کہ انتہائی آسان، سہل اور سادہ الفاظ میں بیان کریں، دقیق اور مشکل الفاظ کا استعمال ہرگز نہ کریں؛ کہ اس

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الصلاة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، ر: ۲۰۰۹، صـ۳٤۹.

سے سامعین پر آپ کی علمیت کا رُعب اور دَبدَبہ تو بیٹھ جائے گا، لیکن لوگ آپ کا پیغام سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔

(۱۵) بعض خطیب حضرات چیخ چیخ کر، اور گلا پھاڑ کر بہت بلند آواز میں بیان کرتے ہیں، ان کے چیخنے گرجنے کے علاوہ سامعین کچھ بھی نہیں سمجھ پاتے، یہ اندازِ بیان بھی انتہائی نامناسب ہے، شائستہ اور معتدل انداز اختیار کیجیے، البتہ حسبِ ضرورت تھوڑا بہت جلالی وجمالی انداز اَپنانے میں بھی حرج نہیں۔

عربی خطبے کے چند آداب

(۱۶) نمازِ جمعہ کی اِمامت وخطابت کا فریضہ اَنجام دینے والے واعظ وخطیب کو، یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے، کہ نمازِ جمعہ میں خطبہ شرط ہے، اگر اس نے خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہیں ہوگا[۱]۔

(۱۷) خطبہ پڑھتے وقت خطیب کا چہرہ سامعین کی طرف، اور پیٹھ قبلہ کی طرف ہونی چاہیے[۲]۔

(۱۸) خطبۂ جمعہ میں شرط یہ ہے کہ (۱) وقت میں ہو (۲) اور نماز سے پہلے ہو (۳) اور ایسی جماعت کے سامنے ہو جو جمعہ کے لیے شرط ہے، یعنی کم سے کم خطیب کے علاوہ تین ۳ مرد (موجود ہوں)، (۴) اور اتنی (بلند) آواز سے خطبہ ہو کہ اگر کوئی اَمر مانع نہ ہو تو پاس والے سُن سکیں۔ اگر خطیب نے زوال سے پیشتر خطبہ پڑھ لیا، یا نماز کے بعد پڑھا، یا تنہا پڑھا، یا عورتوں بچوں کے سامنے پڑھا، تو ان سب صورتوں میں جمعہ نہیں ہوا۔ اور اگر بہروں یا سونے والوں کے سامنے پڑھا، یا حاضرین دُور ہیں کہ

---

(۱) "بہارِ شریعت" عیدَین کا بیان، مسائلِ فقہیّہ، حصّہ چہارُم، ۱/۷۷۹۔

(۲) ایضًا، جمعہ کا بیان، خطبہ، حصّہ چہارُم، ۱/۷۶۷۔

سنتے نہیں، یا مسافر، یا بیماروں کے سامنے پڑھا جو عاقل بالغ مَرد ہیں تو ہو جائے گا[1]۔

(۱۹) خطبہ ذکرِ الٰہی کا نام ہے، اگرچہ خطیب نے صرف ایک بار "الحمد للہ" یا "سبحان اللہ" یا "لا الہ الّا اللہ" کہا، اسی قدر سے فرض ادا ہو گیا، مگر اتنے ہی پر اِکتفاء کرنا مکروہ ہے۔ اگر خطیب کو چھینک آئی اور اُس نے اِس پر "الحمد للہ" کہا، یا تعجّب کے طور پر "سبحان اللہ" یا "لا الہ الّا اللہ" کہا، تو فرض ادا نہ ہوا[2]۔

(۲۰) خطیب کے لیے سنّت ہے کہ دو۲ خطبے پڑھے، جو زیادہ طویل نہ ہوں[3]۔

(۲۱) خطبہ میں آیت نہ پڑھنا، یا دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ نہ کرنا (یعنی تھوڑی دیر نہ بیٹھنا)، یا اَثنائے خطبہ میں کلام کرنا مکروہ ہے، البتہ اگر خطیب نے نیک بات کا حکم کیا، یا بُری بات سے منع کیا، تو اُسے اس کی ممانعت نہیں[4]۔

(۲۲) کسی خطیب کا غیرِ عربی میں خطبہ پڑھنا، یا عربی کے ساتھ دوسری زبان خطبہ میں خلط (شامل) کرنا خلافِ سنّتِ متوارِثہ ہے۔ یونہی خطبہ میں اَشعار بھی نہ پڑھنا چاہیے، اگرچہ عربی ہی کے ہوں، ہاں خطیب دو۲ ایک شعر پند ونصائح کے اگر کبھی پڑھ لے تو حرج نہیں[5]۔

(۲۳) جو چیزیں نماز میں حرام ہیں، مثلاً کھانا پینا، سلام وجواب سلام وغیرہ، یہ سب خطبہ کی حالت میں بھی حرام ہیں، یہاں تک کہ امر بالمعروف بھَی، ہاں خطیب امر بالمعروف (یعنی نیکی کا حکم) کر سکتا ہے[6]۔

---

(۱) ایضًا، ۱/۷۶۶۔
(۲) ایضًا، ۱/۷۶۷۔
(۳) ایضًا، ۱/۷۶۸۔
(۴) ایضًا، ۱/۷۶۹۔
(۵) ایضًا۔
(۶) ایضًا، اذنِ عام، حصّہ چہارُم، ۱/۷۷۴۔

(۲۴) خطیب نے (دَورانِ خطبہ) مسلمانوں کے لیے دعا کی، تو سامعین کو ہاتھ اُٹھانا یا زبان سے "آمین" کہنا منع ہے (اگر وہ ایسا) کریں گے گنہگار ہوں گے [1]۔

(۱) ایضًا، ۱/۵۷۷۔

تحسینِ خطابت

(۲۰۱۹ء)

دینِ اسلام میں نکاح کی اہمیت

(جمعۃ المبارک ۲۷ ربیع الآخر ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۱/۰۴ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

نکاح کی اہمیت

حضراتِ محترم! اسلام میں نکاح کی بڑی اہمیت ہے، اسی کے ذریعے نسلِ انسانی آگے بڑھی اور بڑھ رہی ہے، اور اس سے مسلمان کے ایمان، عِفّت وعصمت کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔ یہ انسانی زندگی کی اہم ترین ضرورت بھی ہے، اور اللہ تعالی کی طرف سے اس کے بندوں کے لیے ایک نایاب تحفہ بھی۔ انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام نے بھی نکاح فرمایا، اور اپنی اپنی امّت کو اس کی ترغیب بھی دی؛ تاکہ اس کے ذریعے انسان اپنی عزّت وآبرُو کی حفاظت کر سکے، اور جائز طریقے سے اپنی خواہشات پوری کر سکے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً﴾[1] "یقیناً ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے، اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے"۔

---

(۱) پ۱۳، الرعد: ۳۸.

بقائے انسانی اور پُرسکون زندگی کی اہم بنیاد

عزیزانِ محترم! نسلِ انسانی کی بقا توالُد وتناسُل میں ہے، اور بالاتفاق تمام عُقلائے عالَم ومذاہبِ دنیا کے نزدیک اِس اَمر کی بنیاد نکاح پر ہے، انسان کسی بھی مذہب یا قوم سے تعلق رکھتا ہو، وہ اپنے طَور پر شادی بیاہ کو ضروری قرار دیتا ہے، بغیر شادی بیاہ کے اگر مرد وعورت باہمی تعلق رکھیں، تو پوری دنیا کے باشُعور وباحیا لوگ اسے معیوب جانتے ہیں، شادی بیاہ گویا انسان کی فطری ضرورت ہے، دینِ اسلام نے نکاح کے اُصول وضوابط بہت تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، کائنات میں سب سے پہلے حضرت سیّدُنا آدم علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت سیّدَہ حوّا علیہا السلام عقدِ نکاح کی بدَولت رشتۂ اِزدِواج میں منسلک ہوئے، اس طرح پہلا رشتہ وجُود میں آیا، وہ میاں بیوی کا رشتہ ہے۔ نکاح ایک طرح سے عبادت اور ایک طرح سے باہمی مُعاملہ ومُعاہدہ بھی ہے، لہٰذا جو نکاح کے لائق ہوں اُن کا نکاح کر دیا جائے۔ اس کی برکتوں میں سے یہ بھی ہے کہ نکاح اکثر اوقات مالداری کا ذریعہ بنتا ہے، اُس کے سبب اللہ تعالی فقیر کو مالدار کر دیتا ہے، نکاح کی اہمیت کو اُجاگر کرتے ہوئے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾[1] "نکاح کر دو اپنوں میں سے اُن کا جو بے نکاح ہوں، اور اپنے قابلِ نکاح غلاموں اور کنیزوں کا، اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ تعالی انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے گا، اور اللہ وُسعت والا علم والا ہے"۔

---

(۱) پ ۱۸، النُور: ۳۲.

نکاح محبت، اتفاق اور اتحاد کا ذریعہ ہے

برادرانِ اسلام! شادی زَوجَین کے مابین رَبط اور وعدے کے ساتھ ساتھ، اللہ تعالی کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت بھی ہے، یہ اللہ تعالی کی عظمت وحکمت پر دلالت کرتی ہے، نکاح کے ذریعے میاں بیوی میں قدرتی طَور پر محبت واُلفت پیدا ہو جاتی ہے، اگرچہ وہ پہلے اجنبی ہوں۔ نکاح خاندان کے بڑھنے اور پھیلنے کا سبب بنتا ہے، نکاح سے دو۲ خاندان بلکہ کبھی کبھی دو۲ ملک اور قومیں آپس میں مل جاتی ہیں، جبکہ ان دونوں کے عزیز واَقارب میں اُلفت ومحبت اللہ تعالی کی خاص رحمت وفضل سے ہے۔ اللہ تعالی نے مرد پر اپنے گھر والوں کے لیے روزی کمانے کی ذمّہ داری رکھی، جبکہ عورت گھر میں رہ کر گھر کے کام کاج، اور شوہر کی خدمت اَنجام دیتی ہے، اسے ہر طرح سے آرام پہنچاتی ہے، اس رشتۂ نکاح اور آپس کی محبت کا بیان خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے یوں فرمایا: ﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ﴾[1] "یہ اللہ تعالی کی ایک نشانی ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے؛ تاکہ ان سے آرام پاؤ، اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی، یقیناً اس میں غور کرنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں"۔

بے نکاح رہنے کی اجازت نہیں

برادرانِ ملتِ اسلامیہ! حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہے:

(۱) پ ۲۱، الرُّوم: ۲۱.

«رَدَّ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ التَّبَتُّلَ»[1] "رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون کو بے نکاح رہنے سے منع فرمایا"۔

اَولاد کی رِضامندی کے ساتھ نکاح کریں

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام نے بالغ مرد وعورت کو اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے، اس مُعاملے میں کسی پر زَور زَبردستی نہیں کی جا سکتی، دونوں طرف کی رضا مندی ضروری ہے، والدین پر لازم ہے کہ جب وہ اپنی اولاد کا نکاح کریں، تو سب سے پہلے اولاد سے مشورہ کریں کہ فُلاں جگہ رشتہ کر رہے ہیں، یا فُلاں جگہ سے رشتہ آیا ہے، تمہاری کیا رائے ہے؟ جہاں اولاد خوش نہ ہو وہاں زبردستی کر کے انہیں مجبور نہ کیا جائے، بلکہ جہاں ان کی خوشی ہو، اور وہ جگہ خاندان کے لیے باعثِ عار نہ ہو، تو وہیں نکاح کر دیا جائے۔

اولاد والدین کی رِضا میں راضی رہے

عزیزانِ مَن! اولاد کو بھی چاہیے کہ والدین کی رضا پر راضی رہیں، ان کی عزّت کا خیال رکھیں، ظاہر ہے والدین اپنے بچوں کے لیے اچھا ہی سوچتے ہیں، والدین کی فرمانبرداری میں اللہ تعالی کی فرمانبرداری ہے، اگر والدین یا کسی سرپرست نے اپنی اَولاد یا ماتحت کے حق میں کوتاہی کی، یا اُن کی مرضی کے بغیر جبراً کسی نامناسب جگہ نکاح کر دیا، تو یہ اُن پر ظلم اور ان کی زندگی برباد کرنے کے مترادِف ہے، اور یہ رب تعالی کے حکم کی خلاف ورزی بھی ہے، بروزِ قیامت اس کا حساب دینا ہوگا،

(۱) "صحيح البخاري" باب ما يكره من التَّبَتُّلِ والخِصَاء، ر: ۵۰۷۳، صـ۹۰۸.

رحمتِ المیان ﷺ نے زبردستی بغیر رضامندی کے نکاح سے منع فرمایا، حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مَروی ہے، نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ»[1] "بیوہ کا نکاح اس کے حکم کے بغیر نہ کیا جائے، اور کنواری لڑکی کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے"۔

جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کرے

حضراتِ گرامی قدر! بندۂ مؤمن کو چاہیے کہ نفسانی خواہشات سے بچتا رہے، اور عصمت وپاکدامنی کے حُصول کے ذرائع اختیار کرتا رہے، بدنگاہی، فحش اَعمال وکلام، حرام ومُشتبہ چیزوں، فلموں، ڈراموں، گانے باجوں، بے پردگی وغیرہ وغیرہ گناہوں سے بچ کر، اَحکامِ شریعت، فرائض واَعمالِ صالحہ کی بجاآوری میں خوب کوشش کرتا رہے، نکاح کی استطاعت رکھتا ہو تو ضرور نکاح کرلے، ورنہ روزے رکھے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ؛ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ؛ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاء»[2] "اے میرے جوانو! تم میں سے جو نکاح کی قدرت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نکاح کرلے؛ کہ یہ چیز نگاہ کو نیچا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھتی ہے، اور جو نکاح کی قدرت نہیں رکھتا اسے چاہیے کہ روزے رکھے؛ کہ روزہ خواہشاتِ نفسانی کو دَباتا ہے"۔

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب النكاح، باب لا ينكح الأب وغيره ...إلخ، ر: ٥١٣٦، صـ٩١٩.

(٢) "صحيح مسلم" كتاب النكاح، باب استحباب النكاح ...إلخ، ر: ٣٣٩٨، صـ٥٨٦.

دِیندار خاتون کو اختیار کرو

رفیقانِ گرامی قدر! عام طور پر لوگ عورت کے مال، جمال اور خاندان پر نظر رکھتے ہیں، انہی چیزوں کو دیکھ کر اس سے نکاح کرتے ہیں، مگر عقلمندی یہ ہے کہ عورت کی شرافت ودینداری تمام چیزوں سے پہلے دیکھنی چاہیے، کہ مال اور جمال تو فانی چیزیں ہیں، جبکہ دین ایک لازوال دَولت ہے، نیز عام طور پر دیندار ماں دیندار بچے جنتی ہے، حضرت سیِّدُنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: (١) لِمَالِهَا (٢) وَلِحَسَبِهَا (٣) وَلِجَمَالِهَا (٤) وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ!»[1] "نکاح کے لیے عورت کے انتخاب میں چار ۴ چیزوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے: (۱) اس کا مال (۲) خاندان (۳) حُسن وجمال (۴) اور اس کی دینداری۔ تم دِیندار خاتون کو اختیار کرنا، ورنہ خسارے میں رہو گے!" یعنی اگر تم ہمارے اس فرمان پر عمل نہ کرو گے تو پریشان ہو جاؤ گے۔

نکاح سنّت ہے

عزیزانِ محترم! نکاح اسلامی مُعاشرتی نظام کا ایک اہم رکن ہے، جو زَوجین کو حلال طریقے سے اِزدِواجی رشتے میں باہم منسلک کرتا ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي»[2] "نکاح میری سنّت ہے، اور جس نے میری سنّت پہ عمل نہ کیا، وہ مجھ سے نہیں"۔

---

(١) المرجع نفسه، كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدِّين، ر: ٣٦٣٥، صـ٦٢٤.

(٢) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في فضل النكاح، ر: ١٨٤٦، صـ٣١٠.

نکاح کرنے کا شرعی حکم

جانِ برادر! نکاح کرنے کا شرعی حکم یہ ہے، کہ اِعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوَت کا بہت زیادہ غلبہ ہو، اور نامرد بھی نہ ہو، مہر اور نان نفَقہ پر قدرت رکھتا ہو، تو نکاح سنّتِ مُؤکَّدہ ہے۔ اگر زِنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے، اور زَوجیت کے حقوق پورے کرنے پر قادِر ہے، تو واجب ہے، اور اگر زِنا میں پڑنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے۔ زَوجیت کے حقوق پورے نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو نکاح مکروہ ہے، اور حقوق پورے نہ کرسکنے کا یقین ہو تو حرام ہے(۱)۔

محبت کرنے والی، بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو

حضراتِ محترم! زَوجَین کی محبت سے گھر کی آبادی ہے، اور نکاح سے مقصود بچوں کی پیدائش کا حصول بھی ہے، چنانچہ حضرت سیِّدُنا معَقل بن یَسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ؛ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ!»(۲) "محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو؛ کیونکہ تمہاری کثرت میرے لیے دیگر اُمتوں پر فخر کا باعث ہوگی"۔ یعنی کل قیامت میں مجھے اس چیز سے بہت خوشی ہوگی کہ میری اُمّت تمام امّتوں سے زیادہ ہو۔

نیک رشتہ مل جائے، تو زیادہ پس وپیش نہیں کرنا چاہیے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! جو والدَین یا سرپرست اپنے اختیارات کا غلط استعمال کرتے ہیں، اولاد کے اعتماد وخاموشی کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہوئے، ایسی جگہ رشتہ کرتے

---

(۱) "بہارِ شریعت" حصہ ہفتم ۷، نکاح کا بیان، ۲/۴، ۵، ملتقطاً۔

(۲) "سنن أبي داود" كتاب النكاح، ر: ۲۰۵۰، صـ۲۹۷.

ہیں جہاں اَولاد خوش نہ ہو، ایسے رشتے مستقبل میں طرفَین کے لیے سخت مشکلات کا باعث بن جاتے ہیں، نیز ایسے والدین اپنی اولاد کی خوشیوں کے روشن چراغ اپنے ہی قدموں تلے رَوند کر، انہیں ہمیشہ کے لیے بجھا دیتے ہیں، اپنی اولاد کو ایسے اندھیرے میں دھکیل دیتے ہیں، جہاں وہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں، بسا اوقات ایسی زندگی سے موت کو ترجیح دیتے، اور سِسک سِسک کر زندگی کے دن گزارتے ہیں۔ دینِ اسلام نے نکاح کا جو مقصد رکھا تھا، اس کا شیرازہ بکھر جاتا ہے، لہٰذا جب بھی رشتہ کیا جائے، اس میں اولاد کی خوشی اور تقویٰ وپرہیزگاری کو مدِّ نظر رکھا جائے، نیک وشریف رشتہ ملنے پر رشتہ طے کر دینا چاہیے، حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهُ وَخُلُقَهُ، فَزَوِّجُوْهُ، إِلَّا تَفْعَلُوْا تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ»[1] "جب تمہارے پاس کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام لائے، جس کا دین واَخلاق تمہیں پسند ہو، تو اُس سے نکاح کرا دو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد برپا ہو گا!"۔

نکاح میں عورت کی رضامندی بھی ضروری ہے

حضراتِ ذی وقار! دینِ اسلام نے جہاں نکاح کا حکم دیا، وہیں یہ بھی حکم دیا کہ جب نکاح کیا جائے، تو لڑکی سے بھی پوچھ لیا جائے، اور اُن کی اجازت سے نکاح کیا جائے، اگر وہ راضی نہ ہوں تو زبردستی نہ کی جائے، امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا:

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب النكاح، ر: ١٠٨٤، صـ٢٦١.

«اِسْتَأْمِرُوا النِّسَاءَ فِيْ أَبْضَاعِهِنَّ!»[۱] "عورتوں کے نکاح کے لیے ان سے اجازت لے لیا کرو!"۔

جس نے نکاح کرلیا، اس نے اپنا آدھا دین مکمل کرلیا

عزیزانِ محترم! حضرت سیّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمُلَ نِصْفُ الدِّينِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي!»[۲] "جب بندے نے نکاح کرلیا تو اپنا آدھا دین مکمل کرلیا، اب باقی آدھے دین کے مُعاملہ میں اللہ تعالی سے ڈرے!"؛ کیونکہ فسادِ دین کی بڑی وجہیں دو۲ ہیں: (۱) شرمگاہ (۲) اور پیٹ سے متعلق بے احتیاطیاں۔ جسے اللہ تعالی نے نکاح کی توفیق دی اس کی شرمگاہ کی حفاظت ہوگئی، اب چاہیے کہ اپنے پیٹ کو بھی حرام غذا سے بچائے!۔

جب اَولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردو!

حضرت سیّدُنا ابو سعید اور ابنِ عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ وُلِدَ لَهُ وَلَدٌ، فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَأَدَبَهُ، فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ، فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْماً، فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ»[۳] "جس کے ہاں بچہ پیدا ہو تو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے، اور اسے اچھی تعلیم وتربیت دے، پھر جب وہ بالغ ہوجائے تو اس کا نکاح کردے، اگر بچہ بالغ ہوگیا اور اس کا نکاح نہ کیا، اور اسی حال میں اُس نے کوئی گناہ کرلیا، تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہے"۔

---

(۱) "سنن النَّسائي" كتاب النكاح، باب إذن البكر، ر: ۳۲٦۳، الجزء ٦، صـ۸۵.
(۲) "شُعب الإيمان" فصل في الترغيب في النكاح ...إلخ، ر: ۵٤۸۸، ٤/ ۱۹۱۸.
(۳) المرجع نفسه، ٦۰- باب في حقوق الأولاد ...إلخ، ر: ۸٦٦٦، ٦/ ۲۹۰۱.

علمائے کرام فرماتے ہیں: یہ اس صورت میں ہے کہ بچہ غریب ہو، خود نکاح کرنے پر قادر نہ ہو، اور اگر باپ امیر ہو اور اَولاد کا نکاح کر سکتا ہے، مگر لاپرواہی یا اپنے جیسے امیر گھرانے کی تلاش میں نکاح نہ کرے، تب بچہ کے گناہ کا وبال اس لاپرواہ باپ پر ہوگا[1]۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بدکاری سمیت تمام گناہوں سے بچیں، سنّتِ نکاح پر عمل کریں، اپنی اولاد کی اچھی تربیت کریں، ان کے دل میں خوفِ آخرت پیدا کریں، اور گناہوں سے نفرت دلائیں، اپنی اولاد کا نکاح کرنے سے قبل ان کی رِضامندی ضرور جانیں، اور اس مُعاملہ میں زبردستی سے گریز کریں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رشتہ کرتے وقت، اچھے اور نیک لوگوں کا انتخاب کرنے کی توفیق عطا فرما، جن کے رشتوں میں رکاوَٹیں ہیں انہیں دُور فرما، نیک وصالح رشتے عطا فرما، اے اللہ! ہمیں اپنی اولاد کے حقوق ادا کرنے، اور ان کی جائز خواہشات کا خیال رکھنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "المرقاة" باب الولي في النكاح ...إلخ، الفصل ٣، تحت ر: ٣١٣٨، ٦/ ٣٠٠.

شادی بیاہ میں غیر شرعی رُسوم

(جمعۃ المبارک ۴ جُمادی الاُولی ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۱/۱۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

فُضولیات کی طرف جھکاؤ

برادرانِ اسلام! یہ بات روزِ رَوشن کی طرح عیاں ہے کہ فرد کا مُعاشرے سے اہم رشتہ ہوتا ہے، رسم ورَواج سماجی زندگی کی علامت، اور مُعاشرے کے اجتماعی پہلوؤں کا عکّاس ہوتے ہیں، جس کا مُعاشرے پر اچھا یا بُرا اثر بھی پڑتا ہے، ہر فرد کی انفرادی واجتماعی زندگی میں رسم ورَواج کی بڑی اہمیت ہے، کوئی زمانہ رسم ورَواج کے اثرات سے خالی نہیں رہا، فُضول رُسوم فرد ومُعاشرے کے چہرے پر بدنما داغ ورُسوائی، غریبوں کا مذاق اور ان کے لیے اِیذاء رَسانی، ان کی حق تلفی، ملک وقوم کے مالی اَثاثوں کے ضِیاع، اور محنت ومزدوری سے کمائے ہوئے مال کے خَسارے کا سبب ہیں۔ اسی طرح شادی بیاہ میں رائج آتش بازی بھی یقیناً حرام اور جُرم ہے؛ کہ اس میں اپنا قیمتی وقت ومال ضائع کرنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو تکلیف پہنچانا بھی ہے،

قرآن مجید میں ایسے افراد کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے:
﴿وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۞ إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾[1] "کبھی بھی فُضول خرچی نہ کیا کرو، یقیناً فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے"۔

غیر مسلموں اور بعض مسلمان اہلِ ثروت کی قائم کردہ، فُضول و بے کار رسم ورَواج پر آنکھیں بند کرکے دَوڑنے والے، طرح طرح کی اَذیتوں میں مبتلا ہو کر اپنی عزّت وآبرُو تک داؤ پر لگا بیٹھتے ہیں، اکثر گھرانوں میں ان فُضول رُسوم کا بار اٹھانے کی سکت وطاقت نہیں ہوتی، لہذا ان کے یہاں لڑکے اور لڑکیاں عمر ڈھل جانے کے باوُجود، رشتۂ اِزدِواج سے منسلک نہیں ہوپاتے، اگر ہم ان فُضولیات کو ترک کرکے دینِ اسلام کی سچی تعلیمات پر عمل پیرا ہو جائیں، تو ان کمزور حال بھائی بہنوں کی شادیاں بھی، بھاری قرض کے بوجھ تلے دبے بغیر، مناسب وقت پر ہو سکتی ہیں، لہذا ہمیں چاہیے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے، ان تمام فضولیات کو ترک کریں۔

ہم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دنیا داری کے مُعاملات میں ہمیشہ اپنے سے کم تر اور کمزور افراد کی طرف دیکھ کر، اپنے پاس موجود نعمتوں پر اللہ کریم کا شکر ادا کرے؛ کہ اُن کے پاس یہ نعمت نہیں ہے جو مجھے عطا ہوئی، اور دینی مُعاملات میں اپنے سے اعلی کو دیکھے کہ فُلاں شخص تو فرائض کے علاوہ سنن ونوافل کا بھی پابند ہے، تو میں ان نیک اعمال میں پیچھے کیوں رہوں! مجھے بھی اعمالِ صالحہ کی کثرت کرنی ہے! لیکن ہمارا مُعاملہ اس کے برعکس ہے، ہم صرف دنیاوی مُعاملات کو دیکھتے ہیں، نت نئے

(١) پ١٥، الإسراء: ٢٦، ٢٧.

فیشن (Fashion) اپنانے، عمدہ مکانات بنانے، فقط حُصولِ دنیا کے لیے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں رہتے ہیں، جس کی وجہ سے اپنے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی ناشُکری، پریشانی وغم میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی پورا مُعاشرہ ان فضولیات میں گرفتار ہوتا چلا جاتا ہے، لہذا ہمیں خود بھی اس بلا سے بچنا ہے، اور دیگر احباب کو بھی بچانا ہے!!۔

مال ضائع کرنا

رفیقانِ گرامی قدر! حضرت سیّدُنا مُغیرہ بن شُعبہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں: «إِنَّ اللهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثاً: (١) قِيلَ وَقَالَ، (٢) وَإِضَاعَةَ المَالِ، (٣) وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ»[١] "یقیناً اللہ تعالی نے تمہارے لیے تین ۳ کاموں کو ناپسند فرمایا ہے: (۱) فُضول بات، (۲) مال ضائع کرنا، (۳) اور بہت زیادہ مانگنا اور سوال کرنا"۔

بے پردگی

عزیزانِ محترم! آج کل شادی بیاہ کی غیر شرعی رُسوم میں عورتوں کا بناؤ سنگھار کے ساتھ، بے پردہ ہوکر شریک ہونا بھی عام ہو چکا ہے، جبکہ اسلامی تعلیمات میں عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کے ساتھ پردے کے اَحکام بھی بتائے گئے ہیں، کہ آرائش وزیبائش کا بے جا شَوق کہیں تمہیں غلط راہ پر نہ ڈال دے!! کہیں تمہیں بے حیائی، بے شرمی اور آوارگی کی تاریکیوں میں نہ دھکیل دے!! کہیں تمہیں عزّت وناموس سے محروم نہ کردے!! کہیں تمہاری دین داری اور دنیا وآخرت کو تباہ وبرباد نہ

(١) "صحيح البخاري"، كتاب الزكاة، ر: ١٤٧٧، صـ ٢٤٠.

کر دے!! خواتین پردے کی بدَولت بدقماش وبدمُعاش لوگوں کی ہَوس سے اپنی عزّت، ناموس اور آبرُو کو محفوظ ومامون رکھ سکتی ہیں۔

پردے کا حکم

میرے محترم بھائیو! عورت کا اپنے چہرے اور ہاتھ وپاؤں کے علاوہ بقیہ جسم کا چھپانا، اور اگر فتنے کا اندیشہ ہو تو مکمل پردہ بھی لازم وضروری ہے، خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ کا ارشادِ پاک ہے: ﴿وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ﴾[1] "مسلمان خواتین کو حکم دیجیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں! اپنی پارسائی کی حفاظت کریں! اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں! مگر جو خود ہی ظاہر ہے اس میں کچھ حرج نہیں! اور وہ چادریں اپنے گریبانوں (سینوں) پر ڈالے رہیں! اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں!"۔

برادرانِ اسلام! شوہر اور محرم رشتہ دار کے علاوہ دیگر افراد سے اس حکمِ قرآنی کے تحت مکمل پردہ لازم ہے، جبکہ آج ہمارے ہاں حقوقِ نسواں (Women's Rights) کے نام پر اسلام کے مخالف، بے راہ رَوی کے شکار، مادَر پدر آزاد خیال خواتین وحضرات بے پردگی، فحاشی وعُریانیت کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش میں نا صرف مصروف ہیں، بلکہ بظاہر کسی حد تک کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ آج شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کے تمام اُمور، اسلامی تعلیمات کی رَوشنی میں انجام دیں، اور تمام غیر شرعی رُسومات کو نا صرف ترک کریں، بلکہ ان کا مکمل

---

(۱) پ۱۸، النور: ۳۱.

بائیکاٹ (Boycott) بھی کریں، یاد رہے! کہ کوشش کرنا ہمارا کام ہے، جبکہ کامیابی عطا کرنا اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر ہے، اور وہ کریم کسی کی کوشش کو ضائع نہیں فرماتا!۔

غیر مَردوں پر اپنی زینت و مَحاسن کے اظہار کی ممانعت

حضراتِ محترم! مسلمان عورتوں کو اپنی زینت و مَحاسن غیر مَردوں پر ظاہر کرنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے، ہمارا پروردگار جَلّ جلالہٗ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[1] "عورتیں اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ ماریں؛ کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہونے لگے، اور اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالی سے مُعافی چاہو؛ تاکہ مراد پالو!"۔

مزید فرماتا ہے: ﴿وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى﴾[2] "اپنے گھروں میں ٹھہری رہو! اور اگلی جاہلیت کی طرح بے پردہ نہ رہو!"۔

مفسرِ قرآن صدر الاَفاضل علّامہ محمد نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "اگلی جاہلیت سے مراد قبلِ اسلام کا زمانہ ہے، اس زمانہ میں عورتیں اِتراتی نکلتی تھیں، اپنی زینت و مَحاسن کا اظہار کرتیں، ایسے لباس پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ چھپ سکیں اور غیر مرد انہیں دیکھیں"[3]۔

اپنے اہل وعِیال کو بے حیائی سے روکنا ضروری ہے

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ: (١) مُدْمِنُ الْخَمْرِ، (٢) وَالْعَاقُّ، (٣) وَالدَّيُّوثُ

---

(١) پ١٨، النور: ٣١.

(٢) پ٢٢، الأحزاب: ٣٣.

(٣) "تفسیر خزائن العرفان" پ٢٢، الاحزاب، زیرِ آیت: ٣٣، ص٦٧٦۔

الَّذِي يُقِرُّ فِي أَهْلِهِ الْخَبَثَ»[1] "تین ۳ قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے جنّت حرام فرمادی ہے: (۱) شراب کا عادی، (۲) ماں باپ کا نافرمان (۳) اور دَیُّوث، یعنی ایسا بے حیا جو اپنے گھر والوں میں بے غیرتی کے کاموں کو برقرار رکھے"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "جو اپنی بیوی بچوں کے زِنا یا بے حیائی بے پردگی، اجنبی مَردوں سے میل جول، بازاروں میں زینت کے ساتھ پھرنے، بے حیائی کے ناچ گانے وغیرہ دیکھ کر، اپنی طاقت، قدرت واختیار کے باوُجود انہیں نہ روکے، وہ بے حیاء دَیّوث ہے"[2]۔

بدترین کھانا

حضراتِ ذی وقار! شادی بیاہ میں دیگر خُرافات کی طرح ولیمے کا کھانا بھی سنّت کے بجائے، محض ایک دعوت ورسم بن کررہ گیا ہے، جس میں صرف رشتے داری اور دوستانہ تعلقات ہی کی بنیاد پر لوگوں کو بلایا جانے لگا ہے، جبکہ اس بارے میں حدیث پاک کس انداز سے تنبیہ ورَہنمائی فرماتی ہے ملاحظہ کیجیے! حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے: «شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الوَلِيمَةِ، يُدْعَى لَهَا الأَغْنِيَاءُ، وَيُتْرَكُ الفُقَرَاءُ»[3] "بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہے، جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے!"۔

---

(۱) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عمر بن خطّاب، ر: ۵۳۷۲، ۲/ ۳۵۱.

(۲) "مرآۃ المناجیح" شراب اور اس کے پینے والے کی وعید کا بیان، تیسری فصل، تحت ر:۳۶۵۵، ۳۹۱/۵۔

(۳) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، باب مَن ترك الدعوة ...إلخ، ر: ۵۱۷۷، صـ۹۲۵.

حضراتِ گرامی قدر! آج ہمیں اس حوالے سے بھی بہت توجہ اور غور وفکر کی ضرورت ہے، کہ اپنی تقریبات بالخصوص دعوتِ ولیمہ میں، اُمراء کے ساتھ ساتھ غریب ونادار پڑوسیوں، اور رشتہ داروں کو بھی ضرور بالضرور مدعو کریں، انہیں عزّت واحترام کے ساتھ اپنی محافل ومجالس کا حصہ بنائیں؛ کیونکہ ہمارا ان پر شفقت ومہربانی کرنا ہمارے لیے اللہ کی رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔

دعوتوں میں اِسراف

میرے محترم بھائیو! دعوت میں کھانا کھانے والے تمام افراد پر ایک بہت ہی اہم ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، کہ کسی بھی صورت اِسراف (کھانا ضائع) نہ ہونے دیں، خاص طَور پر جب بوفے (Buffets) سے کھانا لیا جاتا ہے، تو اکثر لوگ شاید کھانا ختم ہوجانے کے ڈر سے، یا دوبارہ نہ اٹھنے کے خیال سے، اپنی پلیٹ میں اپنے پیٹ وبھوک سے زیادہ کھانا نکال کر خود کو بہت سمجھدار خیال کرتے ہیں، اور پھر بھوک اور تقدیر سے زائد کھانا برتن میں بچا ہوا چھوڑ کر رخصت ہوجاتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس متروک کھانے کو کھانا کوئی بھی پسند نہیں کرے گا، یوں رزق کا یہ حصہ ضائع اور بے کار ہوجاتا ہے، جس سے میزبان کو نا صرف مالی طور پر نقصان ہوتا، بلکہ شاید اس کی شدید دل آزاری بھی ہوتی ہو، ساتھ ہی رزق کی بے حرمتی بھی ہوتی ہے، اور روٹی یعنی رزق کی عزّت وقدردانی تاجدارِ رسالت ﷺ نے اپنے عمل مبارک کے ذریعے بھی تعلیم فرمائی، چنانچہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی ہیں کہ نبئ رحمت ﷺ گھر تشریف لائے، روٹی کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، تو اس سے گرد صاف کی اور کھا لیا، پھر فرمایا: «يَا عَائِشَةُ! أَكْرِمِي كَرِيماً؛ فَإِنَّهَا مَا نَفَرَتْ عَنْ

قَوْم قَطُّ، فَعَادَتْ إِلَيْهِمْ»[1] "اے عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو؛ کہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے رخصت ہوئی ہے، تو لَوٹ کر نہیں آئی"۔

موسیقی اور گانا بجانا

جانِ برادر! غیروں کی تہذیب، زِنا وبدکاری پھیلانے والی چیزوں میں بے پردگی، مَردوں عورتوں کے اختلاط ومیل جول، اور بلااجازت گھروں میں آنے جانے کے علاوہ، ایک چیز موسیقی اور گانا بجانا بھی ہے، یہ چیز بدکاری میں مبتلا کرنے کے لیے جادو کا کام کرتی ہے، سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ، يَسْتَحِلُّونَ ...المَعَازِفَ!!»[2] "میری اُمت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے، جو بینڈ باجوں کو حلال کرلیں گے!!"۔

جہیز کی رسم

عزیزانِ محترم! آج کل شادی بیاہ میں کیے جانے والے بے جا اِخراجات، اور جہیز کے مُطالبات نے اس پیاری سنّت کی ادائیگی کو مشکل ترین بنا کر رکھ دیا ہے، حالانکہ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، نبئ رَحمت ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ أَعْظَمَ النّكَاحِ بَرَكَةً، أَيْسَرُهُ مُؤُونَةً»[3] "وہ نکاح بہت بابرکت ہے جس میں بوجھ کم ہو"۔ "یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچہ کم کروایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہوجائے، کسی طرف سے سخت شرائط نہ ہوں، وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے، ایسی شادی خانہ آبادی ہے۔ آج ہم

(١) "سنن ابن ماجه" كتاب الأطعِمة، ر: ٣٣٥٣، صـ٥٧١، ٥٧٢.
(٢) "صحيح البخاري" كتاب الأشرِبة، ر: ٥٥٩٠، صـ٩٩٢.
(٣) "شُعب الإيمان" ٤٢- باب في الاقتصاد ...إلخ، ر: ٦٥٦٦، ٥/ ٢٢٣٩.

حرام رسموں اور بیہودہ رواجوں کے ذریعے شادی کو خانہ بربادی، بلکہ خانہائے بربادی بنا لیتے ہیں، اللہ تعالی اس حدیث پاک پر عمل کی توفیق دے"[1]۔

لہذا لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کی صورت میں اَنواع واَقسام کی اشیاء کا مُطالبہ کسی طرح جائز نہیں، بلکہ ضروری سامان اور اسباب کا انتظام لڑکے کے ذمّہ ہے، البتہ لڑکی والے بخوشی دلہن کو کچھ دیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، حضرت سیّدنا علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: «جَهَّزَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَاطِمَةَ فِي خَمِيلٍ، وَقِرْبَةٍ، وَوِسَادَةٍ حَشْوُهَا إِذْخِرٌ»[2] "رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خاتونِ جنّت حضرت سیّدہ فاطمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہَا کے لیے جہیز میں ایک چادر، ایک مشکیزہ اور ایک ایسا تکیہ دیا، جس میں اِذخِر (نامی ایک خوشبودار سبز) گھاس بھری ہوئی تھی"۔

حضراتِ گرامی قدر! جس طرح لڑکے والوں کے لیے جہیز کا مطالبہ درست نہیں، اسی طرح لڑکی والوں کو بھی چاہیے کہ اپنی بچی کو جہیز دیتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھیں، کہ کہیں ہمارا محض برادری میں اپنی ناک اونچی رکھنے، اور لوگوں کو دکھانے کے لیے حد سے زیادہ اور بے جا خرچ کرنا، مُعاشرے کے دیگر افراد بالخصوص غریبوں کے لیے دشواریوں کا باعث تو نہیں بن رہا؟! اور آج ایسا ہو ہی چکا ہے کہ غریب گھرانوں کی بچیاں، بڑے شادی ہال میں اَنواع واَقسام کے کھانوں اور کثیر سامان کا انتظام نہ ہونے کے باعث، اچھے رشتوں کے انتظار میں بیٹھی بیٹھی بڑھاپے کی دہلیز چھو لیتی ہیں، نتیجۃً زِنا کاری اور دیگر خُرافات، مُعاشرے کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔

---

(١) "مرآۃ المناجیح" نکاح کا بیان، تیسری فصل، زیر حدیث: ۳۰۹۷، ۵/۱۱۔

(٢) "سنن النَّسائي" باب جهاز الرجل ابنته، ر: ٣٣٨١، الجزء٦، صـ١٣٥.

لہذا ہمیں چاہیے کہ اسلامی تعلیم نا صرف حاصل کریں، بلکہ اپنی تمام زندگی، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات و مُعاملات میں ان پر عمل کو بھی یقینی بنائیں۔

دعا

اے اللہ! مذکورہ تمام باتوں کو ہمارے لیے دنیا میں باعثِ خیر وبرکت، اور آخرت میں نَجات، اور بخشش ومغفرت کا ذریعہ بنا، ہمیں شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں فُضولیات، بے پردگی، مال ضائع کرنے، موسیقی وگانے باجوں اور اِسراف سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

باطنی اَمراض

(جمعۃ المبارک ١١ جُمادیٰ الاُولیٰ ١٤٤٠ھ - ٢٠١٩/٠١/١٨ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصحبِه أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِه وصَحبِه أجمعين.

برادرانِ اسلام! جس طرح ظاہری جسم میں کوئی مرض لاحق ہوجائے، تو پورا جسم بیمار پڑھ جاتا ہے، اسی طرح انسان کی رُوح وقلب اور سوچ وفکر سے متعلق بھی کئی اَمراض ہیں، جن کے باعث انسان کا باطن آلُودہ وبیمار ہو جاتا ہے، ان میں سے چند اَمراض اور ان کے علاج کے بارے میں دینِ اسلام نے جو ہماری رَہنمائی فرمائی ہے، انہیں یہاں بیان کیا جاتا ہے۔

رِیا کاری

حضراتِ گرامی قدر! باطنی اَمراض میں سے ایک رِیاکاری اور دکھلاوا بھی ہے، یعنی لوگوں کو دکھانے اور خودنُمائی کی خاطر کوئی کام کرنا۔ بے شک قرآن وسنّت رِیاکاری کی حرمت پر گواہ ہیں، نیز اس کے حرام ہونے پر اُمّت کا اِجماع بھی ہے۔ قرآنِ پاک میں اس کی مذمّت یوں بیان کی گئی ہے: ﴿الَّذِیْنَ هُمْ

﴿يُرَآءُوْنَ﴾[1] "(خرابی ہے ان لوگوں کے لیے) جو دِکھلاوا کرتے ہیں"۔

سرکارِ دو عالَم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے: «إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ: الشِّرْكُ الأَصْغَرُ» "مجھے تم پر سب سے زیادہ شرکِ اصغر کا خوف ہے" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی کہ یا رسولَ اللہ شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا: «الرِّيَاءُ، يُقَالُ لِمَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ إِذَا جَاءَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تُرَاؤُونَ، فَاطْلُبُوا ذَلِكَ عِنْدَهُمْ»[2] "رِیاکار لوگ جب اپنے اعمال لے کر آئیں گے، تو ان سے کہا جائے گا کہ اُن کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کو تم یہ اعمال کیا کرتے تھے! اور اُن کے پاس ان اعمال کا اجر و ثواب طلب کرو!"۔

رِیاکاری کا علاج

عزیزانِ محترم! اس بیماری سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ اللہ تعالی سے عافیت کی دعا اور اس کی پناہ طلب کی جائے، اور ساتھ ساتھ یہ یاد رکھا جائے کہ رِیاکاری منافقین کا عمل ہے۔

مرضِ حسد

رفیقانِ گرامی قدر! باطنی اَمراض میں ایک بیماری حسد بھی ہے، جو دل کی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ہے، حاسد شخص دوسرے کی نعمت کے زَوال کی تمنّا کرتا ہے، دوسروں کے پاس موجود نعمتوں سے جلتا ہے۔ حسد کے انہی خطرات ومضرّات کے سبب ہمیں اللہ تعالی نے حکم فرمایا، کہ ہم حاسد کے شر سے حفاظتی تدبیر کریں، اور اس سے اللہ کی پناہ مانگیں، ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا

(١) پ٣٠، الماعون: ٦.
(٢) "المعجم الكبير" محمود بن لبيد الأنصاري ...إلخ، ر: ٤٣٠١، ٤/ ٢٥٣.

حَسَدَ﴾[1] "آپ فرمادیجیے کہ میں صبح کے پیدا کرنے والے رب تعالی کی پناہ لیتا ہوں، حاسِد کے شرّ سے جب وہ مجھ سے جَلے"۔

بعض لوگ ایسے تنگ دل ہوتے ہیں، کہ دوسروں کی بھلائی اور بہتری کو اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتے، خاص طور پر اپنے رشتہ داروں، عزیزوں، دوستوں اور ہم پیشہ اَفراد کو، جب اچھی اور آسُودہ حالت میں دیکھتے ہیں، تو ان کے سینوں میں حسد کی آگ بھڑک اٹھتی ہے، اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ خوشحال لوگوں کی نعمتیں اور آسودگی ان سے چِھن کر ہمیں مل جائے۔

جانِ برادر! حسد ایک بدترین جرم ہے، اس سے ہر مسلمان کو بچنا بے حد ضروری ہے، حسد ایک ایسی برائی ہے، جو کبھی کسی اُمّت کے لیے جائز نہیں رہی، جب بھی کوئی قوم اس مرض میں مبتلا ہوئی وہ ہلاکت میں پڑ گئی، نیز حسد ایمان کے بھی مُنافی ہے، مصطفی جانِ رَحمت ﷺ نے فرمایا: «لَا يَجْتَمِعُ فِي جَوْفِ عَبْدٍ الْإِيْمَانُ وَالْحَسَدُ»[2] "کسی بندہ کے سینے میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے"۔ مُعاشرے کے اَفراد کا آپس میں حسد نہ کرنا، اُس مُعاشرے کی بھلائی کی علامت ہے، اور مسلمان کے سچے ایمان کی دلیل ہے۔

دو چیزوں میں حسد جائز ہے

میرے محترم بھائیو! حسد کی کئی صورتیں ہیں، اور سب کی سب قابل مذمّت ہیں سوائے رشک کے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ آدمی اپنے لیے اس نعمت کی تمنّا کرے، اور دوسروں سے اس نعمت کے چِھن جانے کی آرزُو نہ کرے، بلکہ ان کے پاس

---

(۱) پ۳۰، الفلق: ۱-۵.
(۲) "صحيح ابن حِبّان" باب فضل الجهاد، ر: ٤٥٨٧، صـ٧٩٩.

اس نعمت کی بقا کے لیے دعا کرے، اسی بات کو واضح کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: «لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ: (١) رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَسُلِّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ، (٢) وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ الْحِكْمَةَ، فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَيُعَلِّمُهَا»[1] "حسد صرف دو ۲ چیزوں میں جائز ہے: (۱) یہ کہ اللہ تعالی کسی کو مال دے اور اسے راہِ حق میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دے، (۲) اور یہ کہ اللہ تعالی کسی کو دِین کا علم عطا فرمائے، پھر وہ اس علم کے مطابق فیصلہ کرے، اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتا رہے"۔

کسی سے حسد نہ کرو

حضراتِ محترم! کامل مسلمان وہ ہے جو اپنے دل کو اِس مرض سے پاک کرلے، اور اگر کبھی حسد کے مرض میں مبتلا ہو بھی جائے، تو علاج کی بھرپور کوشش کرے، انسان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ حکمتِ عملی کے ذریعے حسد سے چھٹکارا حاصل کرسکتا ہے، لوگوں سے محبت کرے، ان سے اچھی طرح بھائی چارہ قائم کرے، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «لَا تَحَاسَدُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَلَا تَدَابَرُوْا، وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَاناً!»[2] "ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے بُغض نہ رکھو، ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو!"۔

برادرانِ اسلام! اچھا مسلمان اپنے دل کو ان رُوحانی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے، جیسے حسد، کینہ وبُغض وغیرہ، حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عَمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے عرض کی گئی کہ لوگوں میں سے افضل کون ہے؟ آپ

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب العلم، باب الاغتباط في العلم والحكمة، ر: ٧٣، صـ١٧.

(٢) المرجع نفسه، كتاب الأدب، ر: ٦٠٦٦، صـ١٠٥٩.

ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ، صَدُوْقِ اللِّسَانِ» "صاف دل اور زبان کا سچا" صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے عرض کی: زبان کا سچا تو ہم سمجھ گئے، مگر صاف دل سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: «هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ، لَا إِثْمَ فِيْهِ، وَلَا بَغْيَ، وَلَا غِلَّ، وَلَا حَسَدَ»(۱) "وہ پاک باز اور پرہیزگار، جس کا دل اتنا پاکیزہ ہو جس میں نہ کوئی گناہ کا خیال ہو، نہ بغاوَت، نہ کینہ اور نہ حسد ہو"۔ اللہ تعالی ہمیں اپنی محبت ورِضا عطا فرمائے، اپنا خصوصی فضل وکرم فرمائے، اور ہمارے دِلوں کو ان تمام اَمراض سے پاک وصاف فرمائے۔

حضراتِ ذی وقار! حسد کرنے والا بہت بُرا آدمی ہوتا ہے، وہ لوگوں کی تباہی وبربادی چاہتا ہے، اپنی بھلائی کے لیے محنت وکوشش نہیں کرتا؛ کیونکہ وہ دن رات دوسروں کی بربادی کی فکر میں ہی لگا رہتا ہے، اسے اتنا موقع ہی نہیں ملتا کہ اپنی ترقی کے لیے سوچ وبچار کر سکے، لہٰذا عام طور پر حاسد بہت سُست وکاہل ہوا کرتا ہے، اور یہ سُستی اس کو اللہ تعالی کی نعمتوں سے محروم کر دیتی ہے، جب وہ اپنی بُری حرکات کے باعث اللہ تعالی کی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، تب دوسروں کی خوشحالی پر جلنے لگتا ہے، ان کی بربادی کی آرزُو کرتا ہے۔

اللہ تعالی نے مسلمانوں پر اپنا خاص احسان فرمایا، کہ ان کو قرآنِ مجید وایمان کی دَولت سے سرفراز فرمایا، جسے دیکھ کر یہود ونصاری مسلمانوں سے حسد کرنے لگے، اللہ تعالی کا ارشادِ پاک ہے: ﴿اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾(۲) "یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس بات پر کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنے فضل سے دیا"۔ یعنی ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ یہ دَولتِ اسلام مسلمانوں سے چھن جائے!۔

---

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب الزُهد، باب الوَرع والتقوى، ر: ٤٢١٦، صـ٧٢٠.
(۲) پ٥، النساء: ٥٤.

حسد...یہودیوں کی علامت

رفیقانِ ملّتِ اِسلامیہ! قرآنِ مجید نے حسد کو یہودیوں کی علامت فرمایا، فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِّنْ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴾[1] "بہت سے اہلِ کتاب نے چاہاکہ کاش! تم مسلمانوں کو ایمان کے بعد دوبارہ کفر کی طرف پھیر دیں، اپنے دِلوں کی جَلن کی وجہ سے، بعد اس کے کہ حق ان پر خوب ظاہر ہو چکا ہے، تو تم انہیں چھوڑو اور درگزر کرو، یہاں تک کہ اللہ تعالی اپنا حکم لائے، یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے"۔

آج بھی یہود کا مسلمانوں سے حسد جاری ہے کہ مختلف مسلم ممالک میں تباہی وبربادی کے پیچھے، کہیں نہ کہیں کسی صورت یہود کا ہاتھ ضرور ہے، کبھی مسلمانوں پر دہشتگردی کا الزام لگا کر، کہیں آزادئ اظہارِ رائے کے نام پر، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ (Propaganda) کی صورت میں اپنے حسد کا اظہار کررہے ہیں؛ کہ کسی طرح لوگوں کو اسلام سے دُور اور بدظن کر دیا جائے، مسلمانوں کے ایمان کو تباہ وبرباد کر دیا جائے، ان میں بے حیائی اور عُریانیت کو عام کر کے اسلامی تعلیمات سے دُور کیا جائے، اور کسی حد تک وہ اپنے ان منصوبوں میں کامیاب بھی نظر آتے ہیں، لہذا ہمیں ان سازشوں سے ہوشیار وخبردار رہ کر ان کا مقابلہ کرنا ہے، اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا وآخرت میں سُرخرو ہونا ہے۔

---

(۱) پ۱، البقرة: ۱۰۹.

حسد کے نقصانات

عزیزانِ مَن! دو جہاں کے سردار ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ، فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ»[1] "حسد سے بچو! وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے، جیسے آگ خشک لکڑی کو کھا جاتی ہے"۔

علّامہ علی قاری عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فرماتے ہیں کہ "تم مال اور دنیوی عزّت وشہرت میں کسی سے حسد کرنے سے بچو؛ کیونکہ حاسد حسد کی وجہ سے ایسے ایسے گناہ کر بیٹھتا ہے، جو اس کی نیکیوں کو اسی طرح مٹا دیتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو ختم کردیتی ہے، مثلاً حاسد محسود (حسد کیے جانے والے شخص) کی غیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے، جس کے باعث اس کی نیکیاں محسود کے حوالے کردی جاتی ہیں، یوں محسود کی نعمتوں اور حاسد کی حسرتوں میں اِضافہ ہوجاتا ہے"[2]۔

مرضِ حسد کا علاج

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کی تقسیم کتنی پُر حکمت ہے، اس کے پیچھے پوشیدہ حکمتوں پر یقین رکھنے سے انسان کی اپنی زندگی بھی پُرسکون ہوتی ہے، اور وہ دوسروں کے لیے بھی حسد کا شکار نہیں ہوتا۔

غُرور وتکبُّر

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! تکبر ایک بُری روِش اور دل کی صفاتِ ذمیمہ میں سے ہے، جس کا اثر عملاً ظُہور میں آتا رہتا ہے، تکبُّر یہ ہے کہ انسان خود کو دوسروں سے بہتر وفائق سمجھے، اپنے کاموں کو دوسروں سے اچھا اور اونچا جانے، کہ میں نے جیسا کام

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في الحسد، ر: ٤٩٠٣، صـ٦٩١.
(٢) "مرقاة المفاتيح" الفصل ٢، تحت ر: ٥٠٣٩، ٨/ ٧٧٢، ملخَّصاً.

کیا ویسا کوئی نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے خیالات سے اُس کے دل میں غرور وتکبُّر پیدا ہوتا ہے، اسی بنا پر شیطان کو مَردود قرار دیا گیا، ربِ کریم ارشاد فرماتا ہے: ﴿ فَاهۡبِطۡ مِنۡهَا فَمَا يَكُوۡنُ لَكَ اَنۡ تَتَكَبَّرَ فِيۡهَا فَاخۡرُجۡ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيۡنَ ﴾[1] "تُو یہاں سے اُتر جا! تجھے یہ حق حاصل نہیں کہ یہاں رہ کر غُرور کرے، نکل تُو ذلّت والوں میں سے ہے!" کہ انسان تیری مذمّت کرے گا، اور ہر زبان تجھ پر لعنت کرے گی، اور یہی تکبُّر والے کا انجام ہے[2]۔

تکبُّر کا ایک علاج

حضراتِ محترم! حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبئ رَحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم ارشاد فرماتے ہیں: «الْبَادِئُ بِالسَّلَامِ بَرِيءٌ مِنَ الْكِبْرِ»[3] "سلام میں پہل کرنے والا تکبُّر سے دُور ہو جاتا ہے"۔ یعنی جو شخص مسلمانوں کو سلام کر لیا کرے، وہ ان شاء اللہ متکبر نہ ہو گا، اس کے دل میں عجز و نیاز ہو گا"[4]۔

حرص ولالچ

حضراتِ گرامی قدر! انسان اگرچہ بوڑھا ہو جائے مگر اس کی دنیاوی طمع ولالچ میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، حضرت سیِّدُنا اَنس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «يَهْرَمُ ابْنُ آدَمَ وَتَشِبُّ مِنْهُ اثْنَتَانِ: (۱) الْحِرْصُ عَلَى الْمَالِ، (۲) وَالْحِرْصُ عَلَى الْعُمُرِ»[5] "آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے،

(۱) پ۸، الأعراف: ۱۳.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۸، الاعراف، زیرِ آیت: ۱۳، ص۲۸۱۔

(۳) "شُعب الإيمان" ٦١- باب في مقاربة ...إلخ، ر: ٨٧٨٦، ٦/ ٢٩٣٤.

(۴) "مرآۃ المناجیح" اچھی باتوں کا بیان، سلام کا باب، تیسری فصل، زیرِ حدیث: ۴۶۲۶، ۶/۲۸۰۔

(۵) "صحيح مسلم" بابُ كراهة الحرص على الدنيا، ر: ٢٤١٢، صـ٤٢١.

مگراس میں دو۲چیزیں ہمیشہ جَوان رہتی ہیں: (۱) مال کی لالچ، (۲) اور طویل عمر کی تمنّا"۔

جب ہمیں معلوم ہے کہ حرص ولالچ ہلاکت وگمراہی کا سبب ہے، تو ہر صورت ہمیں قَناعت اختیار کرنی چاہیے، اور اللہ تعالی کی عطا پر ہر حال میں راضی رہنا چاہیے، اسی میں ہماری کامیابی، دنیاوآخرت کا سُکون، اللہ ورسول کی خوشنودی اور دخولِ جنّت کا راز ہے۔

حرص ولالچ کی مذمّت

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدُنا کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ اپنے والد سے راویت کرتے ہیں، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ لَهَا مِنْ حِرْصِ المَرْءِ عَلَى المَالِ وَالشَّرَفِ لِدِينِهِ»[1] "دو۲ بھوکے بھیڑیے جو بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں، وہ اُن بکریوں کو اِس قدر نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا نقصان انسان کے مال اور عزّت وجاہ پر حرص ولالچ کے باعث اُس کے دین کو پہنچتا ہے"۔

"مقصد یہ کہ مؤمن کا دین گویا بکری ہے، اور اس کی حرصِ مال وحرصِ عزّت وجاہ، گویا دو۲ بھوکے بھیڑیے ہیں، مگر یہ دونوں بھیڑیے مؤمن کے دِین کو اس سے زیادہ برباد کرتے ہیں، جیسے ظاہری بھوکے بھیڑیے بکریوں کو تباہ کرتے ہیں، کہ انسان مال کی حرص میں حرام وحلال کی تمیز نہیں کرتا، اپنے عزیز اَوقات کو مال حاصل کرنے میں ہی خرچ کردیتا ہے، پھر عزّت حاصل کرنے کے لیے ایسے جتن کرتا ہے، جو بالکل خلافِ اسلام ہوں"[2]۔

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الزُهد، ر: ۲۳۷٦، صـ۵٤۱.
(۲) "مرآۃ المناجیح" دل کو نرم کردینے والی باتوں کا بیان، دوسری فصل، زیرِ حدیث: ۵۱۸۱، ۷/۱۴۔

حرص ولالچ کاعلاج

حضراتِ گرامی قدر!اس قلبی مرض کاعلاج صبر وقَناعت ہے،یعنی جوکچھ خداکی طرف سے بندے کو مل جائے، اس پر راضِی ہوکر اللہ تعالی کا شکر بجالائے، اور اس عقیدہ پرجم جائے کہ انسان جب ماں کے پیٹ میں تھا،اسی وقت فرشتہ رب تعالی کے حکم سے انسان کے بارے میں چار۴ چیزیں لکھ دیتاہے: اس کی (۱) عمر، (۲) روزی، (۳)اس کی نیک بختی (۴) یابدنصیبی۔یہی انسان کانوشتہ تقدیرہے،لہذااسے وہی ملے گا جوتقدیرمیں لکھ دیاگیاہے،اس کے بعدیہ سمجھ کرکہ اللہ عزّوجلّ کی رضااوراس کی عطاپرراضِی ہوجائیں،اور یہ کہہ کرلالچ کے قلعے کوڈھادیں کہ جومیری تقدیرمیں تھاوہ مجھے ملا،اور جو میری تقدیرمیں ہوگاوہ آئندہ ملے گا،اور اگرکسی کمی کے سبب دل بے چَین ہو،اور نفس اِدھراُدھرلپکنے لگے،توصبرکے ذریعے نفس کی لگام کھینچ لیں،اس طرح رفتہ رفتہ قلب میں قناعت کانورچمک اٹھے گا،اور حرص ولالچ کامیلابادل چھٹ جائے گا،ان شاءاللہ!۔

بدگمانی اوراس کاحکم

عزیزانِ محترم!ظن کے معنی گمان کرنے کے ہیں، سُوئے ظن یعنی بدگمانی وغلط سوچ رکھنا۔بُراگمان کبھی اپنے متعلق،کبھی دوسروں سے متعلق،اور کبھی اللہ تعالی سے متعلق بھی ہوتاہے، بدگمانی دِینی خرابی کابھی باعث ہے،بدگمانی میں گرفتار شخص شیطان کے دامِ فریب میں گرفتار رہتاہے، حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتاہے، دوسروں کوحقارت کی نگاہ سے دیکھتاہے، اپنے آپ کودوسروں سے بہترسمجھتاہے۔ الغرض بدگمانی سے عدمِ اعتماد کی فِضاپیداہوتی ہے،اور نفرتیں پھیلتی ہیں،برائیوں میں اضافہ ہوتاہے،گمراہیاں جنم لیتی ہیں،اور باہمی تعلقات بہت متاثِرہوتے ہیں۔بدگمانی

سے بچنا اہلِ ایمان وصالحین کا طریقہ ہے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ اہلِ ایمان کو بدگمانی سے روکتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: ﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾[1] "اے ایمان والو! بہت گمان سے بچو! یقیناً بعض گمان گناہ بھی ہوتے ہیں"۔ اس آیتِ مبارکہ کے تحت مفسرینِ کرام فرماتے ہیں کہ "مسلمان بھائی کے بارے میں بدگمانیاں مت کیا کرو! اس کے کام یا کلام میں اچھا پہلو نکل سکتا ہو، تو اسے خواہ مخواہ بُرے پہلو پر محمول مت کرو! بعض گمان حرام ہیں، جیسے رب تعالی پر بدگمانی کہ وہ مجھے ہرگز نہیں بخشے گا، یا مسلمان پر بلاوجہ بدگمانی کرنا"[2]۔

بدگمانی کا علاج

عزیزانِ مَن! بدگمانی کی عادت ختم کرنے کے لیے، بذاتِ خود اُس شخص سے واضح بات پُوچھ لینی چاہیے، جس کے بارے میں بُرا خیال آتا ہو، دوسرے سے متعلق زیادہ سوچنے، اور بلاوجہ رائے قائم کرنے سے گریز کرنا بے حد لازم وضروری ہے، اپنی منفی سوچوں پر قابو رکھنے، بدگمانی دُور کرنے کی کوشش، غلطی پر دوسروں کو مُعاف کر دینے، اور دوسروں کو اپنے سے اچھا سمجھنے سے بدگمانی کا قلع قمع ہو جاتا ہے۔

بدگمانی در حقیقت جھوٹ پر مبنی خیال ہے، جس سے بچنا بے حد ضروری ہے، حضرت سیِّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ؛ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ، وَلَا تَجَسَّسُوْا، وَلَا تَحَسَّسُوْا، وَلَا تَبَاغَضُوْا، وَكُوْنُوْا إِخْوَاناً!»[3] "فُضول گمان سے بچو! کہ

---

(۱) پ٢٦، الحجرات: ١٢.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت: ۱۲، صـ۸۲۴، ۸۲۵، ملخصًا۔

(۳) "صحيح البخاري" كتاب النكاح، ر: ٥١٤٢، صـ٩٢٠.

گمان سب سے زیادہ جُھوٹی بات ہے، جاسُوسی مت کرو! ٹوہ میں مت پڑو! ایک دوسرے سے بُغض نہ رکھو! اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو!" یعنی کسی کے لیے بُرا خیال دل میں مت لاؤ۔ بدگمانی سے بچنے کے لیے بندہ اپنی اِصلاح کرے؛ کیونکہ بدفطرت انسان ہمیشہ بدگمان ہوا کرتا ہے، مسلمان کے کام کو صحیح جانتے ہوئے، اس کے خلاف رائے قائم کرنے میں جلد بازی سے پرہیز کرنا، اسی طرح کسی سے ملتے وقت اس کے نیک ہونے کا گمان کرنا، باہمی توہّمات سے بچاتا ہے، نفرتیں ختم ہوتی ہیں، اور اُخوّت وبھائی چارہ فَروغ پاتا ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رِیاکاری، حسد، غرور وتکبُر، حرص وطمع اور بدگمانی سے بچا، باطنی بیماریوں، اور ان کے اثرات سے محفوظ فرما، اور اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

(جمعۃ المبارک ۱۸ جُمادی الاُولیٰ ۱۴۴۰ھ - ۲۵/۰۱/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصحبِه أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِه وصَحبِه أجمعين.

حجۃ الاسلام کی شخصیت

عزیزانِ محترم! اسلام میں سوانح نگاری کی روایت شروع سے چلی آرہی ہے، بزرگانِ دین کے تذکروں، ان کی زندگی کے حالات، ان کے دینی، رُوحانی اور علمی کارناموں سے، موجودہ اور آنے والی نسلوں کو اپنے بزرگوں پر فخر محسوس ہونے کے ساتھ، ذہن وفکر کو رَوشنی بھی ملتی ہے، ایمان کو تازگی حاصل ہوتی ہے، اور عمل کی تحریک وترغیب ملتی ہے۔ ایسے ہی مردانِ حق میں آج بھی مجدِّد دین وملّت، سیّدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے فرزند ذی وقار، حجۃ الاسلام حضرت علّامہ حامد رضا خان قدس سرہ کی شخصیت ہے، جن کی دینی عظمت اور علمی وَجاہت سے لوگ خوب واقف ہیں، اور ان کے فُیوض وبرکات سے دنیائے سنیّت مالا مال ہے۔ اعلیٰ حضرت کے خلف اکبر، حجۃ الاسلام حضرت علّامہ حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ کی شخصیت دنیائے سنیّت

میں محتاجِ تعارُف نہیں، البتہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان کی شخصیت اور ان کے کارناموں پر غور وفکر اور تحقیق کر کے عام کیا جائے۔ آپ قدّس سرّہٗ کی ذات وہ ہے جس کے علم وفضل کا اعتراف خود اعلیٰ حضرت کو بھی رہا، بلکہ عرب وعجم کے علماء ومشائخ کو آج بھی ان کے حسن صورت، حسن سیرت اور علمی جلالت ورُوحانی کمال کے ساتھ علم وفضل کا اعتراف رہا، اور ان شاء اللہ رہے گا۔

اسم مبارک، لقب اور ولادت شریف

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے بڑے صاحبزادے کا نام محمد، معروف بہ حامد رضا، آپ کا لقب حجۃ الاسلام ہے، آپ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے[1]۔

تعلیم وتربیت اور اس کا اثر

حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ نے درسیات بتمام وکمال اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ تفسیر وحدیث میں آپ کا درس خاص طور پر مشہور تھا، "تفسیر بیضاوی" کے درس میں آپ کی خصوصی توجہ تھی، علم وعمل میں باکمال والد ماجد کے جانشین ہوئے، عربی نظم ونثر میں منفرد اُسلوب رکھتے تھے، حُسن ظاہری میں بھی متفرِد تھے، طبیعت بہت عمدہ پائی، تلامذہ، مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ رہا۔ دیگر کئی علماء کی طرح ۱۳۵۱ھ میں اجمیر شریف سے واپسی میں، حضرت برہان الاَصفیاء بدر الکاملین مولانا الحاج شاہ رفاقت حسین علیہ الرحمۃ امینِ شریعت، صوبہ بہار نے بھی "تفسیر بیضاوی" کا آپ سے درس لیا۔ آپ اُن تمام خوبیوں کے جامع تھے جو ایک مجدِّد کے جانشین میں ہونی چاہیں[2]۔

(۱) "تذکرہ علماء اہلِ سنّت" حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ، ص۸۰۔
(۲) ایضًا۔

بیعت وخلافت

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت مخدوم شاہ ابو الحسن احمد نوری مارَہرَوی قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے، اور والد ماجد سے بھی خلافت واجازت حاصل تھی(۱)۔

حج وزیارت

آپ علیہ الرحمۃ نے ۱۳۲۳ھ میں حج وزیارت کی سعادت اپنے والد ماجد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی معیت میں حاصل کی، جس کی برکات نہایت عظیم وجلیل ہیں (۲)۔

علمی وتبلیغی کارنامے

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہٗ ایک بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب اور یگانۂ روزگار عالم فاضل تھے۔ دینِ متین کی خدمت وتبلیغ، ناموس مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت، قوم کی فلاح وبہبود، ان کی زندگی کے اہم مقاصد تھے، وہ غلبۂ اسلام کی خاطر زندہ رہے، اور سفر آخرت بھی فرمایا تو پرچمِ اسلام بلند کرتے ہوئے، اس دنیا سے سُرخرو ہوکر گئے۔ مسلکِ اہل سنّت وجماعت کی ترویج واِشاعت کی خاطر آپ نے برصغیر کے مختلف قصبوں اور شہروں کا سفر کیا، اور گستاخانِ رسول سے مُناظرے کیے، اور انہیں لاجواب کرکے اہلِ سنّت کا سر فخر سے بلند فرمایا"(۳)۔

حجۃ الاسلام کی شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال سے ملاقات

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی ملاقات جب ڈاکٹر اقبال سے ہوئی، تو حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انہیں بدمذہبوں کی گستاخانہ عبارات سنائیں، اس پر ڈاکٹر اقبال صاحب

---

(۱) ایضاً، ص۸۰، ۸۱۔
(۲) "خطبۂ صدارت" حیات حضور حجۃ الاسلام، حج وزیارت، ص۱۷۔
(۳) "آسمان رضویّت کا نیّر تاتاں" علمی وتبلیغی کارنامے، ص۸، ملتقطاً۔

حیران و ششدر رہ گئے اور بے ساختہ بول اٹھے: "ایسی گستاخانہ عبارتیں ہیں، ان پر آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا، ان پر تو آسمان ٹوٹ پڑنا چاہیے تھا"[۱] یعنی ان پر انتہائی غم وغصہ کا اظہار فرمایا۔

حجۃ الاسلام کی مِلّی خدمات

آپ علیہ الرحمۃ نے مرادآباد کے خطبہ صدارت میں ایک ایسا دستور العمل پیش کیا، کہ اگر اس کے مطابق عمل ہوتا تو آج ہماری حالت ہی کچھ اَور ہوتی، مسلمان مُعاشی، تعلیمی، تجارتی، غرض کہ ہر قسم کے دینی و دنیاوی اُمور میں کسی سے پیچھے نہ رہتے۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں ملازمت کی حَوصلہ شکنی کرتے ہوئے، صنعت اور تعلیم و تجارت پر زور دیا کہ "ہمارا ذریعۂ مُعاش صرف نوکری اور غلامی ہے، اور اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ہندو نواب مسلمان کو ملازم رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ رہیں گورنمنٹی ملازمتیں (Government jobs) تو ان کا حُصول لمبی امید ہے، اگر رات دن کی بھاگ دَوڑ اور اَنتھک کوششوں سے کوئی معقول سفارش پہنچی، تو کہیں امیدواروں میں نام درج ہونے کی نَوبت آتی ہے، برسوں بعد جگہ ملنے کی امید پر روزانہ مفت خدمت انجام دیا کرو! اگر بہت بلند ہمت ہوئے، اور قرض پر بسر اَوقات کر کے برسوں کے بعد کوئی ملازمت حاصل بھی کی، تو اس وقت تک قرض کا اتنا اَنبار ہو جاتا ہے کہ جس کو ملازمت کی آمدنی سے ادا نہیں کر سکتے۔ ہمیں نوکری کا خیال چھوڑ دینا چاہیے، نوکری کسی قوم کو معراجِ ترقی تک نہیں پہنچا سکتی، دستکاری اور پیشے و ہُنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے"[۲]۔ آج بھی ان

---

(۱) ایضاً، حجۃ الاسلام اور ڈاکٹر اقبال، ص۲۶۔

(۲) ایضاً، ملی خدمات، ص۱۲، ۱۳۔

الفاظ پر غور و فکر کر کے، اگر عملی اِقدامات کیے جائیں، تو کافی حد تک موجودہ مسائل سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔

فن تاریخ ابجدی میں آپ کا کمال

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کو آپ کے والد گرامی اعلیٰ حضرت قدّس سرّہٗ کی طرح فنِ تاریخ میں بہت مہارت حاصل تھی۔ ۱۳۴۴ہجری میں مولانا عبدالکریم درس علیہ الرحمۃ کا انتقال ہوا، تو اس موقع پر آپ نے چند تاریخیں کہیں[۱] جو آپ کے فنِ تاریخ پر مہارت کی دلیل ہیں۔

تصانیف وتراجم

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی متعدّد تصانیف و رسائل ہیں، مگر جو مشہور ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

(۱) الصارم الربّاني على إسراف القادياني (یہ رسالہ آپ نے مرزائیت کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے رد میں لکھا)۔

(۲) مقدّمہ الإجازات المتينة.

(۳) حاشیہ ملّا جلال۔

(۴) الدَولة المكية کا اردو ترجمہ۔

(۵) اس کے علاوہ آپ کی فقہی بصیرت پر دلیل "فتاویٰ حامدیہ" معرکۃ الآرا تصنیف ہے[۲]۔

---

(۱) ایضًا، فن تاریخ گوئی میں کمال، ص۲۲، ملخصًا۔

(۲) ایضًا، تصانیف و تالیفات، ص۲۳،۲۲۔

حجۃ الاسلام کی سیاسی بصیرت

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ سیاستدانوں کی چالاکیوں، اور چالوں کو خوب جانتے سمجھتے تھے، اور اپنے زمانے کے حال سے پوری طرح باخبر تھے۔ آپ علیہ الرحمۃ مسلمانوں کو سیاست وریاست کے چنگل سے بچانے کے لیے ہر ممکن جدوجہد کرتے رہے، آپ نے علماء و قائدین (جو سیاست کے چنگل میں پھنس چکے تھے) کو سمجھایا، اور حق قبول نہ کرنے پر نبرد آزما ہوئے، اور بدمذہب علماء و قائدین سے اس مُعاملے پر ٹکراؤ اور مُناظرے تک بھی کیے[1]۔ لہٰذا آج ہمارے قائدین کو بھی اس بارے میں خوب غور وفکر کرنے کی ضرورت ہے۔

زبان وادب پر مہارت

حجۃ الاسلام قدّس سرّہٗ کی زبان دانی، فصاحت وبلاغت، نثر نگاری وشاعری، خصوصًا عربی زبان پر مہارت کی تعریف، علمائے عرب نے بھی کی۔ ۱۳۲۴ھ میں حج کے موقع پر تو عرب کے معروف عربی داں، حضرت شیخ سیّد حسن دبّاغ، اور سیّد مالکی ترکی نے آپ کی عربی دانی اور قابلیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے، اس طرح اعتراف کیا کہ "ہم نے ہندوستان کے اکناف واَطراف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھا، جسے عربی پر اتنی مہارت ہو!"[2]۔

حضور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی عربی کتاب "الدَولة المكية" اور "كفل الفقيه الفاهِم" کی طباعت کے وقت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے حکم پر ان

---

(۱) "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" نور چہل حجۃ الاسلام، سیاسی بصیرت وحمایت حق، ص۵۳۰۔

(۲) ایضًا، زبان وادب پر مہارت، ص۵۳۱، ۵۳۲، ملتقطاً۔

کی تمہیدات عربی زبان میں تحریر فرمائیں، جنہیں دیکھ کر اعلیٰ حضرت بہت خوش ہوئے اور خوب دعائیں دیں![1]۔

وصال شریف

حجۃ الاسلام علّامہ حامد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۷ جُمادَی الاُولی ۱۳۶۲ھ کو عین حالتِ نماز میں وصال فرمایا[2]۔

رفیقانِ گرامی قدر! آپ کی وفات پر عالمِ باعمل، مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب فریدی سمستی پوری (صدر مدرّس مدرسہ شمس العلوم بدایوں، شیخ الارشاد خانقاہِ قادریہ سربیلہ سہرسا، صوبہ بہار، قائم شدہ ۱۳۱۱ھ) نے نظمِ وفات فارسی میں تصنیف کی، جس کے اَشعار میں سالِ ولادت، سالِ وفات، صُوری معنوی، ہجری تاریخ، مادّۂ وفات، اور مَحاسن مذکور ہیں۔ نَظم میں گیارہ ۱۱ اَشعار ہیں، مقطع کا آخری مصرعہ بھی سالِ وفات کا ترجمان ہے[3]، جو آپ کی حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ سے عقیدت و محبت کا اظہار کرتا ہے۔

نمازِ جنازہ

آپ کی نمازِ جنازہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے خلیفۂ خاص و مرید، حضرت محدِّث اعظم پاکستان، مولانا سردار احمد قدّس سرّہٗ نے مجمع کثیر میں پڑھائی۔

مزار اقدس

آپ علیہ الرحمۃ کا مزار مقدّس روضہ اعلیٰ حضرت میں واقع، زیارت گاہِ خاص وعام ہے۔ آپ کا عرس مبارک ہر سال ۱۷ جُمادَی الاُولی کو منایا جاتا ہے[4]۔

---

(۱) ایضاً۔
(۲) "فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں" اولادِ اَمجاد، ص۸۷۔
(۳) "تذکرہ علماء اہل سنّت" حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ، ص۸۱۔
(۴) "تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ" "نور چہل حجۃ الاسلام، نمازِ جنازہ و مزارِ اقدس، ص۵۴۔

مریدین، خلفائے کرام اور تلامذہ

عزیزانِ مَن! حضرت بُرہان الاَصفیاء مولانا شاہ رفاقت حسین، حضرت مجمع الفضائل مولانا شاہ محمد حبیب الرحمن قادری دھام نگری، حضرت مولانا شاہ حشمت علی خاں لکھنوی، حضرت مخدوم مولانا شاہ ابراہیم رضا جیلانی میاں خلَفِ اکبر، حضرت مولانا حمّاد رضا قدّس سرّہما، یہ حضرات آپ کے نامور خلفاء ہیں، آپ کا سلسلہ ثانی الذِکر اور صاحبزاد گان کے ذریعے خوب پھیلا[۱]۔ آپ کا ظاہری و باطنی فیضان آج بھی جاری و ساری ہے، اللہ تعالی تا قیامِ قیامت اس کو جاری رکھے، آمین!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بزرگانِ دین، بالخصوص حجۃ الاسلام حامد رضا خان علیہ الرحمۃ کے فُیوض و برکات سے مستفیض فرما، ان کی تعلیمات پر عمل کرنے اور اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "تذکرہ علمائے اہلِ سنّت" حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ، ص۸۲۔

شیخ سیِّد احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

(جمعۃ المبارک ۲۵ جُمادَی الاُولی ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۲/۰۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! اللہ تعالیٰ کا کروڑہا کروڑ احسان، کہ اُس نے آسمانِ ولایت کو روشن ستاروں سے مزیّن فرماکر، ان کی کرنوں سے سارے عالم کو منوّر فرمایا، مخلوق کو اپنے قرب کی منازِل طے کرنے، اور ان اولیاء سے فیضیاب ہونے کے لیے، ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیا۔ اُنہی درخشاں ستاروں میں سے حضرت سیّدنا احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بھی ایک چمکتا ستارہ ہیں۔ آئیے! حصولِ برکت کے لیے ان کے ذکرِ خیر سے اپنی عقیدتوں کو چار چاند لگاتے ہیں۔

نام ونسَب

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام احمد بن علی بن رفاعہ ہے، جدِّامجد کی نسبت سے آپ رفاعی کہلاتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سیّدُنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اَولاد میں سے ہیں، آپ کی کنیت ابو العباس، اور لقب محی الدین ہے، اور فقہ میں آپ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ

کے مقلد ہیں۔ حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت ۱۵ رجب المرجب ۵۱۲ھ کو مقامِ حسن عراق میں ہوئی[۱]۔

تعلیم و تربیت

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سات ۷ سال کی عمر تک مقام حسن میں اپنے والدین کے ساتھ قیام پذیر رہتے ہوئے، قرآنِ پاک حفظ کر لیا تھا، پھر والدِ گرامی کے انتقال کے بعد اپنے ماموں جان شیخ منصور بطائحی علیہ الرحمۃ کے زیرِ تربیت رہ کر، شیخ ابو الفضل واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بیس ۲۰ سال کی عمر میں تمام مروّجہ علومِ عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل فرمائی، اور تزکیۂ نفس و باطنی علوم اپنے ماموں جان ہی سے حاصل کیے[۲]۔

بارگاہِ رسالت میں آپ کا مقام

حضرت سیّد احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں ایک خاص قرب حاصل تھا، چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ نے حج سے فراغت کے بعد جب حضور نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضر ہو کر یہ اَشعار پڑھے: ع

فِي حَالَةِ البُعدِ رُوحِي كُنتُ أُرسِلُهَا

تُقَبِّلُ الأَرضَ عَنِّي فَهِيَ نَائِبَتِي

"روضۂ مُطہَّرہ سے دُوری کی حالت میں میں اپنی رُوح کو بارگاہِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں بھیجا کرتا، جو میری طرف سے اس ارضِ مقدّس کو چُوما کرتی تھی"

---

(۱) "سیّد الاولیاء سیّد احمد کبیر رفاعی" نام و نسب، ص۹۔ "سیرت سلطان الاولیاء سیّدنا امام احمد کبیر رفاعی" باب اوّل، امام رفاعی کا تعارُف، نام و نسب، ص۲۲، ملتقطاً۔

(۲) "سیّد الاولیاء سیّد احمد کبیر رفاعی" پیدائش، ص۹۔ "سیرت سلطان الاولیاء" باب اوّل، امام رفاعی کا تعارُف، امام احمد رفاعی کا حفظ قرآن... الخ، ص۴۵، ۴۶، ملتقطاً۔

وَهَذِه نَوبَةُ الأَشبَاحِ قَد ظَهَرَت
فَامدُد يَمِينَكَ كَي تَحظَى بِهَا شَفتِي

"اب ظاہری جسم حاضر خدمتِ اقدس ہے، لہٰذا اپنا دستِ اقدس بڑھائیے؛ تاکہ میرے ہونٹ دست بوسی سے شرف یاب ہوسکیں!"

چنانچہ روضۂ انور سے دستِ اقدس ظاہر ہوا اور آپ علیہ الرحمۃ نے فرطِ عقیدت سے اسے چُوم لیا۔ اس منظر کو وہاں موجود دیگر حاضرین نے بھی دیکھا[1]۔

شیخ احمد کبیر رفاعی کے ملفوظات شریفہ

حضرت سیّدنا امام احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ اپنے مریدین، محبین اور سالکین کے ظاہر وباطن کی اصلاح کے لیے، وقتاً فوقتاً شریعت وطریقت کے بہترین رَہنما اُصول بھی بیان کیا کرتے، ان میں سے چند باتیں ملاحظہ ہوں:

اللہ تعالی کے بارے میں عقیدہ: آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے کہ خبردار اللہ تعالی کے لیے فَوقیت، سفلیت اور مکان ثابت نہ کرنا! ایسے ہی ہاتھ اور آنکھ وغیرہ (انسانی اعضاء کی طرح) اور آمد ورَفت کے طریقے پر نُزول کے قائل نہ ہونا!؛ کیونکہ قرآن وسنّت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں تو اسی کتاب وسنّت میں اس جیسی دوسری نُصوص بھی موجود ہیں، جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں (اور اللہ تعالی کا مخلوق کی طرح نُزول، فوق ومکان، ہاتھ اور آنکھ وغیرہ سے پاک ہونا بتلاتی ہیں) لہٰذا اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلَف صالحین کی طرح یوں کہا جائے، کہ ہم ان متشابہات کے

---

(١) "جامع كرامات الأولياء" للنبهاني، حرف الألف، أحمد بن الرفاعي، ١/ ٤٩٤.

ظاہر پر ایمان لاتے ہیں، اور ان کے مرادی معنیٰ کو اللہ ورسول کے سپرد کرتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالی کو مخلوق کے عیوب سے پاک بھی مانتے ہیں، پیشوایانِ سلَف بھی اسی راستے پر چلتے رہے[1]۔

پابندئ ارکان کی تاکید: فرمایا کہ اپنے اعمال کو ان پانچ ۵ ارکان پر پابندی کے ساتھ جمائے رکھو، جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: «بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: (١) شَهَادَةَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ الله، (٢) وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، (٣) وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، (٤) وَحَجِّ الْبَيْتِ، (٥) وَصَوْمِ رَمَضَانَ»[2] "دینِ اسلام کی بنیاد پانچ ۵ چیزوں پر ہے: (۱) اس بات کی گواہی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور جناب محمد اللہ کے رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکات ادا کرنا، (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا"۔ اللہ کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کے طفیل ہمیں ان ارکان پر استقامت سے عمل کی توفیق دے!۔

رتبۂ نبوّت: شیخ فرماتے ہیں کہ اے بزرگو اپنے نبی ﷺ کے مرتبہ کو بہت بڑا جان! کیونکہ آپ ﷺ خالق ومخلوق کے درمیان واسطہ (وسیلہ) ہیں، آپ ہی نے خالق ومخلوق کا فرق بتایا، یقیناً آپ اللہ کے محبوب بندے اور رسول ہیں، مخلوقِ خدا میں سب سے کامل اور ارفع، پیغمبروں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں، اللہ تعالی کی طرف راستہ بتانے والے، اس کی طرف سب کو بلانے والے، اس کے اَحکام سنانے والے، اور

---

(١) "البرهان المؤيَّد" الله تعالى لا تحده حدود، صـ١٦، ١٧.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن عمر، ر: ٦٠٢٢، ٢/ ٤٦٥.
"البرهان المؤيَّد" الأركان الخمسة، صـ٢٠.

اس کی باتیں جاننے والے ہیں۔ آپ ہی سب کے لیے بارگاہِ الٰہی کا دروازہ، اور دربارِ صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں، جو آپ سے ملا اللہ سے مل گیا، اور جو آپ سے جدا ہوا اللہ تعالی سے جدا ہوا! آپ ﷺ کا اشادِ گرامی ہے: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لِمَا جِئْتُ بِهِ»[1] "کوئی شخص اس وقت تک مؤمنِ کامل نہیں ہو سکتا، جب تک اس کی خواہش میری بیان کردہ شریعت کے تابع نہ ہو جائے"!۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت: صحابي اس شخص کو کہتے ہیں جس نے بحالتِ ایمان مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی زیارت کا شرف پایا، اور اسی حال میں دارِ فانی سے رخصت ہوا، یاد رہے کہ درجۂ ولایت میں صحابي کا مقام سب سے بلند ہے۔

شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ان صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سب سے افضل سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ، پھر سیّدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالی عنہ، پھر سیّدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالی عنہ، پھر سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالی عنہ۔ لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کے مَحاسن، کمالات اور تعریف بیان کریں، نیز ان سے محبت کریں۔

حضرت شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اے لوگو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے محبت رکھو! ان کے ذکر وتذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو! اور ان جیسے اَخلاق اپنانے کی کوشش کرو![2]۔

محبتِ اہلِ بیت اور صحبتِ اولیاء قدست اسرارہم کی تاکید: فرماتے ہیں کہ دوستو اپنے دلوں کو حضورِ اکرم ﷺ کے اہلِ بیت کی محبت سے روشن کرو! کیونکہ یہ حضرات وُجود کے چمکتے ہوئے انوار، اور سعادت کے رَوشن آفتاب ہیں، رحمتِ عالمیان

---

(١) انظر: "السُنّة" لابن أبي عاصم، باب ما يجب أن يكونَ هوى المرء تبعاً لما جاء به النبي ﷺ، ر: ١٥، ١/ ١٢. "البرهان المؤيَّد" الإيمان والهوى، صـ٢٢.

(٢) "البرهان المؤيَّد" المعجزة الخالدة، صـ٢٣، ٢٤، ملخّصاً.

ﷺ کا ارشاد ہے: «اللهَ اللهَ فِي أَهْلِ بَيْتِي!» یعنی "میرے اہلِ بیت کے بارے میں اللہ سے ڈرو!" اور ان کے حقوق کا خیال رکھو!۔

اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ! ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا یَتَّقُوْنَ﴾[1] "سن لو! یقیناً اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم، وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گاری کرتے ہیں"[2]۔ کیونکہ یہی لوگ اللہ تک پہنچنے کا خوبصورت اور آسان راستہ ہیں، اور انہیں کی تعلیمات وصحبت کے ذریعے بندہ اپنے پروَردگار کی بارگاہ تک رَسائی حاصل کرسکتا ہے۔

دنیا سے آپ کی بے رغبتی: حضرت سیّدنا احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کے دشمن سے دُور نہ ہوجائے (تو سن لو! دنیا خدا کی دشمن ہے، اور تم اس میں پھنسے ہوئے ہو، تو خدا کے مقرب وبرگزیدہ کیسے ہوسکتے ہو؟!)۔ مزید فرمایا کہ ایک اللہ والے نے پانی بھرنے کے لیے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا، تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا، اس نے اسے کنویں میں ہی اُلٹ دیا، اور اللہ تعالی سے عرض کی: اے میرے محبوب تیرے حق کی قسم! میں تیرے سوا کسی چیز کا طالب نہیں[3]۔

مفتی جلال الدین امجدی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ والے ایسے ہی ہوتے ہیں، اگر تم ایسے نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقے سے دنیا نہ کماؤ! مریدوں کے مال پر نظر رکھنا، اور لوگوں سے نذرانے اور ہدیے وُصول کرنے کے لیے اللہ والوں

---

(١) پ ١١، يونس: ٦١، ٦٢.

(٢) "البرهان المؤيَّد" الأنوار اللامعة، صـ٢٤، ٢٥، ملتقطاً.

(٣) المرجع نفسه، لباس التقوى، صـ٥٢.

جیسی صورت بنانا حرام ہے! جسے کامل توکُّل حاصل نہ ہو اسے اپنے ہاتھوں سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیے[۱]۔

علماء وارثِ انبیاء ہیں: آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ عالموں کی عزت و حرمت کی تمہیں خاص طَور پر حفاظت کرنی چاہیے؛ (کہ یہ وارثِ انبیاء ہیں) سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: «الْعُلَمَاء وَرَثَةُ الأَنْبِيَاءِ»[۲] کہ "علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں" اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس سے علمائے باعمل سرفراز ہیں، یہی لوگ انسانوں کے سردار، تمام مخلوق سے اشرف اور حق تعالی کا راستہ بتانے والے ہیں[۳]۔

صحبتِ علماء کی تاکید: آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ علماء سے میل جول قطع نہ کرو! ان کی مجالس میں بیٹھا کرو! (ان کی باتیں سنا کرو!) ان سے علم حاصل کرو! اور یہ مت کہو کہ فُلاں عالم تو بے عمل ہے، تم اس سے علم کی باتیں لے لو، اور خود ان پر عمل کرو! اسے اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالے کردو![۴]۔ کہ بے عمل عالم بھی شمع کی مانند ہے، جو خود تو جلتا ہے مگر تمہیں روشن کرتا ہے۔

شیخ احمد کبیر رفاعی کی مزید نصیحتیں

(۱) اللہ تعالی سے وہی اُنسیت رکھ سکتا ہے جو کامل درجہ کی طہارت رکھتا ہو۔

(۲) اللہ عزّوجلّ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے علاوہ تمام مخلوق سے بے رغبت ہو جائے؛ کیونکہ اولیاء سے محبت اللہ تعالی ہی سے محبت ہے۔

---

(۱) "سیّد الاولیاء سیّد احمد کبیر رفاعی" صـ۳۸،۳۷۔

(۲) انظر: "سنن أبي داود" كتاب العلم، ر: ٣٦٤١، صـ٥٢٣. و"البرهان المؤيَّد" توقير العلماء، صـ٨٣.

(۳) "سیّد الاولیاء سیّد احمد کبیر رفاعی" صـ۴۲۔

(٤) "البرهان المؤيَّد" القول بوحدة الوجود ضلالة، صـ٨٨.

(۳) مخلوق کو اپنے ترازُو میں نہ تولو! بلکہ خود کو مؤمنین کے ترازُو میں تولو! تاکہ تم ان کی فضیلت اور اپنی محتاجی جان سکو!۔

(۴) ایسے شخص پر افسوس ہے جو دنیا ملنے پر اس میں مشغول ہو جاتا ہے، اور چھن جانے پر دُکھ اور افسوس کا اظہار کرتا ہے۔

(۵) جو شخص اپنے اوپر غیر ضروری باتوں کو لازم کرتا ہے، وہ ضروری باتوں کو بھی ضائع کر دیتا ہے۔

(۶) جو کوئی اللہ تعالی پر توکُّل کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے دل میں حکمت داخل فرماتا، اور ہر مشکل گھڑی میں اس کی کفایت کرتا ہے۔

(۷) ہمارا طریقہ تین ۳ چیزوں پر مشتمل ہے: * نہ کسی سے مانگنا * نہ کسی سائل کو منع کرنا * اور نہ کچھ جمع کرنا۔

(۸) اللہ عزّوجلّ اپنے فضل سے غَوث وقُطب کو غیبوں پر اطلاع دیتا ہے، پس جو بھی درخت اُگتا، اور پتّا سرسبز ہوتا ہے، تو وہ (غوث وقطب) سب جان لیتا ہے۔

(۹) کتنے ہی خوشحال ایسے ہیں کہ وہ خوشی ان کے لیے مصیبت بن جاتی ہے! اور کتنے ہی غمگین ایسے ہیں کہ ان کا غم باعثِ نَجات ہوجاتا ہے[1]۔

حضرت شیخ سیّد احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی زبانِ مبارک سے جاری ہونے والے یہ اقوالِ زریں، اور ان جیسی کثیر نصیحتیں آج بھی مخلوقِ خدا کی ہدایت ورَہنمائی کا باعث ہیں، ہمیں چاہیے کہ ان حضراتِ اہل اللہ کے ایام واَعراس منانے کے ساتھ ساتھ، ان کی مبارک تعلیمات کو بصورتِ عمل بھی حرزِ جاں بنائے رکھیں۔

---

(۱) "طبقات الصُوفيّة" للمُناوي، ۲/ ۲۲۱-۲۲۶، ملتقطاً.

وصالِ شریف

تمام عمر مخلوقِ خدا کی رُشد وہدایت کا فریضہ انجام دینے کے بعد، جمعرات کے مبارک دن ۱۲ جُمادَی الاُولی ۵۷۰ھ وقتِ ظہر آپ علیہ الرحمۃ نے اس دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کیا، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والے آخری کلمات یہ تھے: أَشهَدُ أن لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللهُ، وَأَشهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً رَّسُولُ الله.

تجہیز وتکفین اور نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد، خانقاہِ امّ عبیدہ میں شیخ یحییٰ بخاری کے پہلو میں آپ کی تدفین کی گئی، آپ رحمہ اللہ تعالیٰ کے وصال مُبارک کو صدیاں گزر گئیں، مگر آج بھی جنوبی عراق میں آپ کا مزار پُرانوار مرکزِ تجلیات اور مرجعِ خلائق ہے[1]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بزرگانِ دین، بالخصوص سیّدنا شیخ احمد کبیر رفاعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے رُوحانی فیوض سے حصہ عطا فرما کر، ان کی سیرت اور تعلیمات پر عمل کی سعادت نصیب فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "الطبقات الكبرى" للشّعراني، ر: ۲٦۲ - أحمد بن الحسين الرفاعي، الجزء۱، صـ۲٥۷، مُلخّصاً.

حُصول رزق کے ذرائع

(جمعۃ المبارک ۲ جُمادَی الآخرۃ ۱۴۴۰ھ - ۰۸/۰۲/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

رزق کی تعریف

برادرانِ اسلام! دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے ہر جاندار کو اپنی حیات کی بقا کے لیے رزق کی ضرورت ہے، رِزق ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جس سے نفع اٹھایا جائے، اور شریعتِ اسلامیہ میں رِزق ہر اس شَے کو کہا جاتا ہے، جو اللہ تعالی کی طرف سے ہر جاندار کو نفع اٹھانے کے لیے مہیا کیا جائے[1]۔

رزقِ حلال کھانے کی تاکید

عزیزانِ مَن! تمام جاندار: انسان، جنّات، ملائکہ وغیرہ میں سے جو جس رزق کا محتاج ہے، اُسے وہی ملتا ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کو الگ قسم کا رزق فراہم کیا جاتا ہے، اور پیدائش کے بعد سے دانت نکلنے تک اَور طرح کی غذا، جیسے جیسے انسان

(۱) "تفسير البيضاوي" پ۱، سورة البقرة، تحت الآية: ۳، ۱/ ۳۵.

بڑا ہوتا ہے، قدرتی طَور پر اُس کی غذا بھی تبدیل ہوتی رہتی ہے، الغرض ہر ایک کو اُس کے مناسب رزق عطا کیا جاتا ہے، اور یہ رزق کی فراہمی اللہ عزّوجلّ کی طرف سے ہی ہوتی ہے، اس بارے میں ہمارا پیارا پروَردگار عزّوجلّ ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ﴾[1] "جو کچھ حلال پاکیزہ روزی تمہیں اللہ تعالی نے دی، اسے کھاؤ! اور اللہ تعالی سے ڈرو جس پر تمہیں ایمان ہے"۔

اللہ تعالی نے ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾[2] "یقیناً اللہ تعالی ہی بڑا رزق دینے والا، قوّت اور قدرت والا ہے"۔ اس مقام پر "بڑا رزق دینے والا" سے مراد کثیر رزق عطا کرنے والا ہے۔ اسی کے دستِ قدرت میں آسمان وزمین کے خزانے اور تمام خیر وبرکت ہے۔

رزق دینا اللہ تعالی کے ذمۂ کرم پر ہے

عزیزانِ محترم! یاد رکھیے کہ رزق دینے کا وعدہ خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: ﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾[3] "زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ تعالی کے ذمّۂ کرم پر نہ ہو، اور وہ اس کے ٹھہرنے اور موت ومدفن کو جانتا ہے، سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے"۔

میرے بزرگو ودوستو! اللہ جلّ جلالہ بحر وبَر کے اندھیروں میں موجود مخلوق سے بھی غافل نہیں، چاہے اس کا جسم چھوٹا اور مرتبہ کم ہی کیوں نہ ہو، وہ رب توماؤں کے

---

(١) پ٦، المائدة: ٨٨.

(٢) پ٢٧، الذاريات: ٥٨.

(٣) پ١٢، هُود: ٦.

پیٹ میں موجود بچوں کو بھی نہیں بھولتا۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "آسمانوں اور زمین والے اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ کسی انسان کے رزق سے رائی کے دانے برابر بھی کم یا زیادہ کردیں، جب یہ یقین پختہ ہو جائے تو انسان کا دل مطمئن ہو جاتا ہے "[1] اور انسان کی رُوح راحت وسُکون پاتی ہے۔

رزقِ حلال کے لیے کوشش کی اہمیت

عزیز انِ مَن! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ نے حصولِ رزق کے متعدّد وسائل وذرائع (کھیتی باڑی، تجارت، مُلازمت وغیرہ) پیدا فرمائے؛ تاکہ بندہ اپنے اور اپنے اہل وعِیال کے لیے ان حلال کاموں کے ذریعے رزق حاصل کر کے، بآسانی گزر بسر کر سکے، فرمانِ الٰہی جَلَّ جَلالُہٗ ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖؕ وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ﴾[2] "وہی رب ہے جس نے زمین تمہارے تابع کر دی، تو اُس کے بنائے ہوئے راستوں میں چلو! اور اس کے دیے ہوئے رِزق میں سے کھاؤ، اور اُسی کی طرف تمہیں اُٹھنا ہے"۔ یعنی رزقِ حلال کے حصول کے لیے کوشش کرو، اور حرام سے ہمیشہ بچتے رہو، حلال وطیّب روزی ہی کمانے، کھانے، اہل وعِیال، ضرور تمندوں اور محتاجوں کو کھلانے کی کوشش کرتے رہو!۔

طلبِ رزقِ حلال کی ترغیب

میرے محترم بھائیو! جو شخص اپنے گھر سے رزقِ حلال کی تلاش میں نکلے، وہ اللہ تعالی کی فرمانبرداری میں ہے، سرکارِ دوعالم صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّم کی سیرتِ طیّبہ ہمارے پیش نظر ہے،

(١) "الإفصاح" لابن هُبَيرَة، مسند أنس بن مالك رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ، تحت ر: ١٥٣٨، ٥/ ٥٣.

(٢) پ٢٩، المُلك: ١٥.

کہ مصطفٰی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پیشۂ تجارت کو پسند فرمایا، اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے بھی رزقِ حلال کی طلب میں تجارت اور دیگر ذرائع اختیار کیے، نیک کاموں میں ایک دوسرے کی مدد اور بھلائیوں میں سبقت حاصل کی، ان کے مال اللہ تعالی کی اِطاعت میں بہت مددگار ثابت ہوئے۔ رحمتِ عالمیان صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے رزقِ حلال کی طلب پر ترغیب بھی دلائی ہے، چنانچہ حضرت سیّدُنا حذیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبئ کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے لوگوں سے فرمایا: «هَلُمُّوا إِلَيَّ» "میرے پاس جمع ہو جاؤ!" جب لوگ متوجہ ہوکر بیٹھ گئے، تب مصطفی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «هَذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ جِبْرِيلُ نَفَثَ فِي رَوْعِي: أَنَّهُ لَا تَمُوتُ نَفْسٌ حَتَّى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَلَيْهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ، وَلَا يَحْمِلَنَّكُمُ اسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ أَنْ تَأْخُذُوهُ بِمَعْصِيَةِ اللهِ؛ فَإِنَّ اللهَ لَا يُنَالُ مَا عِنْدَهُ إِلَّا بِطَاعَتِهِ»[1] "یہ رب العالمین کے قاصد حضرت جبریل ہیں، انہوں نے مجھ سے کہا کہ کوئی جاندار اپنا رزق مکمل کیے بغیر نہیں مرے گا، اگرچہ وہ اس تک دیر سے پہنچے، تو اللہ تعالی سے ڈرو! اور اچھے انداز سے رزق طلب کرو، رزق پہنچنے میں تاخیر کہیں تمہیں اللہ تعالی کی نافرمانی میں مبتلا نہ کردے، کہ یقیناً جو کچھ اللہ تعالی کے پاس ہے وہ اس کی فرمانبرداری سے ہی ملتا ہے"۔

پاکیزہ چیزیں کھانا

حضراتِ ذی وقار! خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہ نے رزقِ حلال کے حصول، اور اس کے استعمال کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! ہماری دی

---

(۱) "مُسند البزّار" مسند حذيفة بن اليمان رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، ر: ۲۹۱٤، ۷/ ۳۱٤.
(۲) پ۲، البقرة: ۱۷۲.

ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ! اور اگر تم اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہو تو اُسی کا اِحسان مانو!"۔ لہذا ضروری ہے کہ حرام روزی سے اجتناب کرتے ہوئے، ہر حال میں رزقِ حلال ہی حاصل واستعمال کیا جائے۔

غیبی ذرائع سے رزق کی فراہمی

میرے قابلِ صد احترام بھائیو! ہم میں سے ہر ایک رزق میں برکت ووُسعت چاہتا ہے، تو چاہیے کہ برکت ووسعت کے ایک سبب خشیتِ الٰہی، تقوی وپرہیزگاری کو بھی اختیار کیا جائے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًاۙ۝ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾[1] "جو اللہ تعالی سے ڈرے، اللہ اس کے لیے نَجات کی راہ نکال دے گا، اور اسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہو"۔ یعنی انسان کی سوچ وگمان سے ماوَرا غیبی ذرائع سے وافر رزق عطا ہوگا۔

صلہ رحمی ...رزق میں کشادگی کا ایک اہم سبب

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! اسلام جہاں ہمیں مُعاشرے کے تمام افراد کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تعلیم دیتا ہے، وہیں اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسنِ سُلوک وِصلہ رِحمی کا حکم بھی دیتا ہے، کہ یہ عمل بھی رزق میں کشادگی کا ایک اہم سبب ہے، حضرت سیّدنا انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے، نبیِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنْ أَحَبَّ أَنْ يُبْسَطَ لَهُ فِي رِزْقِهِ، وَيُنْسَأَ لَهُ فِي أَثَرِهِ، فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ»[2] "جسے یہ پسند ہو کہ اس کا رزق کشادہ، اور اس کی عمر میں برکت ہو، اسے چاہیے کہ صِلہ رِحمی کرے"۔

---

(۱) پ۲۸، الطلاق: ۲، ۳.

(۲) "صحيح البخاري" باب مَن بسط له الرزق ...إلخ، ر: ۵۹۸۶، صـ۱۰۴۸.

روزی میں برکت کے دیگر اسباب

حضراتِ گرامی قدر! جو بندہ رزقِ حلال کے لیے کوشش وسعی کے ساتھ ساتھ ذکرودُرود کی کثرت کرتا ہے، اللہ تعالی اس پر اپنا خصوصی لُطف وکرم فرما کر، اس کی روزی میں برکت عطا کرتا ہے، روزی میں برکت کے چند اَور اَسباب وطریقے یہ ہیں:

(۱) توبہ واِستغفار کی کثرت سے روزی میں برکت ہوتی ہے، حضرت سیّدنا ابن عبّاس رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُما سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ الله لَهُ مِنْ كُلِّ ضِيقٍ مَخْرَجاً، وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجاً، وَرَزَقَهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ»[1] "جو استغفار کی کثرت کرے گا، اللہ تعالی اُسے ہر تنگی ومصیبت سے فراخی وراحت، اور ہر غم سے نَجات عطا فرمائے گا، اور اُسے وہاں سے روزی دے گا جہاں سے اُس کا گمان بھی نہ ہو گا"۔

(۲) لاحول شریف کی کثرت سے بھی رزق میں برکت ہوتی ہے، حضرت سیّدُنا ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنہُ سے روایت ہے، حضور نبئ کریم صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: «وَمَنْ أَبْطَأَ عَنْهُ رِزْقُه فَلْيُكْثِرْ مِنْ قَوْلِ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله"»[2] "جسے رِزق میں تنگی کی شکایت ہو اُسے چاہیے کہ "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله" کی کثرت کرے"۔ حضور نبئ مکرم صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی خدمت میں ایک بہت ضعیف، علیل وکمزور، فاقہ کش، پریشان حال وبے کس صحابی نے اپنے بیٹے کی گرفتاری، اور گھر میں فاقہ کی شکایت کی، شہنشاہِ کونین صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: «آمرُكَ وإيّاها أن تستكثرا من قولِ: "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"» "میں تمہیں اور

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الوتر، باب في الاستغفار، ر: ۱۵۱۸، صـ۲۲٤.
(۲) "المعجم الأوسط" من اسمه محمد، ر:٦٥٥٥، ٥/ ٥٢.

تمہاری زَوجہ کو "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" کی کثرت کا حکم دیتا ہوں" وہ شخص حضور ﷺ کی بارگاہ سے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِالله الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" پڑھتے ہوئے نکلا، اور اپنی زَوجہ سے بھی یہ پڑھنے کو کہا، دونوں کثرَت سے پڑھنے لگے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے ان کے قَیدی بیٹے کو رہائی عطا فرمائی، اور چار ہزار بکریوں کی صورت میں غیبی رِزق بھی عطا فرمایا"[1]۔

(۳) اللہ تعالی پر کامل بھروسے اور توکُّل سے بھی رزق میں برکت ہوتی ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَوْ أَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى الله حَقَّ تَوَكُّلِهِ، لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ، تَغْدُوْ خِمَاصاً، وَتَرُوْحُ بِطَاناً»[2] "اگر تم لوگ اللہ تعالی پر اس طرح بھروسا کرو، جیسا کہ اُس پر بھروسا کرنے کا حق ہے، تو وہ تمہیں اس طرح رِزق دے گا جیسے پرندوں کو دیتا ہے، کہ وہ صبح گھونسلوں سے بھوکے نکلتے ہیں، اور شام کو سَیر ہو کر لَوٹتے ہیں"۔

(۴) ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ فقر و فاقہ کے سبب زندگی تنگ ہو کر رہ گئی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: «فأين أنتَ من صلاة الملائكةِ وتسبيحِ الخلائق، وبها يُرزَقون» "تم فرشتوں کی دعا اور مخلوقات کی وہ تسبیح کیوں نہیں پڑھتے، جس کی بدَولت انہیں رزق دیا جاتا ہے؟" عرض کی: یا رسولَ اللہ وہ کیا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «قُل: "سُبحانَ الله وَبِحَمدِه، سُبحانَ الله العَظيم، وَبِحمدِه أستَغفِرُ اللهَ" مئةَ مرّةٍ، ما بين طُلوعِ الفجر إلى أن تُصلّيَ الصّبحَ، تأتيكَ الدُّنيا

---

(۱) "حاشية العلّامة الصاوي" سورة الطلاق، تحت الآية: ۳، الجزء ۳، صـ۱۲۵.
(۲) "سنن ابن ماجه" كتابُ الزُهد، ر: ٤١٦٤، صـ۷۱۲، ۷۱۳.

راغمةً صاغرةً»(۱) "تم "سُبحانَ الله وَبِحمدِه، سُبحانَ الله العظيم، وَبِحمدِه أستغفر الله" طلوعِ فجر سے نمازِ فجر کے درمیان سو۱۰۰بار پڑھ لیا کرو، دنیا(کی نعمتیں) تمہارے پاس احترام وتواضُع کے ساتھ حاضر ہوں گی"۔

(۵) حضرت سیِّدُنا سہل بن سعد رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سرکارِ اَبد قرار صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوکر اپنی مفلسی کی شکایت کی، نبئ رحمت صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «إذا دَخَلْتَ الْبيْتَ فَسَلِّمْ إِنْ كَانَ فِيهِ أَحَدٌ، وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ أَحَدٌ فَسَلِّمْ عَلَيَّ، وَاقْرَأْ ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ مَرَّةً وَاحِدَةً» "جب تم گھر میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو، اور اگر کوئی نہ ہو تو مجھ پر سلام عرض کرو، اور ایک بار قل ھو اللہ شریف پڑھ لو!"۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالی نے اسے اتنا مال دے دیا کہ اس نے اپنے ہمسایوں کی بھی خدمت کی(۲)۔

رزق کے سامان

رفیقانِ گرامی قدر! قرآنی تعلیمات کی رَوشنی میں یہ حقیقت بھی منکشِف ہوتی ہے؛ کہ رزق کی تقسیم اور کمی وبیشی پر اللہ تعالی ہی قادر ہے، وہ جسے چاہتا ہے وافَر رزق عطا فرماتا ہے، اور جسے چاہتا ہے تنگدست کرکے امتحان لیتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں قحط ہے تو کہیں فراخی، اس میں بھی ہزارہا حکمتیں پوشیدہ ہیں، حاکم ہو یا محکوم سب کو اللہ تعالی ہی رزق دیتا ہے، فرمانِ الٰہی جَلَّ جَلَالُہٗ ہے: ﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَ مَنْ

(۱) "إحياء علوم الدِين" كتاب الأذكار والدعوات، الباب ۱، فضيلة التسبيح ...إلخ، ۱/ ۳۵۵.

(۲) "تفسير القُرطُبي" سورة الإخلاص، تحت الآية: ۱، ر: ٦٥٣٦، الجزء ۲۰، ۲۳۱، ۲۳۲.

﴿لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ﴾[1] "ہم نے تمہارے لیے زمین میں رزق کے سامان بنادیے، اور اُن کے لیے بھی جنہیں تم رزق دینے والے نہیں ہو" یعنی تمہارے ساتھ تمہارے ماتحت اَفراد، ملازمین، خُدّام اور جانوروں کو بھی اللہ تعالی ہی رزق عطا فرماتا ہے۔ **حاصل کلام** یہ ہے کہ رزقِ حلال کے حصول میں کوشش کرنا ہمارا کام، اور وسائل مہیا کرنا اللہ تعالی کی مشیئت پر ہے۔

رِزق اللہ تعالی سے طلب کرو

برادرانِ اسلام! جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالی کے سِوا بھی کوئی رازق ہے، تو اُس کی یہ سوچ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، جیسا کہ کفّار اپنے بُتوں سے یہ توقُّع رکھتے تھے کہ ان کے بُت انہیں رزق دیتے ہیں، لہذا اُن کا رَد کرتے ہوئے پروردگارِ عالم نے ارشاد فرمایا: ﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ﴾[2] "کون ایسا ہے جو تمہیں رزق دے، اگر وہ (اللہ) اپنی طرف سے رزق روک لے؟!" اللہ کریم اپنے کرم سے سب کو جسمانی ورُوحانی رزق عطا فرماتا ہے، ہمیں کامل یقین ہونا چاہیے کہ رزق کا خالق ومالک اللہ تعالی ہے، اور اسی کامل یقین کی برکت سے حرام وناجائز سے اجتناب کیا جاسکتا ہے۔

دینِ اسلام نے ہمیشہ رزقِ حلال کی ترغیب دی

عزیزانِ محترم! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ نے ہر ایک کی زندگی ومَوت اور سعادت مندی وبدبختی کے ساتھ ساتھ، اُس کا رِزق بھی لکھ دیا ہے، رزقِ حلال کے لیے جدوجہد، اور اس کے لیے وسائل اختیار کرنا لازم، ضروری اور عبادت ہے، بندہ رزقِ حلال کے لیے

---

(١) پ١٤، الحجر: ٢٠.
(٢) پ٢٩، المُلك: ٢١.

ہر جائز طریقہ اختیار کرے، اور نتیجہ اپنے رب تعالی پر چھوڑ دے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴾(۱) "اے لوگو! زمین میں جو کچھ حلال وپاکیزہ ہے اسے کھاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر مت چلو، یقیناً وہ تمہارا کُھلا دشمن ہے"۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالی نے اپنے بندوں کو حلال وطیّب کھانے کا حکم دیا، اور حرام وگندی چیزوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے؛ کیونکہ انسانی اَخلاق وکردار پر غذا کا بھی گہرا اثر پڑتا ہے، حلال رزق سے دل نورانی ہوتا، جبکہ حرام غذا دل میں تاریکی وغفلت پیدا کرتی ہے۔

اللہ تعالی اپنے بندوں میں جسے چاہے روزی دیتا ہے

برادرانِ ملّت اسلامیہ! فرمانِ خداوندی عزّوجلّ ہے: ﴿ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴾(۲) "اللہ تعالی اپنے بندوں پر لُطف وکرم فرماتا ہے، جسے چاہے روزی دیتا ہے، اور وہی قوّت وعزّت والا ہے"۔ لہٰذا رزقِ حلال کے لیے کوشش کے ساتھ ساتھ، اُس قوی وعزیز سے اس میں برکت کی دعا بھی کرتے رہنا ہے۔

حرام مال سے بچنا

حضراتِ گرامی قدر! خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے جہاں رزقِ حلال کمانے کی تاکید فرمائی، وہیں حرام وباطل طریقے سے مال حاصل کرنے سے منع بھی فرمایا ہے، چاہے وہ لُوٹ یا چھین کر، چوری کر کے، جُوئے، حرام تماشوں، حرام کاموں، حرام چیزوں کے بدلے، رشوت، جھوٹی گواہی یا چُغل خوری سے حاصل کیا جائے سب

(۱) پ۲، البقرة: ۱۶۸.
(۲) پ۲۵، الشُورىٰ: ۱۹.

ناجائز ہے، اللہ رب العالمین نے حلال کھانے اور حرام سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: ﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى﴾[1] "کھاؤ جو پاک روزی ہم نے تمہیں دی، اور اس میں زیادتی (ظلم) نہ کرو؛ کہ تم پر میرا غضب اُترے، اور جس پر میرا غضب اُترا یقیناً وہ ہلاک ہو گیا"۔ یعنی مقرّر کردہ حد سے تجاوُز مت کرو! فُضول خرچی، ضرورتمندوں کو بھوکا چھوڑنا، رزق کو ضائع کرنا اور حرام روزی کمانا، یہ سب حد سے تجاوُز کرنا ہے۔

روزی کمانے میں میانہ رَوی اختیار کرو

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بندہ رزقِ حلال کے حصول کے لیے ہر جائز طریقہ اختیار کرے، اور نتیجہ اپنے رب تعالی پر چھوڑ دے، اور ہمیشہ اصل مقصدِ حیات یعنی آخرت کی تیاری میں لگا رہے؛ کیونکہ انسان کا جتنا رزق لکھا ہے، وہ وعدے کے مطابق اُسے ضرور مل کر رہے گا، حضرت سیّدُنا جابر بن عبد اللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ؛ فَإِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّى تَسْتَوْفِيَ رِزْقَهَا، وَإِنْ أَبْطَأَ عَنْهَا، فَاتَّقُوا اللهَ وَأَجْمِلُوْا فِي الطَّلَبِ، خُذُوْا مَا حَلَّ، وَدَعُوْا مَا حَرُمَ»[2] "اے لوگو اللہ تعالی سے ڈرو! اور روزی کمانے میں میانہ رَوی اختیار کرو!؛ کیونکہ کوئی انسان اپنا رزق پورا کیے بغیر نہیں مرے گا، اگرچہ اس میں دیر

---

(١) پ١٦، طٰهٰ: ٨١.

(٢) "سنن ابن ماجه" كتاب التجارات، باب الاقتصاد ...إلخ، ر: ٢١٤٤، صـ٣٦١.

ہو جائے، لہذا اللہ تعالی سے ڈرو! اور اچھے طریقے سے روزی حاصل کرو، جو حلال ہے اُسے لے لو، اور جو حرام ہے اُسے چھوڑ دو!"۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رزقِ حلال کمانے، کھانے، کھلانے، رزق کی فراوانی کے اسباب اختیار کرنے، اور کثرت سے توبہ واستغفار کرنے کی سعادت نصیب فرما، ہمارے رزقِ حلال میں وسعتیں برکتیں عطا فرما، اور اُسے نیک کاموں میں خرچ کرنے کی توفیق وجذبہ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حیاء اور اس کے تقاضے

(جمعۃ المبارک ۹ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۰ھ - ۱۵/۰۲/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

شرم وحیاء کا مفہوم اور اَحکام

برادرانِ اسلام! انسان کے اندر پائی جانے والی وہ خوبی یا صفت واَخلاق، جو بندے کو خلافِ شریعت اعمال، افعال اور اقوال سے روک کر افعالِ طیّبہ پر آمادہ کرے، اور دوسروں کے حق میں کمی وکوتاہی سے باز رکھے، شرم وحیاء کہلاتی ہے[1]۔ شرم وحیاء اور پاکدامنی انبیاء ومرسلین علیہم السلام، صحابۂ کرام اور صالحین رضی اللہ تعالی عنہم کی ایک عظیم الشان صفت، اور اللہ رب العالمین کی طرف سے ایک عمدہ ترین نعمت وتحفہ ہے؛ کیونکہ حیاء اُن فحش کاموں اور مُنکَرات کے ارتکاب میں رکاوٹ بنتی ہے، جو انسان کے دامنِ عِفّت کو داغدار کرتے ہیں، لہذا حیاء کو ایمان کا حصہ بھی قرار دیا گیا ہے،

---

(١) "شرح صحيح مسلم" باب بيان عدد شُعب الإيمان ...إلخ، الجزء٢، صـ٦.

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: «اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّوْنَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيْمَانِ»[١] "ایمان کے ساٹھ ٦٠ سے زائد شعبے ہیں، اور ایمان کا ایک شعبہ حیاء بھی ہے"۔ اس کی مزید وضاحت و تائید حضرت سیّدُنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی اِس روایت سے ہوتی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا: «اَلْحَيَاءُ وَالْإِيمَانُ قُرِنَا جَمِيعاً، فَإِذَا رُفِعَ أَحَدُهُمَا رُفِعَ الْآخَرُ»[٢] "حیاء اور ایمان دونوں آپس میں ملے ہوئے ہیں، تو جب ان میں سے ایک اُٹھ جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے" لہذا ہر مسلمان کو اپنے ایمان کی حفاظت کے لیے بھی حیاء کو اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے۔

شرم وحیاء کا تقاضا

میرے محترم بھائیو! فحاشی، بے حیائی، بے پردگی، بدنگاہی اور گناہوں سے بچنا بھی شرم وحیاء کا تقاضا ہے، جبکہ بے حیائی، بدکرداری وعیب ہے، حضرت سیّدنا اَنس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا كَانَ الْفُحْشُ فِيْ شَيْءٍ إِلاَّ شَانَهُ، وَمَا كَانَ الْحَيَاءُ فِيْ شَيْءٍ إِلاَّ زَانَهُ»[٣] "جس میں بے حیائی ہو اُسے عیب دار کر دیتی ہے، اور جس میں حیاء ہو اسے مزیَّن کر دیتی ہے"۔ لہذا ہم بارہا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب کسی کے اقوال واعمال کی بنیاد حیاء پر ہو، تو اِس میں زیب وزینت اور حُسن وکمال جھلکتا ہے، اور جب کوئی چیز حیاء سے خالی ہو تو وہ معیوب وناپسندیدہ ہو جاتی ہے۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب أمور الإيمان، ر: ٩، صـ٥.

(٢) "مُستدرَك الحاكم" كتاب الإيمان، ر: ٥٨، ١/ ٣٠.

(٣) "سنن الترمذي" أبواب البرّ والصِلة، ر: ١٩٧٤، صـ٤٥٧، ٤٥٨.

رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ باحیاء تھے

برادرانِ اسلام! دوجہاں کے سردار ﷺ بڑے باحیاء تھے، جب کوئی بات قلبِ نازنیں پر ناگوار گزرتی تو ناگواری کا اِظہار چہرے سے محسوس کیا جاتا، حضرت سیّدُنا ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ النَّبِيُّ ﷺ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِيْ خِدْرِهَا، فَإِذَا رَأى شَيْئاً يَكْرَهُهُ، عَرَفْنَاهُ فِيْ وَجْهِهِ»[1] "نبئ کریم ﷺ پردہ نشیں کنواری لڑکی سے بھی زیادہ باحیاء تھے، لہذا جب کوئی بات حضورِ اکرم ﷺ کو ناگوار گزرتی، توہم اُس کا اَثر آپ ﷺ کے چہرۂ انور سے محسوس کرلیا کرتے"۔

اللہ تعالی سے شرم وحیاء کی تاکید

حضراتِ گرامی قدر! جب ہم مخلوق سے حیاء کرتے ہیں، توہمیں ربّ تعالی سے بدرجہ اَولیٰ شرم وحیاء کرنی چاہیے، ہر سلیم الفطرت انسان میں فطری طَور پر حیاء کا مادّہ پایا جاتا ہے، شرم وحیاء بندے کو اچھے وپسندیدہ کاموں پر آمادہ کرتی، اور ظاہری وباطنی گناہ وبرائی سے بچاتی ہے، ایسا بندہ جب کبھی بتقاضائے بشریت نفس وشیطان کا شکار ہونے لگتا ہے، تو یہ سوچ کر گناہ سے بچ جاتا ہے، کہ مجھے خالقِ کائنات جلّ جلالہ ملاحظہ فرمارہا ہے۔ اللہ تعالی سے شرم وحیاء کی بہت تاکید آئی ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «اسْتَحْيُوْا مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ» "اللہ تعالی سے حیاء کرو جیسا حیاء کرنے کا حق ہے" صحابۂ کرام نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! ہم تو اللہ تعالی سے حیاء کرتے ہیں، اور تمام تعریف اللہ تعالی کے لیے ہی ہے! رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «لَيْسَ ذَاكَ، وَلَكِنَّ الِاسْتِحْيَاءَ مِنَ اللهِ

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦١٠٢، صـ١٠٦٤.

حَقَّ الْحَيَاءِ، أَنْ تَحْفَظَ الرَّأْسَ وَمَا وَعَى وَتَحْفَظَ الْبَطْنَ، وَمَا حَوَى، وَتَتَذَكَّرَ الْمَوْتَ وَالْبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدِ اسْتَحْيَى مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ»[1] "یہ نہیں، بلکہ اللہ سے حیاء کا حق یہ ہے کہ تم اپنے سَر اور اس کے متعلَقات (ناک، کان، آنکھ وغیرہ) کی گناہوں سے حفاظت کرو، پیٹ اور اس کے متعلقات (سِتر وقدم وغیرہ) کو گناہوں سے محفوظ رکھو، مَوت اور اس کے بعد گلنے سڑنے کو یاد رکھو، اور جو آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، وہ دنیا کی زِینت کو چھوڑ دے، توجس نے ایسا کیا اس نے اللہ تعالی سے حیاء کا حق ادا کیا"۔

یعنی سَر کو اللہ تعالی کے سِوا کسی کے آگے جھکا کر ذلیل نہ کرے، زبان کو غیبت، چُغلی، گالی گلوچ، جُھوٹ سے بچاتا رہے، آنکھ کو بدنگاہی، فلموں ڈراموں اور نامحرم کو دیکھنے سے بچاتا رہے، اور کان کو غیبت وبُری بات سننے سے بچاتا رہے، پیٹ کو حرام ومشتبہ چیزیں کھانے سے بچاتا رہے، اور پیٹ کے متعلقات ہاتھ، دل، ستر اور پاؤں ہیں، یعنی ہاتھ سے کسی کو اِیذاء دینے اور نامحرم کو ہاتھ لگانے سے بچاتا رہے، دل کو بُرے عقیدوں اور گندے خیالات ووَسوسوں سے بچاتا رہے، سِتر کو بدکاری وحرام کاری سے بچاتا رہے، پاؤں کو حرام کی طرف اُٹھنے سے بچاتا رہے، الغرض تمام اَعضاء کو ہمیشہ گناہ وناجائز کاموں سے بچاتا رہے۔

شرم وحیاء ... مَکارِمِ اَخلاق کی بنیاد

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! شرم وحیاء مَکارِمِ اَخلاق کی بنیاد، تمام فضائل کا منبع وسرچشمہ اور عمدہ خصائل میں سے ہے، یہ بے حیائی وبُرے افعال واقوال سے انسان

---

(١) "سنن الترمذي" أبوابُ صفة القِيامة، ر: ٢٤٥٨، صـ٥٦٠.

کو بچاتی ہے۔ اس بہترین خصلت کے سبب انسان اللہ ورسول کا پیارا بن جاتا ہے، ہمارے آقا و مولا جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی گفتگو کرتا، تو جب تک وہ خود خاموش نہ ہوجاتا، شرم وحیاء کے سبب مصطفی جانِ رحمت ﷺ اس کی بات نہ کاٹتے، اگر کوئی سرکارِ اَبد قرار ﷺ کا ہاتھ پکڑتا، آپ اِحساسِ تکلیف کے باوُجود ہاتھ نہ چھڑاتے، یانبیِ رَحمت ﷺ کے درِ دَولت پر جب کوئی مہمان آتا، جب تک وہ خود نہ چلا جائے، سرکارِ مدینہ ﷺ اُسے رخصت نہ فرماتے، لیکن اللہ تعالی کو مصطفی کریم ﷺ کی تکلیف گوارا نہیں، لہذا فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَىٰ طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ وَلَٰكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ ۖ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ﴾[1] "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں جب تک اِجازت نہ پاؤ حاضر مت ہو، مثلاً کھانے کے لیے بُلائے جاؤ، نہ یوں کہ خود اس کے پکنے کی راہ تکو! ہاں جب بُلائے جاؤ تو حاضر ہو، اور جب کھا چکو تو واپس لَوٹ جاؤ! نہ یہ کہ بیٹھے باتوں میں دل بہلاؤ، اس سے نبی کو اِیذاء ہوتی ہے، مگر وہ تمہارے لحاظ میں کچھ نہیں فرماتے، اور اللہ تعالی حق بیان فرمانے میں نہیں شرماتا"۔

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اَخلاقی طَور پر شرم وحیاء کا مظاہرہ کر رہا ہے، تو ہمیں اس کا ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا چاہیے، بلکہ ہمیں بھی اَخلاقیات کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اپنی گفتگو مختصر کرکے میزبان کا بوجھ ہلکا کرنا چاہیے۔ شرم وحیاء اَخلاقیات کا حصہ، ہر بھلائی کی کنجی اور دائمی خیر وبرکت کا باعث ہے، رحمتِ عالَمیان ﷺ نے

---

(۱) پ۲۲، الأحزاب: ۵۳.

فرمایا: «اَلْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ»[1] "شرم وحیاء پوری کی پوری خیر ہے"۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: حیاء یہ ہے کہ بندہ اللہ کی نعمتوں اور اپنی کوتاہیوں میں غور کرکے نادِم وشرمندہ ہو[2]۔

صحابۂ کِرام کی شرم وحیاء

میرے محترم بھائیو! حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تعلیم وتربیت یافتہ تمام صحابۂ کِرام وصحابیات رضی اللہ تعالی عنہم، اور اولیائے کاملین وصالحین، تقویٰ وپرہیزگاری اور شرم وحیاء کے پیکر ہوا کرتے، ان حضراتِ مقدّسہ کی حیاداری ضرب المثل ہے، انہی حضرات میں سے خلیفۂ سوم ۳ حضرت سیّدنا عثمانِ غنی ذوالنورَین رضی اللہ تعالی عنہ بھی ہیں، آپ شرم وحیاء کے پیکر تھے، تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اپنے صحابۂ کِرام کے اَوصاف بیان فرماتے ہوئے سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ سے متعلق فرمایا: «وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ»[3] "شرم وحیاء کے اعتبار سے عثمان سب میں زیادہ سچے ہیں"۔

عزیزانِ مَن! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالی عنہ کی شرم وحیاء کے سبب فرشتے بھی اُن سے حیاء کیا کرتے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ»[4] "میں اُس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے بھی شرماتے ہیں!"۔

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، باب بيان عدد شُعب ...إلخ، ر: ١٥٧، صـ٣٩.

(٢) انظر: "المرقاة" باب الرفق والحياء وحُسن الخلق، تحت ر: ٥٠٧٠، ٨/ ٨٠٠.

(٣) "سنن ابن ماجه" مقدّمة المؤلّف، ر: ١٥٤، صـ٣٦.

(٤) "كنز العمّال" حرف الفاء، كتابُ الفضائل، ر: ٣٢٧٩٦، ١١/ ٢٦٩.

ویلنٹائن ڈے اور درد ناک عذاب

حضراتِ ذی وقار! گزشتہ کچھ عرصہ سے ہر سال ۱۴فروری کو ویلنٹائن ڈے (Valentine Day) کے نام پر، اظہارِ محبت کے بہانے، نوجوان لڑکے لڑکیوں کا باہم تحائف دینا، یا ناجائز تعلقات قائم کرکے بے حیائی کا طوفان برپا کرنا، قابلِ مذمت اور اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ الله تعالی مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے، اور الله جانتا ہے اور تم نہیں جانتے"۔

پاکدامنی... پاکیزہ لوگوں کا عظیم خُلق وشِعار

عزیزانِ محترم! بندے کا نفسانی خواہشات، بے حیائی، بد نگاہی اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز، شرمگاہ کی حفاظت، اور اَخلاقِ حمیدہ سے مزیَّن وآراستہ ہوکر، اَحکامِ شرعیہ کی پابندی کرنا، پاکدامنی کہلاتا ہے۔ پاکدامنی سلیم الفطرت وپاکیزہ لوگوں کا ایسا عظیم خُلق وشِعار ہے، جو نفسانی خواہشات کو تکمیل کی آرزوئے بد سے انسان کو بچاتا ہے۔ اس بہترین خصلت کے سبب انسان اپنے آپ کو حرام کاموں، ذِلّت ورُسوائی، نفسانی وشیطانی کاموں سے محفوظ رکھتا ہے۔

بے حیائی سے بچنے کا حکم

حضراتِ ذی وقار! شیطان لوگوں کو ہمیشہ بے حیائی اور بدکاری کی دعوت دیتا ہے، اور بُرے کاموں کو اس حسین انداز سے پیش کرتا ہے، کہ ان کے بُرے نتائج

---

(۱) پ۱۸، النور: ۱۹.

نگاہوں سے اوجھل ہو کر رہ جاتے ہیں، انسان یہی سمجھنے لگتا ہے کہ ساری مسرّتیں، عزّتیں، انہی بُرے کاموں میں سمٹ کر رہ گئی ہیں۔ بے حیائی سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ ۚ وَمَنْ يَتَّبِعْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ فَإِنَّهُ يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ﴾[1] "اے ایمان والو! شیطان کے قدموں پر مت چلو، اور جو شیطان کے قدموں پر چلے، تو وہ بے حیائی اور بُری ہی بات بتائے گا"۔

بدکاری و بے حیائی کی کوئی گنجائش نہیں

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! سرکار کائنات ﷺ نے جو مُعاشرہ قائم کیا، اس کی بنیادی تعلیمات میں حیاء کا بہت عمل دخل ہے، لیکن اگر کوئی شخص ساری شرعی حدود پھلانگ کر بے حیائی کی دَلدَل میں گرے، اعلانیہ گناہ کا ارتکاب کرے، اور سمجھانے کے باوُجود باز نہ آئے، تو اُسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے، سرورِ دو عالَم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ»[2] "جب تم بے حیاء ہو جاؤ تو جو جی چاہے کرو!"۔ لہذا آقائے کائنات ﷺ کے وفا دار اُمتیوں نے کبھی حیاء کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ مگر اب لگتا ہے کہ لوگ حیاء کو بھاری بوجھ سمجھ کر زیادہ دیر تک اٹھانے کے لیے تیار نہیں، یعنی ایسے لوگ اب شرم وحیاء نہیں کریں گے، بلکہ جو ان کا دل چاہے گا وہی کریں گے، حالانکہ تعلیمات اسلامیہ آپ نے ملاحظہ کیں، کہ ہمارا دین کس قدر شرم وحیاء اور پاکدامنی کی تلقین کرتا ہے! لہذا ہمیں غیر اسلامی اور فُضول رسم ورَواج کو چھوڑ کر، اللہ ورسول کی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے، کہ اسی میں دنیا وآخرت کی ساری بھلائیاں پنہاں ہیں۔

---

(١) پ١٨، النور: ٢١.

(٢) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦١٢٠، صـ١٠٦٧.

دعا

اے اللہ ! ہمارے قَول وعمل میں شرم وحیاء نصیب فرما، بے حیائی وبے شرمی سے محفوظ فرما، اور فضول رسم ورَواج سے بچنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

سیرتِ سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ

(جمعۃ المبارک ۱۶ جُمادی الآخرۃ ۱۴۴۰ھ - ۲۲/۰۲/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّٰهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

سیّدنا صدیق اکبر کا مختصر تعارُف

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام عبد اللہ، لقب صدیق اور عتیق ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام ابو قُحافہ عثمان، اور والدہ کا نام ام الخیر سلمٰی ہے۔ آپ کا سلسلۂ نسَب ساتویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسَب شریف سے مل جاتا ہے۔ سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تقریباً ۲ سال چھوٹے ہیں، آپ نے مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی قوم میں معزّز تھے، قبلِ اسلام بھی آپ نے کبھی شراب نہیں پی، اسلام قبول کرنے کے بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام غزوات میں شریک رہے، آپ ہجرت کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رفیقِ سفر اور یارِ غار بھی رہے[1]۔

(١) "تاريخ الخلفاء" الخليفة الأوّل: أبو بكر الصدّيق، صـ٢٦، ملخّصاً.

یارِ غار صدیق اکبر کا مقام و مرتبہ

حضرت سیّدُنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت جلیل القدر صحابیٔ رسول تھے، آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے مقام و مرتبہ کا اندازہ اس بات سے لگا لیجیے، کہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی شانِ اقدس میں بعض قرآنی آیات بھی نازل ہوئی، مکّہ مکرّمہ سے ہجرت کے وقت رحمتِ عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ دورانِ سفر غارِ ثور میں بھی رہے، اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ﴿ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾[1] "صرف دو ۲ جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب اپنے دوست سے فرماتے تھے: غم نہ کرو، یقیناً اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے!"۔ یعنی مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم حضرت سیّدنا ابوبکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو تسلّی دے رہے تھے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت اس آیت سے ثابت ہے[2]۔ لہذا جو شخص حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی صحابیت کا انکار کرے وہ اس آیتِ قرآنی کا منکِر ہو کر کافِر ہوا[3]۔

جہنم سے آزادی کا پروانہ

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وہ خوش نصیب صحابیٔ رسول ہیں، جنہیں دنیا ہی میں جہنم سے آزادی کا پروانہ عطا کیا گیا، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے، تو

---

(۱) پ ۱۰، التوبة: ٤٠.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۰، التوبۃ، زیرِ آیت: ۴۰، صـ۳۵۸۔

(۳) انظر: "ردّ المحتار" كتاب الصّلاة، باب الإمامة، ٣/ ٥٣٤.

سرورِ کونین ﷺ نے ان سے فرمایا: «أَنْتَ عَتِيقُ الله مِنَ النَّارِ!»[1] فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقاً. "تم اللہ تعالی کی طرف سے آگ سے آزاد شدہ ہو!" (راوی کہتے ہیں کہ) اس دن سے آپ کا نام "عتیق" پڑ گیا۔

جنّت میں سب سے پہلے داخل ہونے کا شرف

حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت میں سے وہ پہلے شخص ہوں گے جو جنّت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخَذَ بِيَدِي، فَأَرَانِي بَابَ الْجَنَّةِ، الَّذِي تَدْخُلُ مِنْهُ أُمَّتِي» فَقَالَ أبو بَكْرٍ: يَا رَسُولَ الله! وَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ، فَقَالَ رَسُولُ الله ﷺ: «أَمَا إِنَّكَ يَا أَبَا بَكْرٍ! أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي»[2] "میرے پاس جبریل امین آئے، میرا ہاتھ پکڑا، پھر مجھے جنّت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری اُمّت داخل ہوگی" سیّدنا ابوبکر نے عرض کی کہ یارسولَ اللہ! کاش کہ میں بھی آپ کے

(١) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، باب [تسمية عتيقاً] ر: ٣٦٧٩، صـ٨٣٧. [قال أبو عيسى:] "وروى بعضُهم هذا الحديثَ عن مَعِن، وقال عن موسى بن طلحة عن عائشة". و"مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، ذكر مناقب محمّد بن طلحة بن عبيد الله السجاد، ر: ٥٦١١، ٦/ ٢٠٦٠. [قال الحاكم:] "صحيحٌ على شرط مسلم ولم يخرجاه". [وقال الذَهبي:] "على شرط مسلم".

(٢) "فضائل الصحابة" للإمام أحمد، وهذه الأحاديثُ من حديث أبي بكر بن مالك عن شُيوخه، ر: ٢٥٨، ١/ ٢٢١. و"سنن أبي داود" كتاب السُنّة، باب في الخلفاء، ر: ٤٦٥٢، صـ٦٥٨. و"مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، أبو بكر بن أبي قُحافة، ر: ٤٤٤٤، ٥/ ١٦٧٨. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحٌ على شرط الشيخَين ولم يخرجاه". [وقال الذَهبي:] "على شرط البخاري ومسلم".

ساتھ ہوتا؛ تاکہ اس دروازے کو دیکھتا! رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: "اے ابو بکر! تم وہ ہو جو میری اُمّت میں سب سے پہلے جنّت میں جاؤ گے!"۔

سیّدُنا بلال حبشی کو غلامی سے نَجات دلانا

اسلام قبول کرنے کے باعث حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ پر کفّار کے ظلم وستم دیکھ کر حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ بہت دُکھی ہو جاتے تھے، چنانچہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت سیّدنا بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو بہت بھاری قیمت پر خرید کر آزاد کیا، تو کفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ابو بکر نے ایسا کیوں کیا؟ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہو گا، جو انہوں نے اتنی گراں قیمت دے کر خریدا اور آزاد کیا، اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی: ﴿ وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ﴾[1] "کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے "یعنی حضرت سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یہ کام محض اللہ تعالی کی رضا کے لیے ہے، کسی کے احسان کا بدلہ نہیں، اور نہ ان پر حضرت سیّدنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا کوئی احسان ہے، لہذا ہمیں بھی کسی پر احسان کے بدلے میں نہیں، بلکہ ہر نیک کام صرف اللہ تعالی کی رضا و خوشنودی کے لیے انجام دینا چاہیے۔

لقب "صدیق" کا سبب

سیّدنا ابو بکر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے لقب "صدیق" کا سبب بیان کرتے ہوئے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا نے فرمایا: «لَـمَّا أُسْرِيَ بِالنَّبِيِّ ﷺ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى، أَصْبَحَ يَتَحَدَّثُ النَّاسُ بِذَلِكَ فَارْتَدَّ نَاسٌ، فَمَنْ كَانَ آمَنُوا بِهِ وَصَدَّقُوهُ، وَسَمِعُوا بِذَلِكَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَقَالُوا: هَلْ لَكَ إِلَى صَاحِبِكَ

(۱) پ ۳۰، اللیل: ۱۹.

يَزْعُمُ أَنَّهُ أُسْرِيَ بِهِ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ المَقْدِسِ؟ قَالَ: أَوَ قَالَ ذَلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: لَئِنْ كَانَ قَالَ ذَلِكَ لَقَدْ صَدَقَ! قَالُوا: أَوَ تُصَدِّقُهُ أَنَّهُ ذَهَبَ اللَّيْلَةَ إِلَى بَيْتِ المَقْدِسِ، وَجَاءَ قَبْلَ أَنْ يُصْبِحَ؟ قَالَ: نَعَمْ، إِنِّي لَأُصَدِّقُهُ فِيمَا هُوَ أَبْعَدُ مِنْ ذَلِكَ، أُصَدِّقُهُ بِخَبَرِ السَّمَاءِ فِي غَدْوَةٍ أَوْ رَوْحَةٍ!»[1].

"جب نبیٔ رحمت ﷺ کو سفرِ معراج میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لایا گیا، اور آپ ﷺ نے صبح لوگوں کے سامنے، جب اس واقعہ کو بیان فرمایا، تو لوگوں نے اس بارے میں چہ مگوئیاں شروع کردیں، کچھ لوگ اس واقعہ کے انکاری ہوکر مرتد ہوگئے، اور ایمان والوں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر دوڑتے ہوئے حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے، کہ آپ اپنے دوست (محمد) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ جو وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے راتوں رات، مسجد حرام سے جاکر مسجد اقصیٰ کی سیر کی! آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا حضور ﷺ نے واقعی ایسا فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا: جی ہاں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضور اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے!۔ لوگوں نے کہا کہ کیا آپ اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ رات بیت المقدس گئے، اور صبح ہونے سے پہلے واپس بھی آگئے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہاں! میں تو اُن کی آسمانی خبروں کی بھی صبح وشام تصدیق کرتا ہوں، جو اس بات سے بھی زیادہ حیران کُن اور تعجب خیز ہے!"۔

ہم اہلِ ایمان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی نے رات کے ایک قلیل حصہ میں، اپنے حبیب کریم ﷺ کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی تک کی سیر کرائی، پھر

---

(١) "مستدرَك الحاكم" كتاب معرفة الصحابة، أبو بكرٍ بن أبي قُحافة، ر: ٤٤٠٧، ٥/ ١٦٦٥. [قال الحاكم:] "هذا حديثٌ صحيحُ الإسناد ولم يخرجاه". [وقال الذهبي:] "صحيحٌ".

وہاں سے آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر کو لے گیا، آپ ﷺ کو عرش وکرسی دکھایا، اور پھر خود اپنی ملاقات کا شرفِ عظیم بھی بخشا، والحمد للہ!۔

اسلام کے سب سے پہلے خلیفہ

سیّدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شخصیت ہیں، جنہیں سرکارِ اَبد قرار ﷺ نے فرضیتِ حج کے بعد، پہلے ہی سال میں امیر الحجاج مقرّر فرمایا، اور انہیں اپنے سامنے مرض الوفات میں اپنی جگہ نماز کے لیے امام مقرّر فرمایا۔ حضرت سیّدنا مولا علی -کرّم اللہ تعالی وجہہ الکریم- کا ارشاد ہے: «لَـمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ ﷺ نَظَرْنَا فِي أَمْرِنَا، فَوَجَدْنَا النَّبِيَّ ﷺ قَدْ قَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فِي الصَّلاَةِ، فَرَضِينَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَ رَسُولُ الله ﷺ لِدِينِنَا، فَقَدَّمْنَا أَبَا بَكْرٍ»[1] "نبئ رحمت ﷺ کے وصال کے بعد جب ہم نے غور کیا، (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ جب نماز کے مُعاملہ میں نبئ کریم ﷺ نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقدّم فرمایا، اور ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا، تو ہم دنیاوی مُعاملات میں بھی ان پر راضی ہو گئے، یعنی ہم نے سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر کے انہیں خلیفہ مقرر کر دیا"۔ اس سے پتا چلا کہ سب سے پہلے خلیفہ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، اور یہی ہم اہلِ اسلام کا نظریہ ہے۔

بحیثیتِ امیر المؤمنین سیّدنا صدیقِ اکبر کا وظیفہ

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعتِ خلافت کے دوسرے روز کچھ چادریں لے کر بازار جا رہے تھے، حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت کیا: «أين تريدُ؟»

---

(١) "الطبقات الكبرى" الطبقة الأولى، ومِن بني تيم بن مرّة بن كعب، ر:٤٦- أبو بكر الصديق، ٢/ ١٧٠.

"آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟" فرمایا: «إلى السُوقِ» "(بغرض تجارت) بازار جارہا ہوں" حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: «تصنعُ ماذا وقد وُلّيتَ أمرَ المسلمينَ؟!» "آپ یہ کیا کررہے ہیں؟ اب آپ مسلمانوں کے امیر ہیں!" یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: «فمِن أين أُطعِم عِيالي؟» "(اگر میں یہ کام چھوڑدوں) تو پھر میرے اہل وعِیال کہاں سے کھائیں گے؟" حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: «انطلقْ، يفرض لك أبو عبيدةَ» "آپ واپس چلیے، اب آپ کے اخراجات ابوعبَیدہ طے کریں گے" پھر یہ دونوں حضرات سیّدنا ابوعبَیدہ بن جرّاح رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس تشریف لائے، اور حضرت سیّدنا ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: «أفرض لك قُوتَ رجلٍ من المهاجرينَ، ليس بأفضلِهم ولا أوكسِهم، وكسوةَ الشتاءِ والصيفِ إذا أخلقت شيئاً رددته وأخذت غيرَه» "میں آپ کے اور اہل وعِیال کے واسطے ایک اَوسط درجے کے مہاجر کی خوراک کا اندازہ کرکے روزینہ، اور موسم گرما وسرما کا لباس مقرّر کرتا ہوں، لیکن اس طرح کہ جب وہ قابلِ استعمال نہ رہے، تو واپس لے کر اس کے عوض نیا دے دیا جائے" چنانچہ آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے آدھی بکری کا گوشت، لباس اور روٹی مقرّر کردی[1]۔

اس واقعہ میں ہر جگہ اور ہر دَور کے حکمرانوں کے لیے یہ اہم نصیحت ہے، کہ وہ بیت المال میں سے اتنی تنخواہ لیں، جتنی ایک اوسط درجہ کے ملازم کی اجرت ہوتی ہے، یعنی شاہ خرچی سے بچ کر ملک وقوم کی حقیقی خدمت انجام دیں، تب ان کی رِعایا انہیں خیر وبرکت کی دعائیں دے گی، جس سے ان کی دنیا اور آخرت سنوَر جائے گی۔

(١) "تاريخ الخلفاء" الخلفاء الراشدون، صـ٦٣، ملخصاً.

سیّدنا صدیقِ اکبر کی اہلِ بیت کرام سے محبت

عموماً انسان جس سے محبت کرتا ہے، اس سے نسبت رکھنے والی ہر چیز سے محبت کرنے لگتا ہے، سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: «وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَقَرَابَةُ رَسُولِ الله ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي»[1] "اس پروردگار کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قرابتداری مجھے اپنے اَقرِباء سے زیادہ محبوب ہے"۔ یقیناً جس طرح تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت ایمان کا حصہ اور اس کا کمال، بلکہ حقیقتِ ایمان ہے، سرکار کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر چیز، بالخصوص اہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ تعالٰی عنہم سے محبت بھی ایمان کا تقاضا ہے!۔

انبیاء ومُرسلین کے بعد سب سے افضل شخصیت

میرے محترم بھائیو! ہم اہلِ سنّت وجماعت کا نظریہ ہے، کہ انبیاء ومُرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام لوگوں میں سب سے افضل، حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں[2]۔

وصال شریف کی پیشگی خبر

اُم المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، کہ سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے (آخری ایام میں) جب مرض میں اضافہ ہوا، تو انہوں نے پوچھا: «أَيُّ يَوْمٍ هَذَا؟» "آج کونسا دن ہے؟" ہم نے عرض کی: پیر کا دن ہے، فرمایا: «فَأَيُّ يَوْمٍ

---

(۱) "صحيح البخاري" باب مناقب قرابة ...إلخ، ر: ۳۷۱۲، صـ٦٢٦.

(۲) "المُسايَرة" مع شرحه "المُسامَرة" صـ۳۱۳.

قُبِضَ فِيهِ رَسُولُ الله ﷺ؟» "رسول اللہ ﷺ نے کس دن وصال فرمایا؟" سیّدہ عائشہ نے عرض کی: پیر کے دن رِحلت فرمائی، تو فرمایا: «فَإِنِّي أَرْجُو مَا بَيْنِي وَبَيْنَ اللَّيْلِ»[١] "مجھے امید ہے کہ میں آج دن یا رات کو کسی وقت فَوت ہو جاؤں گا!"۔

سیّدنا صدیقِ اکبر کی وصیت وتدفین

حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرض وفات میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا: «إِذَا مِتُّ وَفَرَغْتُمْ مِنْ جَهَازِي، فَاحْمِلُونِي حَتَّى تَقِفُوا بِبَابِ الْبَيْتِ الَّذِي فِيهِ قَبْرُ النَّبِيِّ ﷺ، فَقِفُوا بِالْبَابِ وَقُولُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ الله! هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ! فَإِنْ أُذِنَ لَكُمْ وَفُتِحَ الْبَابُ -وَكَانَ البَابُ مُغلَقاً- فَأَدْخِلُونِي فَادْفِنُونِي، وَإِنْ لَمْ يُؤْذَنْ لَكُمْ فَأَخْرِجُونِي إِلَى الْبَقِيعِ وَادْفِنُونِي» "جب میں انتقال کرجاؤں اور تم میرے غسل وکفن سے فارغ ہو جاؤ، تو میرا جنازہ اُٹھا کر نبئ کریم ﷺ کے روضۂ مبارکہ کے دروازہ کے سامنے رکھ دینا، اور عرض کرنا: اے اللہ کے رسول آپ پر سلامتی ہو! یہ ابو بکر اجازت چاہتا ہے! اگر اجازت مل جائے اور دروازہ کھل جائے (کیونکہ وہ دروازہ بند رہتا تھا) تو مجھے وہاں لے جاکر دفنا دینا، اور اگر اجازت نہ ملے تو اُٹھا کر بقیع میں دفن کر دینا"۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا، اور درِ نبی پر پہنچ کر یہ گزارش کی، تو دروازے کا تالا گرا اور دروازہ کھل گیا، اور روضہ پاک کے اندرونی جانب سے یہ سنا گیا، کہ محبوب کو محبوب سے ملادو؛ کہ حبیب اپنے حبیب کی ملاقات کا مشتاق ہے[٢]۔

---

(١) "مسند الإمام أحمد" مسند السيِّدة عائشة رضي الله تعالى عنها، ر: ٢٤٢٤١، ٩/ ٢٩٧.

(٢) "الشريعة" للآجُرّي، باب ذكر دفن أبي بكر ...إلخ، ر: ١٨٦١، ٥/ ٢٣٨٢.

۱۳سنِ ہجری ۲۲ جُمادَی الآخرہ کو آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا وصال ہوا، لہٰذا اس دن آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا یوم، عقیدت و احترام سے منایا جاتا ہے۔

دعا

اے اللہ! ہمیں صحابہٴ کرام کے مقام و مرتبہ کو پہچاننے اور اُن کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرما، سیّدنا صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی سچی محبت، اور ان کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کا جذبہ عنایت فرما، ان پاکیزہ نُفوس کی بے ادبی سے بچا، اور ہماری بخشش و مغفرت فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ تعالی علیہ

(جمعۃ المبارک ۱رجب المرجب ۱۴۴۰ھ - ۰۸/۰۳/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

ولادتِ باسعادت

برادرانِ اسلام! جس طرح مختلف ایام اور مہینوں کو اللہ تعالی کے پیاروں سے نسبت ہے، اسی طرح ماہِ رجب المرجب کو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ سے بھی نسبت حاصل ہے، آپ ہندوستان میں سلطانِ اولیاء، اور سلسلۂ چشتیہ کے اکابر میں سے ہیں۔ آپ کی ولادت ۵۳۶ھ مطابق ۱۱۴۱ء بتائی جاتی ہے[1]۔

والدِ محترم کا وصال اور ذریعۂ مُعاش

جب حضرت سیّدنا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالی علیہ پندرہ ۱۵ سال کی عمر کو پہنچے، تو آپ کے والدِ گرامی کا وصالِ پُرملال ہوا۔ وراثت میں آپ کو ایک باغ اور ایک پَن چکی ملی، آپ رحمہ اللہ نے اسی کو ذریعہ مُعاش بنالیا، خود ہی اس باغ کی نگہبانی

---

(۱) "اردو دائرہ معارف اسلامیہ" ۷/۶۴۵، ۶۴۶، ملتقطاً۔

کرتے، اور درختوں کی آبیاری فرماتے[۱]۔

ایک ولی اللہ کے جُوٹھے کی برکت

حضرت سیّدنا خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک روز حسبِ معمول اپنے باغ میں پَودوں کو پانی دے رہے تھے، کہ ایک مجذوب بزرگ حضرتِ سیّدنا ابراہیم علیہ الرحمۃ باغ میں تشریف لائے۔ جونہی حضرت سیّدنا خواجہ معین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی نظر اللہ کے اس مقبول بندے پر پڑی، فوراً دَوڑے، سلام کرکے دست بوسی کی اور نہایت ادب واحترام کے ساتھ درخت کے سائے میں بٹھایا، پھر ان کی خدمت میں انتہائی عاجزی کے ساتھ تازہ انگوروں کا خوشہ پیش کیا اور دوزانو بیٹھ گئے، اللہ کے ولی کو اس نَوجوان باغبان کا انداز پسند آیا، خوش ہوکر تل یا سرسوں کے پھوک کا ایک ٹکڑا چَبا کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے منہ میں ڈال دیا، کھلی کا ٹکڑا جونہی حلق سے نیچے اُترا، آپ علیہ الرحمۃ کے دل کی کیفیت یکدم بدل گئی، اور دل دنیا کی محبت سے اُچاٹ ہوگیا۔ پھر آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے باغ، پَن چکی اور سارا ساز وسامان بیچ کر اس کی قیمت فقراء ومساکین میں تقسیم فرمادی، اور حُصولِ علمِ دین کی خاطر راہِ خدا کے مسافر بن گئے[۲]۔

اس سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ جب ہم کسی مجلس میں ہوں اور ہمارے بزرگ، اساتذہ، ماں باپ، یا پیر ومُرشد آجائیں، تو ہمیں ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جانا چاہیے، انہیں عزّت واحترام کے ساتھ بٹھانا چاہیے۔ یاد رکھیے! ادب ایک ایسی شَے ہے جس کے ذریعے انسان دنیا وآخرت کی بے شمار نعمتیں حاصل کرلیتا ہے، شاید اسی لیے

---

(۱) "مرآۃ الاسرار" (مترجم) حضرت خواجہ معین الدین چشتی، عالی مقام، صـ۳۸، ملخصًا۔

(۲) ایضًا، صـ۳۹۔

کہا جاتا ہے کہ "**بادب بانصیب**"۔ یقیناً ادب انسان کو دوسروں سے ممتاز بناتا ہے، جس طرح ریت کے ذرّوں میں موتی اپنی چمک اور اہمیت نہیں کھوتا، اسی طرح باادب شخص بھی عام لوگوں میں اپنی شناخت کو قائم ودائم رکھتا ہے، لہٰذا ہم پر بھی اپنے بڑوں کا اَدب واحترام لازم ہے۔

بیعت وصحبتِ مرشد

مختلف اساتذۂ کرام سے علومِ ظاہری کے حصول، اور اس کی تکمیل کے بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے علومِ باطنی کا ارادہ فرمایا، چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ اس سلسلہ میں مرشِد کی تلاش میں نکلے، اور خواجہ عثمان ہرَونی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے اپنی بیعت کے واقعہ کو خود اس طرح بیان کیا ہے کہ "(ایسی صحبت جس میں) بڑے بڑے مشائخ جمع تھے، میں ادب سے حاضر ہوا، حضرت مرشد نے فرمایا کہ دو ۲ رکعت نماز ادا کرو! میں نے فوراً حکم کی تعمیل کی، فرمایا کہ رُو بہ قبلہ بیٹھو! میں ادب سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا، پھر ارشاد ہوا کہ سورۂ بقرہ پڑھو! میں نے پوری سورت پڑھی، تب فرمایا: اکیس ۲۱ بار "سبحان اللہ" کہو! میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی، اس کے بعد حضرت مرشد قبلہ کھڑے ہوئے، اور میرا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں لیا، آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا اور فرمایا: میں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا، ان اُمور کے بعد حضرت مرشد قبلہ نے ایک خاص وضع کی تُرکی ٹوپی جو کُلاہِ چار ترکی کہلاتی ہے، میرے سر پر رکھی، اپنی خاص کملی مجھے اوڑھائی اور فرمایا کہ ہمارے مشائخ کے طبقات میں بس ایک شب وروز کا مجاہدہ ہے، لہٰذا جاؤ اور کامل ایک شب وروز کا مجاہدہ کرو! اس حکم کے مطابق میں نے پورا دن اور رات عبادتِ الٰہی میں بسر کی، دوسرے دن حاضر ہوا تو

ارشاد ہوا کہ بیٹھ جاؤ! میں بیٹھ گیا، اب ارشاد ہوا: ہزار بار سورۂ اِخلاص پڑھو! میں اسے بھی پڑھ چکا، تو پھر ارشاد ہوا کہ اوپر دیکھو! میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دریافت فرمایا: کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کی: عرشِ معلّٰی تک، تب ارشاد ہوا: نیچے دیکھو! میں نے آنکھیں زمین کی طرف پھیریں، تو پھر وہی سوال کیا کہ کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کی: تحت الثَّریٰ تک! اب فرمایا: آنکھیں بند کرو! میں نے بند کرلیں، ارشاد فرمایا: اب کھول دو! میں نے کھول دیں، تب حضرت نے اپنی دونوں انگلیاں میری نظر کے سامنے کیں، اور پوچھا: کیا دیکھتا ہے؟ عرض کی: اٹھارہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں، جب میری زبان سے یہ کلمہ سنا، تو ارشاد فرمایا: بس تیرا کام پورا ہو گیا! پھر ایک اینٹ کی طرف دیکھ کر فرمایا: اسے اٹھاؤ! میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے سے کچھ دینار نکلے، فرمایا: انہیں لے جاکر درویشوں میں خیرات کردو! چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا"[1]۔

میرے محترم بھائیو! اس واقعہ سے پتا چلا کہ اللہ والے اللہ سے ملا دیتے ہیں، اور اپنے مریدوں کو باطنی طور پر باکمال بنانے کے ساتھ، حرص ولالچ سے دُور، اور مال ومتاع کو غریبوں میں صدقہ وخیرات کرنے کی تعلیم دے کر، غریب نواز بنا دیتے ہیں۔

دین کا معین ومددگار

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ تعالیٰ مدینۂ منوّرہ میں دوجہاں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مزارِ پاک کی زیارت سے مشرّف ہوئے، تو یہاں آپ اپنے شب وروز عبادت ورِیاضت، ذکرِ الٰہی اور درود وسلام میں بسر کرتے، ایک دن بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کو ہندوستان کی ولایت وقطبیت کی بشارت اس طرح حاصل ہوئی کہ

(۱) دیکھیے: "انیس الاَرواح" صـ۱۱، ۱۲، ملتقطاً۔

آپ نے ایک غیبی آواز سنی: "اے معین الدین! تو میرے دین کا معین ہے، میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی، وہاں کفر کی ظلمت پھیلی ہوئی ہے، تم اجمیر جاؤ! تمہارے وُجود سے کفر کا اندھیرا دُور ہو گا، اور اسلام کا نور ہر سُو پھیلے گا"[1]۔

داتا صاحب کے مزار پر خواجہ صاحب کی حاضری

اجمیر شریف پہنچنے سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے سفر میں حضرت داتا گنج بخش سیّد علی ہجویری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار اقدس پر نہ صرف حاضری دی، بلکہ مُراقبہ بھی کیا، اور حضرت سیِّدنا داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ سے خصوصی فیض حاصل کیا[2]۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اجمیر شریف آمد کے بعد آپ کے اَخلاق و کردار، نگاہِ ولایت اور خدمتِ دین سے متاثر ہو کر لاکھوں لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

خواجہ صاحب کی کرامات

حضراتِ گرامی قدر! اللہ تعالیٰ مخلوق کی رُشد و ہدایت کے لیے اپنے ولیوں کو بھی بھیجتا ہے، اور ان سے ایسے کام ظاہر فرماتا ہے، جو عام لوگ نہیں کر سکتے، ان خاص کاموں کو کرامات کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامات کے ذریعے بھی غیر مسلموں کو دینِ اسلام کی دَولت سے سرفراز فرمایا، آپ کی کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "ایک دن ایک سخت دل کافر خنجر بغل میں چھپا کر، خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو قتل کرنے کے اِرادے سے آیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اُس کے تیور بھانپ لیے، اور مُؤمنانہ فراست سے اُس کا اِرادہ معلوم کر لیا، جب وہ قریب آیا تو آپ

(۱) "سیر الاَقطاب" در ذکر سلطان المشایخ، ص۷۷، ۷۸۔

(۲) "مرآۃ الاَسرار" حضرت خواجہ معین الدین چشتی، مجاہدات، ص۴۲۔

نے اُس سے فرمایا: "خنجر کیوں نہیں چلاتے؟ میری گردن حاضر ہے!" یہ سن کر اُس کے جسم پر لَرزہ طاری ہوگیا، خنجر نکال کر ایک طرف پھینک دیا اور خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قدموں میں گِر پڑا، سچے دل سے تَوبہ کی اور مسلمان ہوگیا"[1]۔

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پتھورارائے (پرتھوی راج) کے دَورِ حکومت میں اجمیر تشریف لائے، اور عبادتِ الٰہی میں مشغول ہوگئے، پتھورارائے اس زمانہ میں اجمیر میں ہی مقیم تھا، ایک روز اس نے آپ علیہ الرحمۃ کے ایک مرید کو کسی وجہ سے ستایا، آپ نے اسے پیغام بھیجا کہ اسے مت ستاؤ! لیکن اُس کا سَر غرور وتکبُر سے بھرا ہوا تھا، وہ باز نہ آیا اور اس مرید کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہے، تو آپ نے فرمایا: "پتھورا را زندہ گرفتہ بدستِ لشکرِ اسلام دادم" یعنی "پتھورا کو زندہ گرفتار کرکے میں نے لشکرِ اسلام کے ہاتھ میں دے دیا" انہی ایام میں شِہاب الدین غَوری لشکر لے کر غزنی سے ہندوستان پر حملہ آوَر ہوئے، پتھورا نے مقابلہ کیا لیکن اللہ کے حکم سے زندہ گرفتار ہوگیا[2]۔

خواجہ صاحب کے ارشاداتِ گرامی

حضراتِ گرامی قدر! خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرتِ طیّبہ کی طرح، آپ علیہ الرحمۃ کے ارشادات بھی رُشد وہدایت کی درسگاہ ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ (۱) "یہ تین ۳ خوبیاں جس میں ہوں اللہ تعالی اسے دوست رکھتا ہے: ایک دریا جیسی سخاوَت (کہ سب کو نواز دے)، دوسری آفتاب کی طرح شفَقت (کہ سب پر مہربانی کرے)، تیسری زمین کی مانند تواضُع (کہ ہر ایک کے لیے عاجزی وانکساری کرتے ہوئے بچھ جائے)"۔

(۱) ایضاً، ص۴۳۔
(۲) ایضاً، ص۴۴۔

(۲) "نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر، اور برے لوگوں کی صحبت بدی کرنے سے بدتر ہے"[۱]۔

(۳) "بدبختی کی علامت یہ ہے کہ کوئی شخص گناہ کرتا رہے، پھر اس کے باوُجود اللہ کی بارگاہ میں خود کو مقبول سمجھے"[۲]۔

(۴) "کونسی چیز ہے جو اللہ تعالی کی قدرت میں نہیں؟ مؤمن کو چاہیے کہ اَحکامِ الٰہی بجالانے میں کمی نہ کرے، پھر جو کچھ چاہے گا مل جائے گا"[۳]۔

انوکھا خزانہ

حضرت سیّدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے آستانۂ مُبارکہ پر روزانہ اس قدر لنگر کا اہتمام ہوتا، کہ شہر بھر سے غرباء و مَساکین آتے اور سیر ہو کر کھاتے، خادِم جب اخراجات کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی بارگاہ میں دست بستہ عرض کرتا، تو آپ مُصلّٰی کا کنارہ اُٹھادیتے، جس کے نیچے اللہ تعالی کی رحمت سے خزانہ ہی خزانہ نظر آتا، چنانچہ خادِم آپ علیہ الرحمۃ کے حکم سے حسبِ ضرورت لے لیتا[۴] اور یوں کھانا کھلانے کا سلسلہ جاری رہتا۔

یقیناً جو شخص ضرورتمندوں کی حاجت رَوائی کرتا ہے، اللہ تعالی اپنے خزانۂ غیب سے اسے اسباب و روزی مہیا کرتا رہتا ہے، جس سے وہ مخلوقِ خدا کی خدمت اور ان پر تصدُق کرتا رہتا ہے۔

---

(۱) "اَخبار الاَخیار" طبقہ اوّل در ذکر خواجہ بزرگ معین الحق والملۃ والدین... الخ، ص۲۳۔
(۲) ایضًا، ص۲۴۔
(۳) "دلیل العارفین" معین الملۃ والدین حَسن سنجری، مجلس ششم، ص۳۱۔
(۴) "اِقتباس الاَنوار" حضرت غریب نواز کا لنگر، ص۳۷۶، ۳۷۷، ملخصًا۔

وصالِ پُرملال کی پیشگی خبر

برادرانِ اسلام! حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے آخری ایام کی ایک مجلس میں، جہاں اللہ والوں کا مجمع تھا، ارشاد فرمایا: "اس سرزمین (اجمیر) میں مجھے جو پہنچایا گیا ہے، تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہیں میری قبر بنے گی، چند روز اور باقی ہیں پھر سفر درپیش ہے"[۱]۔ یہ ان علومِ غَیبیہ میں سے ایک خبر ہے جو اللہ عالم الغیب اپنے نبیٔ غیب دان کے وسیلہ سے، اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کو عطا فرماتا ہے، اور ہم اہلِ سنّت کا یہی عقیدہ و نظریہ ہے کہ اللہ تعالی جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع فرماتا ہے!۔

خواجہ صاحب کا وصال

حضراتِ ذی وقار! حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی ایمان و عرفان کی برکتیں لُٹاتے ہوئے ٦ رجب المرجب ٦٣٣ سنِ ہجری کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے[۲]۔

وصال کے بعد آپ کی نورانی پیشانی پر یہ نقش ظاہر ہوا: حَبِیْبُ اللهِ مَاتَ فِيْ حُبِّ اللهِ[۳] یعنی اللہ تعالی کا حبیب اللہ کی محبت میں انتقال کر گیا۔ آپ علیہ الرحمۃ کا مزار شریف ہندوستان کے شہر اجمیر شریف میں واقع ہے۔

مزار فائض الانوار سے خاص لُطف و کرم اور فُیوض و برکات

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ تعالی کے وصال کے بعد بھی آپ رحمۃ اللہ تعالی کا فیض جاری وساری ہے، چنانچہ شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی نے حضرت میر ابوالعلی قدس سرّہٗ کے ذکر مبارک میں لکھا کہ یہ "حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرّہٗ کے مزارِ فائض

---

(۱) "دلیل العارفین" بارہویں مجلس، ص۶۸۔
(۲) "اَخبار الاَخیار" طبقہ اوّل در ذکر خواجہ بزرگ معین الحق والملۃ والدین... الخ، ص۲۳۔
(۳) ایضًا۔

الانوار کی طرف متوجہ ہوئے، اس بارگاہ سے خاص لُطف وکرم پایا، اور فُیوض حاصل کیے "[۱]۔ مزاراتِ اولیاء سے فُیوض وبرکات حاصل کرنا ہمارے بزرگانِ دین کا معمول ہے، لہذا ہمیں بھی چاہیے کہ اولیائے کرام کے مزارات پر باادب حاضر ہوکر، ان سے خوب فیض وبرکت حاصل کریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی سیرتِ طیّبہ اور ان کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرما، اپنے اولیاء سے سچی محبت کرتے رہنے کی سعادت نصیب فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "اَنفاس العارفین" ذکر خلیفۂ ابوالقاسم اکبر آبادی، ص۲۰۔

تصلُّب فی الدِین اور اس کے نتائج وفوائد

(جمعۃ المبارک ۷ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ - ۱۵/۰۳/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

تصلُب کسے کہتے ہیں؟

برادرانِ اسلام! تصلُّب عربی زبان کا لفظ اور "صُلب" سے مشتق ہے، صلب پیٹھ کی ہڈی یا سخت چیز کو کہتے ہیں[1]، ہڈی چونکہ ایک سخت چیز ہے، لہٰذا تصلُب کے معنی اسی مناسبت سے سختی، شدّت، مضبوطی اور استحکام کے ہیں، اور تصلُب فی الدین: ایمان پر استقامت اور اسلام کی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا نام ہے۔

ایمان پر استقامت

عزیزانِ محترم! تصلُب فی الدین اَوصاف حمیدہ میں سے ہے، یہ وہ عظیم وصف ہے، جو مرد مؤمن کو بہت سے درَجات ومَناصب جلیلہ سے معراجِ کمال یعنی اللہ ورسول کی محبوبیت تک پہنچا دیتا ہے، پھر بندہ گناہوں سے بچ کر دینِ اسلام کے مطابق

(۱) "فیروز اللُغات" "ص-ل"، ص۹۱۵۔

زندگی بسر کرتا ہے، اُسے دونوں جہانوں میں برکتیں نصیب ہوتی ہیں، اُس پر سکینہ نازل ہوتا ہے، مَوت کے وقت اُسے نزع کی سختی محسوس نہیں ہوتی، قبر وحشر میں آرام وسکون ہوتا ہے، اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالی نے جنّت کا وعدہ فرمایا ہے، اللہ رب العزّت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَیۡہِمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّۃِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ﴾[1] "یقیناً جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، پھر اُس پر قائم بھی رہے، اُن پر فرشتے اُترتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہوجاؤ اُس جنّت پر جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا!"۔

حضراتِ گرامی قدر! اسلام وہ عظیم الشان مذہب ہے، جو ہمیں اپنے دین پر استقامت اور اس کی تعلیمات پر سختی سے عمل کا حکم فرماتا ہے، خالقِ کائنات جلّ جلالہ کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿لَآ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی لَا انۡفِصَامَ لَہَا وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ﴾[2] "دِین میں کوئی زبردستی نہیں، یقیناً نیک راہ گمراہی سے خُوب جُدا ہو گئی ہے، تو جو شیطان کو نہ مانے اور اللہ تعالی پر ایمان لائے، اُس نے بڑی مضبوط گرہ تھام لی، جسے کبھی کھلنا نہیں، اور اللہ تعالی سننے والا جاننے والا ہے"۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "(اسلام میں) کسی کو جبراً مسلمان بنانا جائز نہیں، مگر مسلمان کو جبراً مسلمان رکھنا ضروری ہے، لہٰذا کسی مسلمان کو مرتَد ہونے کی اجازت نہیں دی جاسکتی، (اگر کوئی مسلم مرتَد ہوجائے) تو اس پر لازم ہے کہ تَوبہ کرکے دوبارہ مسلمان ہو"[3]۔ لہٰذا ہمیں ایمان پر استقامت کے ساتھ، اس کی تعلیمات پر سختی سے عمل کرنا ہے۔

---

(١) پ٢٤، حم السجدة: ٣٠.
(٢) پ٣، البقرة: ٢٥٦.
(٣) "تفسیر نورالعرفان" پ۳، البقرہ، زیرِ آیت: ۲۵۶، ص٦٦۔

کسی پر دین مسلَّط کرنے کی ممانعت

حضراتِ گرامی قدر! مذہبِ اسلام ایک آسان، معتدِل اور اِفراط وتفریط سے پاک دین ہے، اس کی تمام تعلیمات خواہ وہ عقائد سے متعلق ہوں یا عبادات سے، مُعاملات سے تعلق رکھتی ہوں یا مُعاشرت سے، تمام تر تعلیمات عدل وانصاف اور میانہ رَوی پر مبنی ہیں، نہ ان میں اِفراط ہے کہ عمل کرنے والا ملال وتنگ دلی کا شکار ہو جائے، اور نہ تفریط وجفا ہے کہ صاحبِ حق کا حق مارا جائے، بلکہ ہر میدان میں ایک درمیانی اور معتدِل راہ اختیار کی گئی ہے، قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں اس پر کثیر دلائل موجود ہیں، چنانچہ ایک بار نبئ کریم ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مُخاطب کرتے ہوئے فرمایا: «إِنَّ الدِّيْنَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّيْنَ أَحَدٌ إِلاَّ غَلَبَه، فَسَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا وَأَبْشِرُوْا»[1] "یقیناً دینِ اسلام آسانی کا دین ہے، اور جو بھی اِس دین میں سختی کرے گا تو دِین اُس پر غالب آجائے گا، اس لیے میانہ رَوی اختیار کرو، اور ایک دوسرے کے قریب رہو، اور لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنے والی اچھی باتیں بتاتے رہو"۔ لہذا دین میں سختی کے بجائے، دینی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہوکر اس بات کو عام کرنا چاہیے۔

ایمانِ کامل کی کسوٹی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! تصلُّب فی الدین (دینی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرا ہونے) کا ایک تقاضا یہ بھی ہے، کہ ہماری کسی سے دوستی یا دشمنی صرف اور صرف رضائے الٰہی کی خاطر ہونی چاہیے، اگر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کیا

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب: الدين يُسر، ر: ۳۹، صـ۱۰.

جائے، تو ہم پر یہ بات روزِ رَوشن کی طرح مزید واضح ہوگی، کہ ان حضرات کی باہمی محبت یا کسی سے دشمنی اللہ ورسول کی خاطر ہوا کرتی تھی، ایسی محبت ایمانِ کامل کی علامت ودلیل ہے، حضرت سیّدنا ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ أَحَبَّ لله وَأَبْغَضَ لله، وَأَعْطَى لله وَمَنَعَ لله، فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الإِيْمانَ»[1] "جس نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کی خاطر دشمنی کی، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کو کچھ دیا اور اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے لیے کسی کو دینے سے ہاتھ روکا، یقیناً اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا"۔

تصلُّب فی الدین کے حقیقی فوائد وثمرات سے فیضیاب ہونے کا طریقہ

عزیزانِ مَن! دینی مُعاملات میں اپنی مَن مانی ہرگز نہ کی جائے، اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے راہِ ہدایت پر چلنے کی دعا کرتے رہنا چاہیے، کہ تصلُّب فی الدین کے حقیقی فوائد وثمرات سے فیضیاب ہونے کا یہ بھی ایک طریقہ ہے، حضرت سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے ابا جان سے فرمایا: «يَا حُصَيْنُ! كَمْ تَعْبُدُ الْيَوْمَ إِلَهاً؟» "اے حصین! آج کل تم کتنے معبود پوجتے ہو؟" ابا جان نے کہا: سات٧: چھ٦ زمین پر، اور ایک آسمان میں، رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا: «فَأَيُّهُمْ تَعُدُّ لِرَغْبَتِكَ وَرَهْبَتِكَ؟» "تمہاری امید وخوف ان میں سے کس سے وابستہ ہے؟" کہا: آسمان والے سے، سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا حُصَيْنُ! أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَسْلَمْتَ عَلَّمْتُكَ كَلِمَتَيْنِ تَنْفَعَانِكَ»

---

(١) "سنن أبي داود" كتابُ السُّنّة، باب الدليل على زيادة ...إلخ، ر: ٤٦٨١، صـ٦٦١.

"اے حصین! اگر تم اسلام قبول کرلو تو میں تمہیں دو ۲ نفع بخش کلمے سکھاؤں" حضرت سیّدنا عمران رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ کہتے ہیں: حضرت حصین رَضِیَ اللہُ عَنۡہُ جب ایمان لائے تو عرض کی: یا رسولَ اللہ! مجھے وہ دو ۲ کلمے سکھائیے جن کا آپ نے وعدہ فرمایا تھا، سرکارِ مدینہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «قُلْ: اللَّهُمَّ أَلْهِمْنِي رُشْدِي، وَأَعِذْنِي مِنْ شَرِّ نَفْسِي»[1] "کہو کہ اے اللہ! مجھے میری ہدایت دکھا، مجھے نفسِ امّارہ کے شر سے محفوظ رکھ!"۔ لہذا ہم صاحبِ ایمان افراد کو چاہیے کہ بارگاہِ خداوندی میں ہدایتِ ایمان پر استقامت کی التجاء کریں، اور نفسانی خواہشات کی شرارتوں سے ربِ قدیر کی پناہ چاہیں!۔

یاد رکھیے! تصلُّب فی الدین کا نام لے کر، یا اپنی مَن مانی باتوں اور قواعد وضوابط کو دِین کا حصہ قرار دے کر، شریعتِ مطہَّرہ کی تعلیمات کا خلاف کرنا اسلام نہیں، بلکہ دینی مُعاملات میں غُلو وانتہاء پسندی ہے، اس کی جتنی مذمّت کی جائے کم ہے!۔

غُلو وانتہاء پسندی کی مذمت

عزیزانِ محترم! غُلو کا معنی حد سے تجاوُز کرنا، یعنی کسی کی تعریف وتعظیم، ادب واحترام میں حد سے گزر جانا، عبادات ومُعاملات، بزرگانِ دِین، علمائے کِرام یا مقدّس مقامات کے ادب واحترام میں غیرِ حرام کو حرام، اور حرام کو حلال مان لینا، یا غیرِ فرض کو فرض جاننا، اور کسی مخلوق کو خدا یا خدا کے مثل ماننا، یہ سب غُلو اور انتہاء پسندی ہے، اسی طرح گناہِ کبیرہ کے سبب مسلمان کو کافر قرار دینا، مسلم ریاست کو کُفرستان قرار دینا، اُن کی جان، مال، عزّت وآبرُو کو حلال جاننا، اُن کا اور اُن کے اہل وعِیال کا قتل جائز سمجھنا، اُنہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنمی قرار دینا، مسلم ریاست میں اسلام وجِہاد کے نام پر

---

(۱) "سنن الترمذي" أبواب الدعوات، ر: ۳۴۸۳، صـ۷۹۵.

بم دھماکے کرنا بھی ظلمِ عظیم ہے۔ نصاریٰ میں سے کچھ لوگ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو خدا کا بیٹا کہتے، بعض خدا مانتے، جبکہ یہود اُن کی شان گھٹانے میں کوشاں رہتے، لہذا دونوں فریق غُلو و انتہاء پسندی میں مبتلا ہوئے۔

غُلو اور اِفراط و تفریط سے روکتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾[1] "اے کتاب والو اپنے دِین میں زیادتی نہ کرو! اور اللہ تعالی پر جو بات کہو سچ کہو!"۔ مفسّرینِ کرام اس آیتِ مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "غیرِ فرض کو فرض اور حلال کو حرام سمجھ لینا، نبیوں ولیوں کو خدا یا خدا کی طرح مان لینا، عالموں پیروں کو حرام و حلال کا مالِک سمجھ لینا، دِین میں غُلو ہے، اُن لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو طیّب و حلال چیزوں کو حرام جاننا تقویٰ، اور ترکِ دنیا کو دِین سمجھ لیتے ہیں، تقویٰ حلال سے بچنے کا نام نہیں بلکہ حرام سے بچنے کا نام ہے۔ بعض لوگ گوشت نہیں کھاتے، بعض بھنگ و چرس پیتے ہیں، پھر بھی اپنے آپ کو کامل ولی سمجھتے ہیں، بعض اپنے پیروں مَولویوں کو حرام و حلال کا مالِک جانتے ہیں؛ کہ جو اُن کے مَولویوں نے حرام کہہ دیا، اگرچہ اُس کی حُرمت پر کوئی شرعی دلیل نہ بھی ہو، تب بھی وہ اُسے حرام ہی جانتے مانتے ہیں، اور جو کفریات اُن کے بزرگوں کی زبان و قلم سے نکل گئے اُن کو دُرست سمجھتے ہیں، یہ سب غُلو، زیادتی اور شدّت پسندی ہے"[2]۔

سیرتِ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں غُلو سے روکنے کا انداز

حضراتِ ذی وقار! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہمیشہ سختی و غُلو والے کاموں سے بچ کر، آسانی واِعتدال کی راہ اختیار کرتے، دوسروں کو بھی یہی تعلیم و تربیت دیتے،

---

(١) پ٦، النسآء: ١٧١.

(۲) "تفسیرِ نعیمی" پ٦، النساء، زیرِ آیت: ۱۷۱، ۶/۱۳۲، ملتقطاً۔

اُمُّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے: «مَا خُيِّرَ رَسُولُ الله ﷺ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْماً، فَإِنْ كَانَ إِثْماً كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ، وَمَا انْتَقَمَ رَسُولُ الله ﷺ لِنَفْسِهِ، إِلَّا أَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ الله فَيَنْتَقِمَ لله بِهَا»[1] "رسول اللہ ﷺ کو جب بھی دو۲ باتوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا، تو آپ ہمیشہ اُن دو۲ میں سے آسان کو اختیار کرتے، بشرطیکہ وہ گناہ کی بات نہ ہو، اور اگر وہ گناہ ہو تو آپ ﷺ سب سے زیادہ اُس بات سے دُور رہا کرتے۔ رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے لیے کبھی کسی سے انتقام نہ لیتے، مگر جب اللہ تعالی کی حُرمت پامال ہوتے دیکھتے تو اللہ کے لیے انتقام لیا کرتے تھے"۔

اس حدیثِ پاک کی شرح میں محدّثین فرماتے ہیں کہ "دنیا کی باتوں میں سے جن دو۲ باتوں کا اختیار دیا جاتا، یا دنیاوی مُعاملات میں کسی تنازع کے وقت جب دو۲ باتیں پیش کی جاتیں، اور دونوں میں کوئی گناہ نہ ہوتا، تو اُسے اختیار فرماتے جو آسان ہوتی"[2]۔ لہذا ہمیں بھی غُلُو، زیادتی اور خواہ مخواہ مشکل کاموں میں پڑنے کے بجائے، آسانی اور اعتدال کو اپنانا چاہیے!۔

کسی مسلمان کو کافر کہنا حرام ہے

عزیزانِ محترم! تصلُّب فی الدین کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے، کہ معمولی معمولی باتوں پر بلا تحقیق کفر وشرک کے فتوے لگائے جائیں، یاد رکھیے! کسی مسلمان کو کافر کہنا شرعًا ممنوع وحرام ہے، علمائے ذی وقار فرماتے ہیں کہ "بغیر قطعی ثبوت کے بلاوجہ کسی مسلمان کو کافر کہنا سخت گناہِ عظیم ہے، بلکہ کافر کہنا اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے"[3]۔

---

(۱) "صحيح البخاري" باب صفة النّبي، ر: ۳۵۶۰، ص۵۹۷.
(۲) "نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری" "کتاب المناقب، باب صفۃ النبی، ۷/۴۲۔
(۳) دیکھیے: "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والاِباحۃ، ۱۶/ ۵۴۶۔

حضرت سیّدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ دو جہاں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «أَيُّمَا امْرِئٍ قَالَ لِأَخِيْهِ: [يَا] كَافِرُ! فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا، إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ، وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ»(۱) "جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کہے: "اے کافر" تو یہ قول دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور صادق آئے گا، اگر وہ ایسا ہی ہے جسے کافر کہا گیا تو ٹھیک، ورنہ یہ قول کہنے والے پر لَوٹ آئے گا" یعنی جس کو کافر کہا وہ واقعی کافر ہے تب تو اس کو کافر کہنا درست تھا، اور اگر وہ کافر نہیں تو کہنے والا خود کافر ہوگیا۔

اس حدیثِ پاک سے وہ لوگ درس وعبرت حاصل کریں، جو بلا تحقیق محض گمان کی بنا پر مسلمانوں کو مشرک یا کافر کہہ دیتے ہیں، یا بات بات پر فُروعی اختلافات کے باعث اپنے ہی سنّی بھائیوں کو مسلکِ اہلِ سنّت سے باہر کرنے پر تُلے رہتے ہیں، لہٰذا کسی مسلمان کو کافر کہنے سے ہمیشہ بچتے رہنا چاہیے!۔

اعلانیہ گناہ کرنے والے مسلمان کو بھی کافر کہنا جائز نہیں

جانِ برادر! مسلمان اگرچہ اعلانیہ اور کتنے ہی بڑے گناہ کا ارتکاب کر رہا ہو، لیکن وہ اس گناہ کے باعث کافر نہیں ہو جاتا، نہ مسلک وملّت سے باہر نکلتا ہے، وہ اسلام ہی پر باقی ہے، اس پر نہ تو کفر کا فتویٰ لگے گا، اور نہ ہی اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، ایک آدمی آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا، نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے شراب پینے پر کوڑے لگوائے، ایک روز پھر اسی وجہ سے خدمتِ اقدس میں لایا گیا، اور آپ کے حکم سے اسے کوڑے مارے گئے، ایک شخص نے کہا: اے اللہ اس پر لعنت فرما! اسے کتنی بار لایا جا چکا ہے!

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، باب بيان حال إيمان ...إلخ، ر: ۲۱٦، صـ٤٧.

اس پر آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا: «لَا تَلعَنُوْهُ، فَوَالله! ما عَلِمتُ إلّا أنَّه يُحبُّ اللهَ ورسولَه»[1] "اس پر لعنت مت کرو، خدا کی قسم میں تو یہ جانتا ہوں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے پیار کرتا ہے!"۔

استقامت کے لیے بارگاہِ الٰہی میں دعا

عزیزانِ گرامی قدر! تصلُّب فی الدین کے لیے بارگاہِ الٰہی میں بار بار استقامت کی دعا کرنا بھی انتہائی ضروری ہے، اصحابِ کہف پر جب آزمائش کا وقت آیا، تو انہوں نے اپنے ایمان وجان کی حفاظت کی خاطر ایک غار میں پناہ لی، اور بارگاہِ الٰہی میں اپنی حفاظت کے لیے دعاگو ہوئے، اللہ تعالی نے اس واقعہ کا ذکر یوں فرمایا: ﴿اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا﴾[2] "جب ان جوانوں نے غار میں پناہ لی، پھر بولے: اے ہمارے رب ہمیں اپنے پاس سے رحمت دے! اور ہمارے کام میں ہمارے لیے راہ یابی کے سامان کر!" یعنی ہدایت ونصرت، رزق ومغفرت اور دشمنوں سے امن عطا فرما۔

اس واقعہ میں جہاں ایمان کی حفاظت کے لیے کوششوں کا درس ملتا ہے، وہیں اس پر استقامت کے لیے اللہ تعالی کی بارگاہ میں دعا کرتے رہنے کا بیان بھی ہے، لہذا ہمیں اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ بارگاہِ الٰہی میں اپنے لیے استقامت کی دعا بھی کرتے رہنا چاہیے۔

تصلُّب فی الدین کے سبب حاصل ہونے والے نتائج وفوائد

حضراتِ ذی وقار! تصلُّب فی الدین کے سبب جو فوائد وثمرات اور نتائج حاصل

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الحُدود، ر: ٦٧٨٠، صـ١١٦٩.

(٢) پ١٥، الكهف: ١٠.

ہوتے ہیں، ان میں ایمان کی محبت واستقامت، تحمل وبرداشت، صبر واستقلال، سچائی ومیانہ رَوی، نیکیوں پر مُداومَت (ہیشگی)، اور کفر وگناہوں سے نفرت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾[1] "بہت مُعاملات میں اگر یہ (اللہ کے رسول) تمہاری رائے کے مطابق حکم دیں، توتم ضرور مشقّت میں پڑجاؤ، لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان پیارا کر دیا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا، کفر اور حکم عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دی، ایسے ہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں"۔ یعنی ایمان ان کے دلوں میں ایسا راسخ وپختہ ہوجاتا ہے، کہ انہیں کفر اور گناہوں سے نفرت ہوجاتی ہے، یہ سب اللہ تعالی کا فضل واحسان ہے، اور جن پر یہ فضل واحسانِ الٰہی رہے، وہ کبھی راہِ ہدایت سے بہک کر گمراہ وبے دین نہیں ہوسکتے، بلکہ ہمیشہ اسلام اور اس کی تعلیمات پر استقامت پذیر رہتے ہیں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں دینِ اسلام پر استقامت عطا فرما، اپنی اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل کی سعادت نصیب فرما، ہمیں دین میں غُلو وانتہاء پسندی اور لادینیت کی آفت سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) پ۲۶، الحُجرات: ۷.

معراج النبی ﷺ

(جمعۃ المبارک ۲۱ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ - ۲۹/۰۳/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! معراجِ مصطفی ﷺ ایک عظیم الشان اور انسانی ذہن کو انتہائی حیران کرنے والا معجزہ، اور سرکارِ ابد قرار ﷺ کے فضائل وکمالات میں سے ایک ہے، اللہ تعالی نے تمام انبیاء ومرسلین علیہم السلام کے معجزات وکمالاتِ مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں جمع فرماکر، آپ ﷺ کو تمام مخلوقات میں سب سے ممتاز فرمادیا ہے، فضیلتِ اسراء ومعراج سے اپنے پیارے حبیب نبیٔ آخر الزمان ﷺ کو وہ خصوصیت وشرَف عطا فرمایا، جو کسی اَور نبی ورسول کو نہیں ملا، اور جہاں اپنے محبوبِ کریم ﷺ کو پہنچایا، کسی اَور کو وہاں تک رَسائی نہیں بخشی، خالقِ کائنات جلّ جلالہ ارشاد فرماتا ہے: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾[1] "پاکی ہے اُسے

(۱) پ۱۵، الإسراء: ۱.

جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصی، جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہے؛ تاکہ ہم اُسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، یقیناً اللہ تعالی سنتا دیکھتا ہے"۔

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی جسمانی معراج کا ذکر ہے، جو نبوّت کے گیارہویں سال مطابق ۶۲۱ء میں ستائیس ۲۷ رجب، پیر کی رات کے آخری حصے میں، بیداری کی حالت میں ہوئی"[۱]۔

دیدارِ الٰہی اور مُشاہدۂ کائنات

عزیزانِ محترم! مصطفی جانِ رحمت ﷺ رات کے ایک مختصر حصے میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، اور وہاں سے آسمانوں کی سَیر فرماتے ہوئے سدرۃُ المنتہیٰ سے اوپر، جہاں تک ربِ کائنات نے چاہا تشریف لے گئے، عرش وکرسی، لَوح وقلم، جنّت ودوزخ وغیرہ بڑی بڑی نشانیوں کا مشاہدہ فرمایا، رب العرش الکریم کے دیدار اور اُس کی بے پناہ نوازشوں، لاتعداد عنایتوں سے سرفراز ہوکر واپس تشریف لائے، ایک مقام پر یوں ارشادِ ربّانی ہے: ﴿وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَ مَا غَوٰى﴾[۲] "اُس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم، جب یہ معراج سے اُترے! نہ وہ بہکے نہ بے راہ چلے!"۔ مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں: "﴿وَ النَّجْمِ﴾ سے مراد حضور ﷺ ہیں، اور ﴿هَوٰى﴾ سے مراد اُن کا معراج سے واپس تشریف لانا ہے"[۳]۔

---

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۱۵، الإسراء، تحت آیت:۱، صـ۴۴۹۔ "مقالاتِ کاظمی" رسالہ "معراج النبی" ۱/۲۲۲، ملخصًا۔

(۲) پ۲۷، النجم:۱، ۲.

(۳) "تفسير القُرطُبي" پ ۲۷، سورة والنجم، تحت الآية: ۱، الجزء ۱۷، صـ۷٤.

حضور نبیٔ رحمت، شفیعِ امّت ﷺ نے سفرِ معراج میں جب خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہٗ کے قُرب خاص میں تجلیات واَنوار کا مشاہدہ کیا، اور راز ونیاز کے جو پیغامات انہیں عطا ہوئے، وہ مخلوق کی عقل سے بالاتر ہیں، اِس سے متعلق اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۞ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۞ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۞ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى﴾[1] "وہ آسمانِ بریں کے سب سے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا، پھر خُوب اُتر آیا، تواُس جلوے اور اِس حبیبِ کریم میں دو۲ ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم، اب وحی فرمائی اپنے بندۂ خاص پر جو چاہا وحی فرمائی!"۔

اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۞ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾[2] "اس حبیب کریم کی آنکھ نہ کسی طرف پھری، نہ حد سے تجاوُز کیا، یقیناً اپنے رب تعالی کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں"۔

سفرِ معراج پر روانگی

حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، اللہ کے حبیب ﷺ نے شبِ معراج کا قصہ یُوں بیان فرمایا: «بَيْنَمَا أَنَا فِي الْحَطِيْمِ مُضْطَجِعاً، إِذْ أَتَانِي آتٍ فَشَقَّ مَا بَيْنَ هَذِهِ إِلَى هَذِهِ فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِيْ، ثُمَّ أُتِيْتُ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مَمْلُوْءَةٍ إِيمَاناً، فَغُسِلَ قَلْبِيْ ثُمَّ حُشِيَ، ثُمَّ أُعِيْدَ ثُمَّ أُوتِيتُ بِدَابَّةٍ دُونَ الْبَغْلِ وَفَوْقَ الْحِمَارِ أَبْيَض، فَحُمِلْتُ عَلَيْهِ، فَانْطَلَقَ بِيْ جِبْرِيْلُ حَتَّى أَتَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا»[3] "میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ

---

(۱) پ۲۷، النجم: ۷-۱۰.

(۲) پ۲۷، النجم: ۱۷، ۱۸.

(۳) "صحيح البخاري" كتاب مناقب الأنصار، باب المعراج، ر: ۳۸۸۷، صـ۶۵۲.

ایک آنے والا آیا، اُس نے یہاں سے یہاں تک میرا سینہ چیرا اور دل نکال لیا، پھر میرے پاس سونے کا طشت لایا گیا، جو ایمان سے بھرا ہوا تھا، میرا دل دھویا گیا، پھر دل کو ایمان سے بھر دیا گیا، اس کے بعد دل کو اپنی جگہ رکھ دیا گیا، پھر سواری کے لیے میرے پاس ایک سفید جانور لایا گیا، جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا، اس کے بعد مجھے جبریل آسمان کی طرف لے کر چلے"۔

واقعۂ معراج اور سیّدنا ابوبکر کی تصدیق

عزیزانِ مَن! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے جب واقعۂ معراج لوگوں میں بیان فرمایا، تو کفّارِ مکّہ نے آپ کا مذاق اُڑایا، اور ابوجہل نے ہر طرف لوگ دَوڑا دیے، اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو جمع کر کے حضور کو جھٹلانے کی غرض سے واقعۂ معراج مزاحیہ انداز سے سنانے لگا، حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی بلا کر کہا کہ تمہارے رسول فرماتے ہیں، کہ میں راتوں رات مکّہ سے بیت المقدس، اور وہاں سے آسمانوں پر پہنچا، اور تمام آسمانوں کی سیر کر کے واپس آگیا۔ کیا ان کی اس بات کی بھی آپ تصدیق کرتے ہیں؟ حضرت سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: میں تو اس سے بھی زیادہ بعید چیزوں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں، اگر انہوں نے ایسا فرمایا ہے تو اس بات کے حق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں[1]۔

کفّارِ مکّہ کا انکار اور بیت المقدس سے متعلق سوالات

رفیقانِ ملّت اِسلامیہ! جب حضورِ اکرم ﷺ سفرِ معراج سے واپس لَوٹے، تو کفّارِ مکّہ نے اس معجزے کا انکار کیا اور مذاق اڑایا، اور اس واقعہ کو جھوٹ سمجھ کر

---

(۱) "التفسيرات الأحمديّة" الإسراء، تحت الآية: ۱، صـ۵۰٦، ملخّصاً.

غلط انداز سے لوگوں میں پھیلانا شروع کر دیا، لوگ اس میں مزید بڑھا چڑھا کر دلائل وبراہین کا مطالبہ کرنے لگے، اللہ تعالی کے سچے اور پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ فِي الْحِجْرِ وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ، فَسَأَلَتْنِيْ عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْـمَقْدِسِ لَمْ أُثْبِتْهَا، فَكُرِبْتُ كُرْبَةً مَا كُرِبْتُ مِثْلَه قَطُّ، فَرَفَعَهُ اللهُ لِيْ أَنْظُرُ إِلَيْهِ، مَا يَسْأَلُونِيْ عَنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْبَأْتُهُمْ بِه»[۱] "میں حطیمِ کعبہ میں کھڑا تھا کہ قریش مجھ سے واقعۂ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے، انہوں نے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں مجھ سے پوچھیں، جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا، اس لیے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا پریشان نہیں ہوا تھا، تب اللہ تعالی نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا، کہ میں اسے دیکھتا رہا، وہ مجھ سے جس چیز کا پوچھتے رہے، میں وہ بیان کرتا رہا"۔

برادرانِ اسلام! واقعۂ معراج کی صداقت پر دَورِ صحابہ سے لے کر آج تک تمام اہلِ اسلام کا اتفاق رہا ہے، روایت میں ہے کہ جب حضور ﷺ بلندیوں کو طے فرما کر ﴿قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى﴾[۲] کی منزلِ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے، تو قُربِ خداوندی میں آداب کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے عرض کی: «التحيّاتُ لله والصّلواتُ وَالطَّيِّباتُ» "ہماری قولی، فعلی اور مالی تمام عبادتیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں!" خالقِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے تحفۂ سلام قبول فرما کر مہمانِ معراج کا استقبال کرتے ہوئے فرمایا: «السّلامُ عليكَ أَيُّها النَّبيُّ وَرَحمَةُ الله وبركاتُه!»

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، باب ذكر المسيح ...إلخ، ر: ٤٣٠، صـ٨٩.

(۲) پ٢٧، النجم: ٩.

"اے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں!" پھر سرکار دو عالم ﷺ نے اِس طرح عرض کی: «السّلامُ علينا وعَلىٰ عِبادِ الله الصَّالحين!» "ہم پر بھی سلام ہو اور تیرے نیک بندوں پر بھی!" پھر عالَمِ بالا کے فَرشتوں نے یہ صدا بلند کی: «أَشهَدُ أَن لَّا إِلٰه إِلَّا الله وَأَشهدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبدُه وَرَسُولُه» پھر سلام وجواب کے بعد اللہ تبارک تعالی نے اپنے حبیب ﷺ سے بہت سی گفتگو فرمائی، جن میں سے کچھ راز تھے، کچھ خبریں تھیں اور کچھ اَحکام[1]۔

شبِ معراج سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ سے ملاقات

جانِ برادر! شبِ معراج حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوۃ والسلام سے ملاقات کے وقت جو مُعاملہ ہوا، اُسے رسولِ اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمایا: «لَقِيْتُ إِبْرَاهِيمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! أَقْرِئْ أُمَّتَكَ مِنِّي السَّلامَ وَأَخْبِرْهُمْ: أَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ، عَذْبَةُ الْمَاءِ، وَأَنَّهَا قِيْعَانٌ، وَأَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ الله، وَالْحَمْدُ لله، وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَاللهُ أَكْبَرُ»[2] "شبِ معراج میں نے حضرت ابراہیم سے ملاقات کی، انہوں نے فرمایا کہ اپنی اُمّت کو میرا سلام کہیے، اور انہیں بتائیے کہ جنّت کی مٹّی پاکیزہ، اُس کا پانی میٹھا اور وہ ہموار زمین ہے، اُس کی کاشت سُبْحَانَ الله، وَالْحَمْدُ لله، وَلَا إِلٰه إِلَّا الله، وَاللهُ أَكْبَرَ کہنا ہے"۔

---

(١) "التفسيرات الأحمديّة" الإسراء، تحت الآية: ١، صـ٥٠٦. "روح البيان" پ ١٥، تفسير سورة الإسراء، تحت الآيات: ١-٧، ٥/ ١٢١.

(٢) "سنن الترمذي" كتاب الدعوات، ر: ٣٤٦٢، صـ٧٩١.

مشرق ومغرب کے علوم پر آگاہی

معراج کی رات اس قُربِ خاص میں بِلاواسطہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب کریم ﷺ سے وہ خاص باتیں کیں، جوکسی کے وَہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ محدِثینِ کرام فرماتے ہیں، کہ اللہ تعالی نے اس قُربِ خاص میں اپنے محبوب ﷺ پر ایسا کرم فرمایا کہ حضور ﷺ خود فرماتے ہیں: «فَوَضَعَ يَدَه بَيْنَ كَتِفَيَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَيْنَ ثَدْيَيَّ، فَعَلِمْتُ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ»(۱) "اللہ تعالی نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، تو میں نے اس کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی، اور اس کی برکت سے میں نے مشرق ومغرب کے علوم جان لیے"۔

پچاس نمازیں اور حضرت سیّدنا موسی کا تخفیف پر اِصرار

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَتَيْتُ -وَفِي رِوَايَةِ هَدَّابٍ: مَرَرْتُ- عَلٰى مُوسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْأَحْمَرِ، وَهُوَ قَائِم يُصَلِّي فِيْ قَبرِه»(۲) "جب میں موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر کے پاس سے گزرا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں"۔ اور یہی حضرت موسی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں جن کی برکت سے اُمّتِ محمدیّہ کو یہ عظیم فائدہ ہوا، کہ پچاس ۵۰ کی جگہ صرف پانچ ۵ نمازیں ہو گئیں، اور ثواب وہی پچاس ۵۰ نمازوں کا عطا کیا جاتا ہے۔

---

(۱) المرجع نفسه، أبواب تفسير القرآن [باب ومن] سورة ص، ر: ٣٢٣٤، صـ٧٣٥.

(۲) "صحيح مسلم" أبواب الفضائل، باب من فضائل موسى، ر: ٦١٥٧، صـ١٠٤٤.

چنانچہ حضور نبئ رحمت ﷺ نے سفرِ معراج سے واپسی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: «فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى ﷺ، فَقَالَ: مَا فَرَضَ رَبُّكَ عَلَى أُمَّتِكَ؟ قُلْتُ: خَمْسِينَ صَلَاةً، قَالَ: ارْجِعْ إِلَى رَبِّكَ فَاسْأَلْهُ التَّخْفِيفَ، فَإِنَّ أُمَّتَكَ لَا يُطِيقُونَ ذَلِكَ، فَإِنِّي قَدْ بَلَوْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَخَبَرْتُهُم» "حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے آپ کو کیا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا: روزانہ پچاس ۵۰ نمازوں کا تحفہ دیا ہے، فرمایا: میں بنی اِسرائیل کو آزما چُکا ہوں، آپ کی اُمّت اتنی نمازیں نہیں پڑھ سکے گی، آپ واپس جائیے اور اللہ تعالی سے تخفیف ورعایت طلب کیجیے" سرکارِ دو عالم ﷺ بار بار رب تعالی کی بارگاہ میں حاضر ہو کر تخفیف کرواتے رہے، یہاں تک کہ پچاس ۵۰ میں سے پانچ ۵ نمازیں باقی رہ گئیں[1]۔

واقعۂ معراج میں نفل نماز کی فضیلت کا سبق

عزیزانِ محترم! واقعۂ معراج سے نفل نماز کی فضیلت کا سبق بھی حاصل ہوتا ہے، حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہما نے کہا کہ اللہ کے نبی ﷺ کو جس رات معراج کرائی گئی، آپ جنّت میں داخل ہوئے، آپ نے اُس کی ایک جانب سے ایک دھیمی سی آواز سنی، فرمایا: «يَا جِبْرِيلُ! مَا هَذَا؟» "اے جبریل! یہ آواز کیا ہے؟ عرض کی: یہ آپ کے مؤذّن بِلال ہیں"[2] اور جب اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا: «يَا بِلَالُ حَدِّثْنِي بِأَرْجَى عَمَلٍ عَمِلْتَه عِنْدَكَ فِي الْإِسْلَامِ مَنْفَعَةً؛ فَإِنِّي سَمِعْتُ اللَّيْلَةَ خَشْفَ نَعْلَيْكَ بَيْنَ يَدَيَّ

---

(١) المرجع نفسه، كتاب الإيمان، باب الإسراء برسول الله ...إلخ، ر: ٤١١، صـ٨٣.

(٢) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن العباس ...إلخ، ر: ٢٣٢٤، ١/ ٥٥٣.

فِي الْجَنَّةِ» "اے بلال! مجھے وہ عمل بتلاؤ جس سے تمہیں مسلمان ہونے کے بعد سب سے زیادہ نفع کی اُمید ہو!؛ کیونکہ میں نے آج رات جنّت میں اپنے آگے تمہارے جوتوں کی آہٹ سُنی ہے" حضرت بلال نے عرض کی: میں نے مسلمان ہونے کے بعد کوئی ایسا عمل نہیں کیا جس کی منفعت کی مجھے زیادہ اُمید ہو، البتہ رات ہو یا دن، جب میں مکمل وضو کرتا ہوں تو اُس وضو کے ساتھ اتنی رکعات نماز پڑھ لیتا ہوں، جتنی اللہ تعالی نے میری قسمت میں لکھ دی ہے[1]۔

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ اس حدیثِ پاک کے تحت فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ کا حضور ﷺ سے آگے جنّت میں جانا، ایسا ہے جیسے نوکر چاکر بادشاہوں کے آگے ہٹو بچو کرتے ہوئے چلتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اے بلال! تم نے ایسا کونسا کام کیا ہے جس سے تم کو میری یہ خدمت میسّر آئی؟ خیال رہے کہ معراج کی رات نہ تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ حضور ﷺ کے ساتھ جنّت میں گئے، نہ آپ رضی اللہ تعالی عنہ کو معراج ہوئی، بلکہ حضور ﷺ نے اس رات وہ واقعہ ملاحظہ فرمایا جو قیامت کے بعد ہوگا، کہ تمام خَلق سے پہلے حضور ﷺ جنّت میں داخل ہوں گے، اس طرح کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ تعالی عنہ خادمانہ حیثیت سے آگے آگے ہوں گے"[2]۔

فرض نماز کی ادائیگی میں سُستی کی سزا

حضراتِ گرامی قدر! شبِ معراج شہنشاہِ کونین ﷺ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کے سَروں کو کُچلا جا رہا تھا، پھر وہ سَر فوراً پہلے کی طرح صحیح سالم ہو جاتے، یہ سلسلہ اُن کے ساتھ لگاتار جاری تھا، تاجدارِ رسالت ﷺ نے پوچھا:

---

(١) "صحيح مسلم" باب من فضائل بلال، ر: ٦٣٢٤، صـ١٠٨١.

(۲) "مرآۃ المناجیح" نماز کا بیان، نوافل کا باب، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۱۳۲۲، ۲/۲۹۰۔

«مَنْ هؤُلَاءِ؟» "یہ کون لوگ ہیں؟" عرض کی گئی: یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز کی ادائیگی میں سُستی کرتے ہیں"[1]۔

امانت میں خِیانت کا انجام

میرے محترم بھائیو! ہمارے آقا نے اس سفرِ مبارک میں ایک منظر یہ بھی دیکھا، کہ ایک شخص جس نے بڑی بھاری گٹھڑی باندھی ہوئی ہے، وہ اُسے اُٹھا نہیں پاتا، مگر اس گٹھڑی میں مزید اِضافہ چاہتا ہے، حضورِ اکرم نُورِ مجسّم ﷺ کو بتایا گیا: «هذا الرّجلُ مِن أمّتك، عليه أمانةُ النّاسِ لا يستطيعُ أداءَها، وهو يزيدُ عليها»[2] "یہ آپ کا وہ اُمتی ہے، جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوں گی، وہ انہیں ادا نہیں کرپائے گا، اور مزید امانتیں لینے کا خواہشمند ہوگا"۔

کسی مسلمان کی غیبت کی سزا

مسلمان کی بے عزّتی اور اس کی غیبت کرنا بہت سخت گناہ ہے، اور اس کا عذاب سخت ہے، ہمارے پیارے آقا، جنابِ محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَمَّا عُرِجَ بِيْ مَرَرْتُ بِقَوْمٍ لَهُمْ أَظْفَارٌ مِنْ نُّحَاسٍ، يَخْمِشُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَصُدُوْرَهُمْ، فَقُلْتُ: مَنْ هٰؤُلَاءِ يَا جِبْرِيْلُ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ لُحُومَ النَّاسِ، وَيَقَعُونَ فِي أَعْرَاضِهِم»[3] "جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا، جن کے ناخن تانبے کے تھے، اور وہ اُن سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کون

---

(١) "مُسند البزّار" مسند أبي حمزة أنس بن مالك ...إلخ، ر: ٩٥١٨، ١٧/ ٥.
(٢) المرجع نفسه، ١٧/ ٦.
(٣) "سنن أبي داود" كتاب الأدب، باب في الغِيبة، ر: ٤٨٧٨، صـ٦٨٨.

لوگ ہیں؟ جواب ملا: یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے (یعنی غیبت کرتے ہیں) اُن کی عزّت خراب کرتے ہیں"۔

لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ بدگمانی، دوسروں کی عَیب جُوئی، غیبت اور چغلخوری سے بچتا رہے۔

بدکاری کی سزا

سفرِ معراج میں حضور اکرم ﷺ نے ایک ایسی قوم بھی دیکھی جن کے پاس ہانڈی میں پکا ہوا لذیذ گوشت ہے، اور دوسری ہانڈی میں بدبودار گوشت ہے، وہ لوگ پاکیزہ ولذیذ کھانا چھوڑ کر بدبودار کھانے پر ٹُوٹ پڑتے ہیں، اللہ تعالی کے حبیب ﷺ نے فرمایا: «ما هذا يا جبريل؟» "اے جبرائیل یہ کیا ہے؟"عرض کی: یہ اُن لوگوں کا عذاب ہے جو اپنی حلال بیویوں کو چھوڑ کر بدکار عورتوں کے پاس جاتے ہیں"[1]۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! واقعہ معراج اور سرکارِ دوجہاں ﷺ کے طفیل ہمیں نمازوں کا تحفہ وُصول ہوا، لہذا ہمیں چاہیے کہ نمازوں کی پابندی کریں، دیگر فرائض وواجبات اور اَحکامِ شریعت پر عمل کریں، بے حیائی اور بدکاری سے کوسوں دُور بھاگیں، اور گناہوں سے اجتناب کریں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں نمازوں میں سستی کرنے، جھوٹ بولنے، غیبت کرنے جیسے تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، یہود وہنود، اور تمام دشمنانِ اسلام کی بیہودہ رُسوم سے بچا، ہمیں پنجوقتہ نماز کا پابند بنا، اور شبِ معراج کے فُیوض وبرکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "سُبل الهدى والرَشاد" جماع أبواب معراجه ﷺ، البابُ ۸، ۳/ ۸۱، ۸۲.

نعت خوانی کے آداب واَحکام اور دَورِ حاضر کی خُرافات

(جمعۃ المبارک ۲۸ رجب المرجب ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۴/۰۵ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

نعت خوانی کسے کہتے ہیں؟

برادرانِ اسلام! حضور نبئ کریم ﷺ کی مدحت، تعریف وتوصیف، شمائل وخصائص کے نظمی اندازِ بیاں کو، نعت یا نعت خوانی یا نعت گوئی کہا جاتا ہے۔ عربی زبان میں نعت کے لیے لفظ: مدح وثناء اور اِنشاد بھی استعمال ہوتا ہے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں بہت سے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نعتیں لکھیں اور پڑھیں، اور ان کی سنّت پر عمل کرتے ہوئے، یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے اور -ان شاء اللہ- ہمیشہ جاری رہے گا۔

نعت خوانی کا حکم

عاشقانِ رسول نے ہر دَور میں اپنے کریم آقا ﷺ کی مدحت کے لیے مختلف انداز اپنائے، کسی نے نظم کا انتخاب کیا، تو کسی نے نثر کا سہارا لیا، انداز چاہے کوئی بھی ہو، مطلوب ومقصود نبئ کریم ﷺ کی تعریف وتوصیف ہے، جو شریعتِ مطہّرہ کی قائم کردہ

حُدود میں رہتے ہوئے جتنی بھی کی جائے کم ہے۔ کتب احادیث اور تاریخ اسلام کے اَوراق اس بات پر شاہد ہیں، کہ جب جب صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مدح وثناء کرتے اور نعتیہ اَشعار پڑھتے، حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ صرف ان سے خوش ہوتے، بلکہ انہیں دعاؤں سے بھی نوازتے! تو معلوم ہوا کہ اب بھی اگر کہیں نعت خوانی ہوگی، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس سے خوش ہوں گے۔ چونکہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خوشی ورِضا شرعًا مطلوب ہے، لہذا نعت خوانی حکمِ شریعت کے عین مطابق ہے!۔

نعتِ نبی کی تاریخ

عزیز دوستو! اگر نعتیہ تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سے حضرت سیّدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ صحابی ہیں جو نعت گو شاعر بھی ہیں، اسی بنا پر انہیں شاعرِ دربارِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کے نعتیہ کلام میں یہ اَشعار تو بہت مشہور ومعروف اور عشق ومستی سے لبریز ہیں: ع

وأحْسنُ منكَ لم ترَ قطُّ عَيني　　وأجمَلُ منكَ لم تَلِدِ النِّساءُ

خُلقتَ مُبَرّأً من كلِّ عيب　　كأنّكَ قد خُلقتَ كما تشاءُ[1]

"(یارسول اللہ!) آپ سے زیادہ حَسین میری آنکھ نے دیکھا ہی نہیں
آپ سے زیادہ جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں
آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے
گویا کہ جیسا آپ چاہتے تھے ویسے ہی پیدا کیے گئے ہیں"

چنانچہ جب مشرکین نے رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں نازیبا اَشعار کہے،

---

(۱) "دیوان حسّان بن ثابت" قافية الألف، خُلقتَ كما تشاء، صـ۲۱.

تب حضرت سیّدنا حسّان بن ثابت رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

«يَا حَسَّانُ أَجِبْ عَنْ رَسُولِ الله ﷺ! اللَّهُمَّ أَيِّدْهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ!»[1]

"اے حسّان اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے جواب دو! اے اللہ رُوح القدس (جبریلِ امین عَلَیْہِ السَّلَام) کے ذریعے حسّان کی مدد فرما!"۔

علمائے نعت گو شعراء

جانِ برادر! دَورِ صحابہ سے لے کر آج تک، جہاں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے حضورِ پاک صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نعتوں کی روایت کو فَروغ دیا، وہیں علماء واولیاء اللہ نے بھی اسلام کی ترویج واِشاعت کے ساتھ ساتھ حضور رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سچی محبت کو ایمان کی تکمیل کے لیے ناگزیر قرار دیا، نیز عشقِ رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حصول اور اس میں مزید اضافہ کے لیے نعت خوانی کو بہتر ذریعہ سمجھا۔ تمام تر سلاسلِ تصوُّف میں محافلِ نعت کو خصوصی مقام حاصل ہے، لہذا یہاں ایسی ہی چند برگزیدہ ہستیوں کے نام درج کیے جاتے ہیں، جنہوں نے ناصرف نعت خوانی کو فروغ دیا، بلکہ خود بھی نعت گوئی کی:

(۱) امامِ اعظم ابو حنیفہ، (۲) شیخ عبد القادر جیلانی، (۳) امام شرف الدین بُوصیری، (۴) خواجہ عثمان ہرَونی، (۵) مولانا جلال الدین رُومی، (۶) مولانا عبد الرحمن جامی، (۷) شیخ سعدی شیرازی، (۸) بابا فرید الدین گنج شکر، (۹) سلطان باہُو، (۱۰) بابا بلھے شاہ، (۱۱) خواجہ نظام الدین اولیاء، (۱۲) امیر خُسرو، (۱۳) مخدوم صابر کلیری، (۱۴) علّامہ سیّد کفایت علی کافی، (۱۵) امام اہل سنّت امام

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الصّلاة، باب الشِعر في المسجد، ر: ٤٥٣، صـ٧٨.

احمد رضا، (۱۶) پیر مہر علی شاہ، (۱۷) استاذِ زَمن حسن رضا خان، (۱۸) صدر الاَفاضل نعیم الدین مرادآبادی، (۱۹) حجۃ الاسلام حامد رضا خان، (۲۰) مفتیٔ اعظم مصطفی رضا خان، (۲۱) برہانِ ملّت برہان الحق جبلپوری، (۲۲) حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی، (۲۳) مفتی محمد خلیل خان برکاتی، (۲۴) رئیس التحریر علّامہ ارشد القادری، (۲۵) صدر العلما تحسین رضا خان، (۲۶) تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خان، (۲۷) ریحانِ ملّت ریحان رضا خان رحمۃ اللہ علیہم، (۲۸) مفتی احمد میاں برکاتی حفظہ اللہ تعالی، (۲۹) سلمان رضا فریدی مصباحی حفظہ اللہ تعالی۔

نعتیہ شاعری میں حد درجہ احتیاط

حضراتِ گرامی قدر! نعت شریف لکھنا کوئی معمولی کام نہیں، اس بارے میں کمال احتیاط وادب دامن گیر ہونا چاہیے؛ کہ اَدنی سی توہین یا کسی غیر مناسب لفظ کا استعمال، عذابِ الیم کا باعث ہوسکتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾[1] "اے ایمان والو راعنانہ کہو! اور یوں عرض کرو کہ حضور ہم پر نظر رکھیں! اور پہلے ہی سے بغور سنو! اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے"۔

"جب کبھی حضورِ اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو کچھ تعلیم وتلقین فرماتے، تو وہ حضرات کبھی کبھی درمیان میں عرض کیا کرتے: "رَاعِنَا یا رسولَ اللہ" اس کے یہ معنی تھے کہ "یارسول اللہ ہمارے حال کی رعایت فرمائیے!" یعنی کلامِ اقدس کو اچھی طرح سمجھ لینے کا موقع دیجیے، یہودیوں کی لغت (زبان) میں یہ کلمہ سُوءِ ادب کے معنی رکھتا تھا، انہوں نے اس نیّت سے کہنا شروع کردیا، حضرت سیّدنا

(۱) پ۱، البقرۃ: ۱۰٤.

سعد بن مُعاذ یہودیوں کی اصطلاح سے واقف تھے، آپ نے ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا: اے دشمنانِ خدا تم پر اللہ کی لعنت ہو! اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن مار دُوں گا! یہودیوں نے کہا: ہم پر تو آپ برہم ہوتے ہیں! مسلمان بھی تو یہی لفظ کہتے ہیں! اس پر آپ رنجیدہ ہو کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی جس میں ﴿رَاعِنَا﴾ کہنے کی ممانعت فرما دی گئی، اور اس معنی کا دوسرا لفظ: ﴿انْظُرْنَا﴾ کہنے کا حکم ہوا۔

اس حکم الٰہی سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعظیم وتوقیر، اور ان کی جناب میں کلماتِ ادب عرض کرنا فرض ہے، اور جس کلمہ میں ترکِ ادب کا شائبہ بھی ہو، وہ زبان پر لانا ممنوع ہے۔ نیز انبیائے کرام علیہم السلام کی بے ادبی کفر ہے"[(۱)]۔

امام اہل سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نعتِ رسول سننے اور کہنے میں احتیاط کا دامن کس حد تک پیش نظر رکھا کرتے تھے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ ایک بار امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان کی بارگاہ میں کسی نے نعت شریف سنانے کی خواہش کا اظہار کیا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ "سِوادو ۲ کے کلام کے کسی کا کلام میں قصداً نہیں سنتا: مولانا کافی اور حَسن میاں مرحوم (حضرت مولانا حسن رضا خان) کا کلام، اوّل سے آخر تک شریعت کے دائرہ میں ہے، حَسن میاں مرحوم کو میں نے نعت گوئی کے اُصول بتا دیے تھے، اُن کی طبیعت میں ان کا ایسا رنگ رَچا کہ ہمیشہ کلام اسی معیارِ اِعتدال پر صادِر ہوتا، جہاں شُبہ ہوتا مجھ سے دریافت کر لیتے، حَسن میاں مرحوم نے ایک مقطع میں اس کی طرف اشارہ کیا کہ ؏

---

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱، البقرۃ، زیرِ آیت: ۱۰۴، صـ۳۴۔

بھلا ہے حَسَنؔ کا جنابِ رضا سے بھلا ہو الٰہی جنابِ رضا کا![1]

غرض ہندی نعت گویوں میں اِن دو ۲ کا کلام ایسا ہے، باقی اکثر دیکھا گیا کہ قدم ڈگمگا جاتا ہے، اور حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو اُلوہیت (خدائی) میں پہنچا جاتا ہے، اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے"[2]۔

پھر فرمایا کہ "وہ الفاظ جو معشوق مَجازی کے لیے آتے ہیں، جیسے رَعنا، دِل رُبا، نعت شریف میں ممنوع ہیں، نہ تشبیہاتِ تانیثی جیسے لیلیٰ کا استعمال"[3]۔

بحیثیت مسلمان ہماری ذمّہ داری

میرے محترم بھائیو! بحیثیت مسلمان ہم سب کی یہ ذمّہ داری ہے، کہ حضور نبیٔ رحمت ﷺ کی وہ تعریف ومدح جو قرآن وحدیث اور مستند کتبِ سیر میں منقول ہے، وہ خود بھی پڑھیں اور حسبِ مناسبت دوسروں تک بھی اچھے طریقہ سے پہنچائیں، لیکن اس ذمّہ داری کو بجالانے سے قبل اس کے متعلقہ آداب سے آگاہی، اور انہیں ملحوظ خاطر رکھنا ازحد ضروری ہے، جو بھی شخص نبیٔ کریم رؤف ورحیم ﷺ کی مدح سرائی کے لیے قلم اٹھائے، یا اپنے لبوں کو جنبش دے، اس پر لازم ہے کہ محبوبِ خدا عزّوجلّ کے مقام ومرتبہ کو پیشِ نظر رکھے، اور ہرگز ایسا کوئی لفظ یا شعر نہ کہے جس سے اللہ کے محبوب کی توہین یا تنقیص کا کوئی ادنیٰ سا بھی پہلو نکلتا ہو! یا اس کا کوئی شائبہ بھی ہو!۔

---

(۱) "ذَوقِ نعت" "یہ اِکرام ہے مصطفی پر خدا کا"، ص۱۶۔

(۲) "الملفوظ" "لفظ رَعنا کا نعت شریف میں اِطلاق جائز نہیں، حصّہ دُوم، ۳۹، ص۴۱، ملتقطاً۔

(۳) "حیاتِ اعلی حضرت" "نعت لکھنا تلوار کی دھار پر چلنا ہے"، ۱/۳۴۹، ۳۵۰۔

اپنے کلام یا اَشعار میں ان کی عظمت کو خوب بیان کرے، حتّی الاِمکان اسم شریف کے ساتھ ندا کرنے کے بجائے، حضور کے شایانِ شان اَلقابات کا استعمال کرے، نعت کہتے یا سنتے ہوئے ہمہ تن گوش ہوکر، مؤدّبانہ طریقے سے سماعت کرے، اور تصوُر ہی تصوُر میں خود کو دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر جانے، اور اللہ جلّ جلالہ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھے: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ﴾(۱) "اے ایمان والو! اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اپنی آوازیں اونچی مت کرو! اور ان کے حضور چلّا کر بات نہ کہو! جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلّاتے ہو؛ کہ کہیں تمہارے عمل برباد نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو!"۔

صدر الاَفاضل علّامہ سیّد نعیم الدین مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ "اس آیتِ مبارکہ میں حضور نبئ کریم ﷺ کا اِجلال واِکرام اور ادب واحترام تعلیم فرمایا گیا ہے، اور حکم دیا گیا ہے کہ ندا کرنے میں ادب کا پورا لحاظ رکھیں! جیسے آپس میں ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہیں اس طرح نہ پکاریں! بلکہ کلماتِ ادب وتعظیم وتوصیف وتکریم، اور اَلقاباتِ عظمت کے ساتھ جو عرض کرنا ہو عرض کرو!؛ کہ ترکِ ادب سے نیکیوں کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے"(۲)۔ لہذا نعت شریف بھی ان اَحکام کے پیشِ نظر انتہائی ادب واحترام کے ساتھ لکھی اور پڑھی جانی چاہیے!!۔

---

(۱) پ۲٦، الحُجرات: ۲.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲۶، الحجرات، زیرِ آیت: ۲، صـ۹۲۲۔

دَورِ حاضر کے شعراء کے کلام اور نعتیہ محافل

حضراتِ گرامی قدر! ہم جب دَورِ حاضر کے شعراء کے کلام اور انہیں پڑھنے والے نعت خواں حضرات کا حال دیکھتے ہیں، تو اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ شاعر یا نعت خواں نے کسی نہ کسی فلمی گانے کو معیار بناکر، یاسامنے رکھ کر کلام لکھا ہے، اور یہی حال نعت خواں حضرات کا ہے کہ بسااوقات مکمل کسی گانے کی طرز پر نعتیہ اَشعار پیش کرتے ہیں، جس سے نعت شریف کے اصل مقصد عشقِ رسول ﷺ کے حصول اور اس میں اضافہ کے بجائے، سننے والے کا ذہن فوراًاُس گانے کے فسقیہ اَشعار اور بیہودہ کلام کی طرف مبذول ہوجاتا ہے، جبکہ مقصدِ اصلی فَوت ہوکر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح دَورانِ محفل ہونے والی حرکات وسکنات محفلِ نعت کے تقدُّس کو پامال کررہی ہیں، نعت خواں حضرات اپنے مخصوص رقص نما انداز میں خوب ہل جل کر، اور عوام کو بھی ان حرکات پر اکساکر، پڑھے جانے والے کلام کی رُوح کو بھی زائل کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان نعتوں کو پڑھنے والے اور سننے والے بھی اسی طرح ہاتھ لہراتے ہوئے جھومتے ہیں، جس طرح کسی میوزیکل پروگرام (Musical Program) کے شرکاء کرتے ہیں؛ کیونکہ ان کے جذبات پر اس لَے اور لحن کا ایک خاص اثر طاری ہوتا ہے، جو کسی گانے کی طرز سے یہ حضرات لیتے ہیں، اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ بمشکل اپنے آپ کو رقص کرنے سے روک رہے ہیں۔ پھر اس دَورانِ محفل، رَقّاصاؤں پر لُٹائے جانے والی رقم کی مانند، نعت خوانوں پر پیسے لُٹانے والے، ان محافل کے مزید ادب واحترام کو تار تار کردیتے ہیں، جو کہ کسی صورت قابلِ ستائش نہیں، بلکہ انتہائی قابلِ مذمّت عمل ہے۔

پھر ان حلقوں میں وعظ وتقریر کی جگہ نعتوں کو فَوقیت واہمیت دی جاتی ہے، اور علمائے کرام کی جگہ ثنا خوانوں کو پذیرائی ملتی ہے، اس افسوس ناک صورت حال نے اس حلقے میں علماء کو صفِ دُوم اور مُغنّیوں اور گلوکاروں کو صفِ اوّل میں کھڑا کرکے بچی کُچی علمی روایت کو بھی فنا کرنے کا عملی سامان مہیا کر دیا ہے، جو کہ ہمارے دَور کا ایک بہت بڑا المیہ ہے، حالانکہ علماء وارثِ انبیاء ہیں!۔

علماء کا مقام ومرتبہ

حضراتِ ذی وقار! مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے علم وعلماء کے فضائلِ عالیہ ارشاد فرمائے، ایک حدیث پاک میں فرمایا: «إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ، وَإِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِينَاراً وَلَا دِرْهَماً، وَرَّثُوا الْعِلْمَ، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ»[1] "علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء نے اپنے ترکہ میں درہم ودینار نہیں چھوڑے، بلکہ انہوں نے اپنا ورَثہ علم کی صورت میں چھوڑا، تو جس نے علم حاصل کیا، اس نے ان کی وراثتِ علم سے بڑا حصہ پالیا!"۔

ایک اَور حدیث پاک میں ہے: «إِنَّ مَثَلَ الْعُلَمَاءِ فِي الْأَرْضِ، كَمَثَلِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ، يُهْتَدَى بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ، فَإِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُومُ، أَوْشَكَ أَنْ تَضِلَّ الْهُدَاةُ»[2] "علماء کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان میں ستارے، جن سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کیا جاتا ہے، اور اگر یہ ستارے مٹ جائیں تو راستہ چلنے والے بھٹک جائیں گے!"۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب العلم، باب في فضل العلم، ر: ٣٦٤١، صـ٥٢٣.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند أنس بن مالك ...إلخ، ر: ١٢٦٠٠، ٤/ ٣١٤.

دف اور ڈانڈیوں پر اللہ کا ذکر اور نعتِ مصطفی پڑھنے کا حکم

علّامہ علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ لکھتے ہیں: "خلاصہ" میں ہے: جو شخص دف اور ڈانڈیوں پر قرآن پڑھے گا اس کی تکفیر کی جائے گی۔ میں (ملّا علی قاری) کہتا ہوں: اللہ تعالی کا ذکر اور نعتِ مصطفی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم دف اور ڈانڈیوں کے ساتھ پڑھنے کا حکم بھی اس (یعنی کفر) کے قریب تر ہے، اور اسی طرح ذکرِ الٰہی پر تالیاں بجانے کا حکم ہے"[1]۔

سرکار مفتیٔ اعظم مصطفی رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ "دف بجا کر قصائد، نعت اور حالتِ قیامِ میلاد شریف میں صلاۃ و سلام پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ (دف مع جھانج ہو تو کیا حکم، اور بلا جھانج ہو تو کیا حکم)؟

آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ہرگز نہ چاہیے! ظاہر ہے کہ یہ سخت سُوءِ ادب ہے، اور اگر جھانج بھی ہوں یا اس طرح بجایا جائے کہ فنِ (موسیقی) کے قواعد پر گت (طرز و سُر) پیدا ہو، جب تو حرام اشدّ حرام ہے، حرام در حرام ہے![2]۔

میرے محترم بھائیو! اہلِ سنّت کے مرکزی دار الإفتاء بریلی شریف انڈیا سے نعت خوانی کی اس جدید لہر کی حرمت و ممانعت پر (جس میں دف یا ذکر کو اس انداز سے دَورانِ کلام پیش کیا جاتا ہے، جس سے ساز کی سی صورت پیدا ہوتی ہے) حضور تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں ازہری رحمۃ اللہ تعالی علیہ اور دیگر اکابر کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے، کہ ایسی نعت خوانی جس میں آلاتِ لہو ولعب کی صدائیں پیدا ہوتی ہوں، اَشدّ ناجائز اور طریقۂ فُسّاق ہے[3]۔

---

(۱) "مِنح الروض الأزهر" فصل في القراءة والصّلاة، صـ٤٥٦.
(۲) "فتاوی مفتیٔ اعظم" "کتاب الحظر والاباحۃ، نعت اور میلاد ...الخ، ۵/۲۱۶، ۲۱۷، ملتقطاً۔
(۳) دیکھیے: ماہنامہ "ساحل" کراچی، دسمبر ۲۰۰۵ء، اُویس قادری: مولانا...الخ، صـ۴۴-۴۶۔

تو پھر گانوں کی طرز پر اور رقص نما مختلف عجیب و غریب حرکات و سکنات کا ارتکاب کر کے نعت شریف پڑھنا بھی رَوا نہیں! لہذا ایسی حرکات سے اجتناب بہت ضروری ہے! لیکن بدقسمتی سے جہالت اور ہَوسِ زر میں مبتلا بعض لوگ بے ادبی سے کلام پڑھ کر اُمّت میں ایک نیا بیج بو رہے ہیں، جو کہ اب ناسُور بنتا جا رہا ہے، لہذا نعت خواں حضرات کو چاہیے کہ درج ذیل آداب کا لحاظ ضرور رکھیں:

نعت خوانی کے کچھ آداب

عزیزانِ محترم! نعت خوانی کے آداب میں درج ذیل باتیں خصوصی اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) ہو سکے تو نعت خواں باوُضو ہو کر نہایت ادب و احترام اور عقیدت کے ساتھ، عشقِ رسول اللہ ﷺ کو دل میں جاگزیں کر کے، خُلوص و محبت سے سرشار ہو کر، سر جھکائے نعت رسول مقبول ﷺ پڑھے۔

(۲) نعت پڑھنے والے کے دل میں اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت جلوہ گر ہوتی ہے، اس لیے وہ جتنی دیر نعت خوانی میں مصروف رہے، خود کو عبادتِ الٰہی میں مصروف و مگن تصوُر کرے، اور نعت پڑھنے کا حق ادا کرتے ہوئے خوش گلوئی اپنائے، اپنی آواز کو بے ہنگم زیر و بم سے بچائے! نیز گلوکارانہ راگ، حرکات اور لچکہ بازی سے پرہیز کرے!۔

(۳) فنِ تجوید و قراءت کی طرح نعت خوانی بھی فی زمانہ ایک پاکیزہ فن کی حیثیت اختیار کرتی جا رہی ہے، مگر نعت خوانی کو کاروبار یا دھندہ بنا لینا، اس فن کے تقدُس کو پامال کرنے کے مترادِف ہے، چہ جائے کہ نعت خوانی کو روزگار بنا لیا جائے، اور اس ضمن میں ہر جائز و ناجائز طریقہ اپنا کر، اس سے مال کمانے کے حَربے استعمال کیے جائیں۔

اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ نہ نعت خوانی سے مخلص تصوُر کیا جاتا ہے، اور نہ ہی اللہ ورسول کی سچی محبت وعقیدت سے سرشار گردانا جائے گا، ایسے نعت خواں کے لیے لازم ہے کہ وہ تقدُسِ شانِ رسول ﷺ کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے، اس کے مَحاسن کو پہچانے! جس طرح نعت گوئی میں امام اہل سنّت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حقِ شانِ محمد ﷺ ادا کرتے ہوئے نعتیں تحریر فرمائی ہیں، اسی طرح نعت خواں حضرات کو بھی ادب واحترام سے نعت خوانی کے تقاضے پورے کرنے چاہئیں، لہذا نعت گو شعراء حضرات میں سے ایسے صاحبانِ علم کی لکھی نعتیں پڑھیں جن کے کلام میں ادب واحترام اور شرعی تقاضے بھی پورے کیے گئے ہوں!۔

(۴) ہمارے اس زمانے میں اکثر مُشاہدہ میں آیا ہے، کہ کچھ لوگ بدبودار مکروہ اشیاء سے لُطف اندوز ہوتے پنڈال میں پھرتے رہتے ہیں، اور جیسے ہی اسٹیج سے اس کا نام پکارا جاتا ہے، بُھدک کر پہنچ گئے اور نعت پڑھنا شروع کردی! یہ انداز کسی طرح درست نہیں! اللہ جلّ جلالہ کے حبیبِ کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی شان بیان کرنے والے کو تو کبھی بدبودار چیز کا استعمال کرنا ہی نہیں چاہیے، ادب واحترام کے تقاضے پورے کرتے ہوئے جو کوئی نعت خواں نعت پڑھے گا، یقین جانیے کہ اس کی آواز میں اللہ تعالی لحنِ داؤدی والا اثر ڈال دے گا، اس کی نعت گوئی سننے والوں کے دِلوں پر اثر کرے گی! اور جو شخص احترام وآدابِ نعت خوانی برُوئے کار نہیں لاسکتا، اس کی دنیا وآخرت کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ نعت گوئی یا نعت خوانی جیسے مقدّس عمل سے دُور ہی رہے!۔

(۵) کاش کہ اہلِ ذَوق اور عاشقانِ رسول کے تقویٰ کو مشعلِ راہ بنا کر نعت گوئی یا نعت خوانی کی جائے تو سبحان اللہ! جو مَراتب میسر آئیں گے وہ رُوحانیت کی

معراج ہوگی! فارسی کا یہ شعر ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ شاعر نے کس ادب وتقوی کا اظہار کیا ہے! فرماتے ہیں: ع

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب — ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است![1]

"عطر وگلاب سے اگر ہزار بار بھی اپنا منہ دھوؤں
پھر بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس منہ سے سرکار کا نام لینا کمال بے ادبی ہے!"

توجن لوگوں نے کمال ادب واحترام کا خیال رکھا، انہیں زندگانی ہی میں سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے دیدار سے نوازا، امام شرف الدّین بُوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ، مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ اور دیگر بے شمار مثالیں ہمارے سمجھنے کے لیے بہت ہیں، یقیناً ان حضرات کو یہ مَراتب نبیٔ پاک ﷺ کی ادب واحترام کے ساتھ، تعریف وتوصیف کے صلے میں ملے ہیں۔

عزیز دوستو! ایک زمانہ وہ تھا کہ جب نعت خواں حضرات نعت شریف پڑھتے تو محفل پر سکتہ طاری ہوجایا کرتا، فراقِ مدینہ اور یادِ حبیبِ کریم ﷺ میں ہر آنکھ اشکبار ہوا کرتی! اور ایک زمانہ آج کا ہے کہ نِت نئی خُرافات اور غیر شرعی اُمور شامل کرکے نعت خوانی جیسے مقدّس کام کی اصل کو مجروح ومطعون ومشکوک بنایا جارہا ہے!۔

داڑھی منڈے کی نعت خوانی کا شرعی حکم

میرے محترم بھائیو! امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا گیا کہ داڑھی منڈا، یا کترنے والا، یا داڑھی چڑھانے والا، میلاد شریف پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "ان لوگوں سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے"، "تبیین الحقائق" میں

(۱) "اردو ریسرچ جنرل" آن لائن اکتوبر ۲۰۱۷ء، نعت گوئی کی روایت اور نعت گو شعراء، کلام ہمام الدین علاء التبریزی۔

ہے: "لأنّ في تقديمِه تعظيمَه، وقد وجبَ عليهم إهانتُه شرعاً"[1]
"اس لیے کہ اس کو آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے، حالانکہ لوگوں پر شرعی طَور پر فاسِق کی توہین ضروری ہے"[2]۔

داڑھی حدِ شرعی سے کم کرنے والا اور منڈانے والا، دونوں فاسق مُعلِن ہیں، کھلم کھلا گناہ کا اِرتکاب کرنے والا ہے، اور وہ نعت خواں جو داڑھی منڈاتے اور حدِ شرعی سے کم کرنے والے ہیں، وہ فاسق معلِن ہیں، اور ایسے نعت خواں کو اسٹیج یا منبر پر بیٹھا کر نعت سننا، یہ فاسق کی تعظیم ہے، اور فاسق کی تعظیم شرعًا ممنوع ہے، لہذا فاسق مُعلِن سے نعت خوانی کروانا بھی ممنوع ہے[3]۔

نعت خواں کیسا ہو؟

حضراتِ محترم! ایسا نہیں کہ دَورِ حاضر میں اب کوئی نعت خواں باادب ومخلص نہ رہا، بلکہ ایسے نعت خواں حضرات بھی موجود ہیں جو حافظ قرآن ہیں (ہر سال تراویح پڑھاتے ہیں) قاری، عالم، خطیب وواعظ، مسائلِ شرعیہ پر کافی دسترس اور وسیع معلومات رکھنے والے، متقی پرہیزگار، باادب وسنجیدہ نعت گو شاعر ونعت خواں، علمائے کرام کے نہایت مؤدّب اور صحبت یافتہ، اپنا ذاتی کاروبار یا ملازمت اختیار کرتے ہوئے، نعت خوانی کو ذریعۂ مُعاش نہ بنانے والے، قوم کی جیبوں پر نظر نہ رکھنے والے، سنّی صحیح العقیدہ، غیر شرعی کلام سے اجتناب کرنے والے، علمائے اہلِ سنّت، بالخصوص امامِ اہلِ سنّت، عاشقِ ماہِ رسالت، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ کا نعتیہ کلام، انتہائی خوبصورت

---

(١) "تبيين الحقائق" باب الإمامة والحدث في الصّلاة، الجزء ١، صـ١٣٤، ملتقطاً.
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، داڑھی منڈے یا کترنے... إلخ، ۴۳۶/۱۶، ملتقطاً۔
(۳) "دَورِ حاضر کی محفلِ نعت شریعت کے آئینے میں" "داڑھی کٹے اور منڈے... إلخ، صـ۱۰۔

انداز سے پڑھنے والے، مخلص اور شیریں نعت خواں، لحن ولگن میں سوزِ حسّان، جذبۂ بلالی، عشقِ اُویسی اور فیضانِ جامی رکھنے والے حضرات اب بھی موجود ہیں۔

ایسے پڑھے لکھے مخلص باعمل نعت خواں حضرات، جو علماء کے صحبت یافتہ بھی ہیں، اور علمائے کرام کی تعلیمات کو اپنے آپ پر نافِذ بھی کرتے ہیں، آج اگر ہماری محافل نعت میں انہیں ترجیح دی جائے، تو مُعاشرہ کا رنگ بدل سکتا ہے، دلوں میں عشق مصطفی ﷺ کا چراغ رَوشن ہوسکتا ہے، پھر سے ہمارا کردار اور عمل سیرتِ مصطفی ﷺ کی عکّاسی کر سکتا ہے!۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج نعت خوانی جیسی عبادت کو، جاہل قسم کے چند لوگوں نے کمائی کا ذریعہ بنالیا ہے، بے عمل، بلکہ بد عمل، بداَخلاق، بد زبان، لالچ اور گانے کی طرز ولحن پر نعت شریف کو کھیل تماشا اور مذاق بنایا جارہا ہے، اور ستم بالائے ستم یہ کہ ان جاہلانہ حرکات کا جواب پھر علمائے اہل سنّت کو دینا پڑتا ہے، عوام بے چارے سمجھتے ہیں کہ اسی طرح کی حرکات کا نام سُنیت ہے، نیز ایسے لوگوں کو عوام اہل سنّت کا ترجمان ومبلغ سمجھ بیٹھتے ہیں، حالانکہ ایسی غیراَخلاقی وغیر شرعی حرکتوں کا اہلِ سنّت سے کوئی تعلق ہی نہیں، نہ ہرگز ایسے لوگ اہلِ سنّت کے نمائندے یا ترجمان ہوسکتے ہیں!!۔

دوسری طرف ہمارے عوام بھی اتنے سادہ ہیں کہ لاکھوں روپیہ ان جاہلوں پر تو نذر کردیں گے، لیکن جو عالمِ دین وعظ ونصیحت کرے، حق بات کہے، دینی مسائل سیکھائے، اس کی بے قدری کریں گے!! لہذا گلشن حسّان رضی اللہ تعالی عنہ کے مزیّن چند پھولوں کا ذکر کر دیا ہے؛ تاکہ عوام بھائی پھولوں اور کانٹوں میں فرق کر سکیں! اب

آگے آپ کی مرضی ہے کہ عالِم باعمل اور مخلص نعت خواں سے خوشبوئے محبت لیں! یا کاروباری، بدعمل، نوٹ خواں سے دنیوی شہرت اور اُخروی رُسوائی وذلّت اٹھائیں، ع

اب آپ سنبھالیں تو کام اپنے سنبھل جائیں

ہم نے تو کمائی سب کھیلوں میں گنوائی ہے![1]

نعت خوانی کی اُجرت

عزیزانِ گرامی قدر! نعت خوانی کی اُجرت کے بارے میں امامِ اہلِ سنّت سے سوال ہوا کہ ... بعض (نعت خواں) صرف حمد ونعت پڑھتے ہیں، اور سامعین ان کی خدمت گزاری نقد وجنس سے کرتے ہیں، یہ امر مساجد وغیر مساجد میں مُباح ودرست ہے یا نہیں؟ اور یہ آمدنی ان کے واسطے درجۂ جواز میں ہے یا عدمِ جواز میں؟ یہ لوگ ماتحت آیۂ مبارکہ: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَوٰةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ﴾[2] "یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدلی" کے داخل ہیں یا خارج؟

امام اہلِ سنّت رحمہ اللہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "اگر وعظ کہنے اور حمد ونعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں، تو بے شک اس آیۂ مبارکہ کے تحت میں داخل ہیں، اور حکم: ﴿لَا تَشْتَرُوا بِآيَاتِي ثَمَنًا قَلِيلًا﴾[3] "میری آیتوں کے بدلے تھوڑے دام نہ لو" کے مخالف ہیں، وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے، خصوصاً جبکہ ایسے حاجتمند نہ ہوں جن کو سوال (مانگنے) کی اجازت

(۱) "حدائقِ بخشش" سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رَسائی ہے، حصّہ اوّل، صـ۱۹۳۔

(۲) پ۱، البقرة: ٨٦.

(۳) پ۱، البقرة: ٤١.

ہے؛ کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا، اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثلِ غصب ہے۔ "عالمگیریّہ" میں ہے: "ما جمع السّائلُ من المال فهو خبيثٌ"(۱) "سائل (مانگنے والے) نے جو کچھ مال جمع کیا وہ (خبیث) ناپاک ہے"۔ دوسرے یہ کہ وعظ و حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے، اور مسلمان بطور خود ان کی خدمت کریں، تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال ہے(۲)۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اس فتوی سے واضح ہوا کہ جس طرح آج کل وعظ اور حمد و نعت کہنے سے پہلے جو مال کا مطالبہ و تقاضا کیا جاتا ہے ناجائز ہے، اور وہ رقم لینا بھی حرام ہے، لہذا اس طرح کے غیر شرعی اُمور سے اجتناب کرنا بہت ضروری ہے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اسلامی تعلیمات کے مطابق نعت لکھنے، پڑھنے اور سننے کی توفیق عطا فرما، فاسق وفاجر نعت خوانوں کو اپنی محافل سے دُور رکھنے کی سوچ عطا فرما، اپنے علماء کا ادب واحترام کرنے کا جذبہ عنایت فرما، اور شریعتِ مطہَّرہ کے اَحکام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "الهنديّة" كتاب الكراهية، الباب ۱۵ في الكسب، ۵/ ۳۴۹.

(۲) "فتاوی رضویہ" کتاب الحظر والاِباحۃ، خطبہ کے وقت چندہ مانگنا...الخ، ۱۶/ ۷۹، ۸۰، ملتقطاً۔

سُودی نظام کی قباحتیں اور اس کا متبادِل

(جمعۃ المبارک ۶ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۴/۱۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

سُودی نظامِ معیشت ...ایک غیر متوازِن سسٹم

برادرانِ اسلام! اللہ تعالی نے کائنات کو جاندار مخلوقات کی تمام جسمانی اور مادّی ضروریات کے لیے رزق اور جملہ وسائلِ حیات سے معمور کر دیا ہے۔ ان مخلوقات میں ایک ذی عقل مخلوق "انسان" ہے، جس کی مادّی وجسمانی ضروریات کے ساتھ ساتھ کچھ رُوحانی اور اَخلاقی ضروریات بھی ہیں، لہٰذا اللہ تعالی نے انسان کی اس خصوصی خلقت کی مناسبت سے اوّل تو اس کی فطرت میں ہی رُوحانی واَخلاقی عادات پیدا کر دیں، ساتھ ہی انبیاء ورُسل اور ان پر نازل ہونے والے اَحکامِ الٰہی کے ذریعے الگ سے بھی انسان کی ذاتی وسماجی اور اِنفرادی واجتماعی زندگی کے سارے میدانوں میں، نیز تمام گوشوں میں مفید اور نفع بخش رَہنمائی کا انتظام فرمایا۔ کسب وصَرف اور مُعاشیات (Economics) انسانی زندگی کا نہایت اہم حصہ ہیں، اور ان کا دائرہ زندگی کے

دوسرے مُعاملات تک بھی پھیلا ہوا ہے، لہٰذا اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے آخری رسول صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے مُعاشی واقتصادی مُعاملے میں عام انسانوں کے لیے پوری رَہنمائی اور اہلِ ایمان کے لیے واضح اَحکام و تعلیمات کے ذریعے ضروری ہدایات فرمائی ہیں۔ سُودی نظامِ معیشت (Interest system) کئی صدیوں بلکہ ہزاروں سال سے انسانی معاشرے میں رائج ہے۔ سُودی نظامِ معیشت کو عموماً لوگ غیر متوازِن نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس میں انہیں صرف "فائدہ" نظر آتا ہے، ان کی خود غرضی انہیں سُود کی قباحتیں اور وسیع تر نقصانات دیکھنے پر آمادہ نہیں ہونے دیتی۔ اسلام ایک نظامِ عدل ورحمت اور ایک عظیم نَجات دَہندہ دستور العمل ہے، لہٰذا اس نے سُود کے مسئلہ کو نہایت سنجیدگی اور باریکی کے ساتھ لیا اور جب سرکارِ اَبد قرار صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بعثت ہوئی تو اللہ تعالی نے بنی نَوعِ انسان کی قطعی وحتمی ہدایت کے طَور پر سُود کو بالکل حرام قرار دے دیا۔

سُود اور تجارت میں باہمی فرق اور اُن کا حکم

عزیزانِ محترم! تجارت اور سُود دو ۲ الگ الگ چیزیں ہیں، اللہ تعالی نے اولادِ آدم کو سُود و تجارت میں فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿ اَلَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْۤا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰواۘ وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰواؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَؕ وَ اَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِؕ وَ مَنْ عَادَ فَاُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾[1] "وہ لوگ جو سُود کھاتے ہیں قیامت کے دن ایسے کھڑے ہوں گے، جیسے وہ کھڑا ہوتا ہے جسے آسیب نے چُھو کر مخبوط بنا دیا ہو؛ یہ اس لیے کہ انہوں نے کہا:

(۱) پ۳، البقرة: ۲۷۵.

بیع (تجارت) بھی تو سُود ہی کی مانند ہے، اور اللہ تعالی نے بیع کو حلال کیا اور سُود حرام کیا، تو جسے اس کے رب کے پاس سے نصیحت آئی اور وہ (سُود سے) باز رہا تو اسے حلال ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے، اور جو اب ایسی حرکت کرے گا وہ دوزخی ہے، وہ اس میں مدّتوں رہیں گے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں سُود کی حرمت اور سُود خوروں کی شامت کا بیان ہے کہ انہیں طویل مدّت جہنم میں رہنا ہے۔

سُودی مُعاملات پر نقصان وخسارے کی وعید

عزیزانِ مَن! سُودی مُعاملات کے باعث ہونے والے نقصان وخُسران کے بارے میں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَ يُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ﴾[1] "اللہ تعالی سُود کو ہلاک کرتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے، اور اللہ کو کوئی ناشکرا بڑا گنہگار پسند نہیں آتا" کہ اللہ تعالی اسے برکتوں سے محروم کر دیتا ہے۔

گزشتہ سُودی لین دَین ترک کرنے کا حکم

حضراتِ گرامی قدر! سُودی لین دَین و کاروبار میں ملوَّث مسلمانوں سے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم مسلمان ہو تو جو سُود باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو!"۔ اس آیتِ مبارکہ میں حکم دیا گیا کہ سُود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سابقہ مطالبہ بھی ترک کرنا ضروری ہے، اور پہلے سے مقرّر کیا ہوا سُود بھی اب لینا جائز نہیں۔

---

(۱) پ۳، البقرة: ۲۷٦.

(۲) پ۳، البقرة: ۲۷۸.

حضراتِ ذی وقار! اب اتنے واضح اَحکام کے باوُجود بھی اگر کوئی سُود سے باز نہ آئے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوۡلِهٖ ۚ وَ اِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ اَمۡوَالِكُمۡ ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَ لَا تُظۡلَمُوۡنَ﴾(۱) "پھر اگر ایسا (کہ سُودی لین دَین ترک) نہ کرو تو اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا یقین کرلو، اور اگر تم تَوبہ کرو تو اپنا اصل مال لے لو، نہ تم کسی کو نقصان پہنچاؤ نہ تمہیں نقصان ہو"۔ یہ وعید و تہدید میں مُبالغہ و تشدید ہے کس کی مجال کہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کا تصوُّر بھی کرے، لیکن سُودی مُعاملات ترک نہ کرنے والا اللہ ورسول سے مقابلے کی ٹھان کر یقیناً دنیا وآخرت میں ذلیل ورُسوا ہوگا۔

ایک اَور مقام پر ایمان والوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضۡعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ﴾(۲) "اے ایمان والو! سُود دُگنا چوگنا نہ کھاؤ، اور اس امید پر اللہ سے ڈرو کہ تمہیں کامیابی ملے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں سُود کی ممانعت فرمائی گئی ہے، ساتھ ہی توبیخ کی گئی ہے اس زیادتی پر جو اُس زمانہ کا معمول تھی، کہ جب میعاد آجاتی اور قرضدار کے پاس ادا کی کوئی صورت نہ ہوتی، تو قرض خواہ مال زیادہ کرکے مدّت بڑھادیتا، اور ایسا بار بار کرتے جیسا کہ آج کل کے سُود خور کرتے ہیں اور اسے سُود دَر سُود کہتے ہیں(۳)۔

کچھ لوگ سُود لینے اور دینے میں فرق کرتے ہیں، لیکن سُود لینا اور دینا ایک ہی عمل کے دو ۲ پہلو ہیں، کسی کے لیے سُود لینا اسی وقت ممکن ہے جب کوئی دوسرا اسے سُود

---

(۱) پ۳، البقرة: ۲۷۹.
(۲) پ٤، آل عمران: ۱۳۰.
(۳) "تفسیر خزائن العرفان" پ۴، آلِ عمران، زیرِ آیت: ۱۳۰، صـ۱۳۰۔

دے، یہ دو۲ فریقوں کے درمیان ایک مِلا جلا غیر منفک مُعاملہ اور نظام ہے، جسے چلانے، قائم رکھنے اور فروغ واستحکام دینے میں اکثر دونوں فریق کا برابر حصہ ہوتا ہے، اگرچہ کیفیتیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ قرآنِ کریم کے بہت سے اَحکام مجمَل ومختصر محض اشاروں میں ہوتے ہیں، جن کی تفصیل حضور پُرنور ﷺ کی سنّت، آپ ﷺ کے اقوالِ مبارکہ اور آپ کے عملی نمونے اور اُسوۂ حسَنہ سے ہوتی ہے، اسلامی شریعت کا ماخَذ صرف قرآنِ کریم نہیں، بلکہ ضرور بالضرور سنّتِ رسول بھی ہے!!۔

سُود کیا ہے؟

میرے محترم بھائیو! پہلے یہ جاننا چاہیے کہ سُود کیا ہے؟ حضرت سیّدنا علی المرتضی رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «كُلُّ قَرْضٍ جَرَّ مَنْفَعَةً فَهُوَ رِباً»[1] "ہر وہ قرض جس پر نفع لیا جائے وہ سُود ہے"۔

سُود سے متعلق فقہائے کرام کی وضاحت

جانِ برادر! قرآن وحدیث کی رَوشنی میں فقہائے کرام قَدَّسَ اللهُ أَسْرَارَهُم نے سُود کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ "اَیسا مشروط قرضہ جس میں معیاد اور قرضدار کو زیادہ مال لَوٹانا مقرّر ہو، وہ سُود ہے"[2]۔

احادیثِ مبارکہ میں حرمتِ سُود کا بیان

عزیزانِ مَن! احادیثِ مبارکہ میں متعدّد مقامات پر سُود کی حرمت ومذمت بیان فرمائی گئی ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے روایت ہے، رسول اللہ

(١) "مسند الحارث" باب في القرض يجُرّ المنفعة، ر: ٤٣٧، ١/ ٥٠٠.

(٢) "أحكام القرآن" پ٣، البقرة، تحت الآية: ٢٧٩، باب البيع، ٢/ ١٨٩.

ﷺ نے فرمایا: «اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ» "سات ۷ مہلِک گناہوں سے بچو!" عرض کی گئی: یا رسولَ اللہ وہ کیا ہیں؟ فرمایا: «(١) الشِّرْكُ بِاللهِ، (٢) وَالسِّحْرُ، (٣) وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، (٤) وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ (٥) وَأَكْلُ الرِّبَا، (٦) وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، (٧) وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ»[1] "(۱) اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، (۲) جادُو، (۳) ناحق کسی کو قتل کرنا، (۴) یتیم کا مال کھانا، (۵) سُود کھانا، (۶) جہاد سے بھاگنا، (۷) اور پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا"۔

اسی طرح حضرت سیّدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے سُود کھانے والے، کھلانے والے، سُودی دستاویز لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی اور فرمایا: «هُمْ سَوَاءٌ»[2] "یہ سب لوگ گناہ میں برابر کے شریک ہیں"۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «الرِّبَا سَبْعُونَ حُوباً، أَيْسَرُهَا أَنْ يَنْكِحَ الرَّجُلُ أُمَّهُ!»[3] "سُود خوری کے ستر ۷۰ حصے ہیں، ان میں کم تر یہ ہے کہ کوئی اپنی ماں سے بدکاری کرے!"۔

میرے محترم بھائیو! حضرت سیّدنا عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما غسیل الملائکہ سے روایت ہے، دو جہاں کے سردار ﷺ نے فرمایا: «دِرْهَمُ رِباً يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، ر: ٢٦٢، صـ٥٣، ٥٤.

(٢) المرجع نفسه، باب لعن آكل الرِبا ومُؤكِله، ر: ٤٠٩٣، صـ٦٩٧.

(٣) "سنن ابن ماجه" كتاب التجارات، باب التغليظ في الرِبا، ر: ٢٢٧٤، صـ٣٨١.

وَهُوَ يَعْلَمُ، أَشَدُّ مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ زِنْيَةً!»[۱] "سُود کا ایک درہم جسے آدمی جان بوجھ کر کھائے، چھتیس ۳٦ بار زِنا سے بڑھ کر سنگین جُرم ہے!"۔

زمانۂ جاہلیت کے سُودی لین دَین کا خاتمہ

عزیزانِ محترم! حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف سُود کی مذمت بیان کر کے اسے انتہائی سنگین جُرم قرار دیا، بلکہ اس کے خاتمہ کے لیے اپنے خاندان کے اَفراد سے ابتداء فرمائی، حضرت سیّدنا قتادہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے روایت ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فتحِ مکہ کے دن خطبہ میں ارشاد فرمایا: «ألا إنّ رِبا الجاهليةِ موضوعٌ كلُّه، وأوّل رِبا أبتدئُ به رِبا العبّاس بن عبد المطّلبِ»[۲] "سن لو! کہ زمانۂ جاہلیت کا سارا سُود ختم کر دیا گیا، اور سب سے پہلا سُود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ (میرے چچا) عبّاس بن عبد المطلب کا سُود ہے" یعنی انہیں جن سے سُود کی رقم لینی باقی تھی وہ میں نے ختم کر دی!۔

سُودی نظام کا متبادِل صرف اسلامی تجارت ہے

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ صرف سُودی نظام کا خاتمہ فرمایا، بلکہ اسلامی تجارت کی صورت میں اس کا متبادِل نظام بھی عطا فرمایا، حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبئ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بَرنی کھجور لائے، تو آقا کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: «مِنْ أَيْنَ هَذَا؟» "یہ تم نے کہاں سے لیں؟" حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: ہمارے پاس کم قیمت چھوہارے تھے، ہم نے

---

(۱) "سنن الدارقُطني" كتاب البُيوع، ر: ۲۸۱۹، ۳/ ۱۹.

(۲) "تفسير الطَبَري" پ۳، سورة البقرة، تحت الآية: ۲۷۹، ر: ٤۹۱۱، ۳/ ۱٤۹.

اُس کے دو ۲ صاع کے بدلے اِن کا ایک صاع خریدا، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «أَوَّهْ أَوَّهْ، عَيْنُ الرِّبَا عَيْنُ الرِّبَا! لَا تَفْعَلْ، وَلَكِنْ إِذَا أَرَدْتَ أَنْ تَشْتَرِيَ فَبِعِ التَّمْرَ بِبَيْعٍ آخَرَ، ثُمَّ اشْتَرِ بِهِ»[1] "اُف! یہ تو خاص رِبا ہے، یہ تو خاص سُود ہے! ایسا نہ کرو! مگر جب انہیں خریدنا چاہو تو اپنے چھوہاروں کو کسی اَور چیز سے بیچ کر، اُس شَے کے بدلے انہیں خرید لو!"۔ اس حدیثِ مبارک میں سُود سے بچ کر خرید وفروخت کا ایک جائز طریقہ بتایا گیا ہے، لہذا سُود کا متبادِل نظام اسلامی تجارت ہے، شراکت پر کاروبار اور اس کے علاوہ بے شمار حلال ذرائع آمدن بھی ہیں!۔

اسلامی نظامِ معیشت اور امام احمد رضا

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! عالمِ اسلام کے عظیم مفکِر و مدبّر، فقیہ و محدِّث، ماہرِ مُعاشیات (Expert in economics) امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنے ایک تاریخی فتویٰ میں، مسلمانوں کو مُعاشی پسماندگی سے نکلنے کی تدبیرِ فلاح واِصلاح ونَجات کے اُصول بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "(مسلمان) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے؛ کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت (پیشہ) وتجارت کو ترقی دیتے؛ کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ (Europe and America) والے چھٹانک بھر تانبا (Copper) کچھ صناعی کی گڑھنت کرکے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں، اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی (Silver) آپ سے لے جائیں۔

تونگر (مالدار) مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے، سُود شرع نے حرامِ قطعی فرمایا ہے، مگر دیگر سو ۱۰۰ طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں،

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الوكالة، ر: ۲۳۱۲، صـ۳۷۱.

جن کا بیان کتب فقہ میں مفصَّل ہے! ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے؛ کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت برآتی، اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں (ہندو) بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیونی (قرضہ لینے والے) کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی! یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے "[۱]۔

واقعی اگر آج بھی ان اُصول پر ہم کاربند ہو جائیں تو کچھ بعید نہیں کہ کامیابی، کامرانی اور خوشحالی ہمارے قدم چومے!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سُودی لین دَین سے بچا، حلال وجائز کاروبار، اور محنت ومزدوری کی سعادت نصیب فرما، اور اسلامی نظام کو نافذ کرنے میں ہماری مدد فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب السیر، رسالہ "تدبیرِ فلاح ونَجات واِصلاح" ۱۱/۶۰۱ ، ملتقطاً۔

دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے مَظالم اور ہماری بے حسی

(جمعۃ المبارک ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ - ۱۹/۰۴/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

نام نہاد جُمہوری ملکوں کا اصل چہرہ

برادرانِ اسلام! مغرب نے جُمہوریت (Democracy) کے نام پر دنیا کو جو طرزِ حکومت دیا ہے، عام طور پر اسے ایک مثالی طرزِ حکومت سمجھا جاتا ہے، اور ایسے جُمہوری ملک کو بالعموم سیکولر (Secular) یا نیم سیکولر (Semi-Secular) بھی تصوُّر کیا جاتا ہے۔ سیکولر اسٹیٹ (Secular State) ہونے کا مطلب یہ ہے، کہ ریاست کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں، قانون سب شہریوں پر یکساں لاگو ہوگا، زبان، ذات، نسل اور رنگ کی بنیاد پر کسی سے کوئی امتیازی سُلوک نہیں ہوگا۔ سیکولرازم (Secularism) کے اس اُصول کو بنیاد بنا کر نام نہاد جُمہوری قوّتوں کو، بالخصوص یورپی ممالک (European Countries) کو اگر پرکھا جائے، تو یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہوگا کہ جُمہوریت (Democracy) کے ان علمبرداروں کے درمیان، اب

مسلمان کا جینا بے حد مشکل ہو چکا ہے، دہشتگردی (Terrorism) کے جھوٹے اِلزامات لگا کر ان پر نت نئے طریقوں سے ظلم وستم کیا جارہا ہے، انہیں طرح طرح کی پابندیوں کا سامنا ہے، مسلمان بچیوں کو اسکولز (Schools)، کالجز (Colleges) میں زَد وکوب کیا جارہا ہے، ان کے چہروں سے نقاب نوچا جارہا ہے ہیں، اگرچہ ان غیر اَخلاقی ہتھکنڈوں کے سبب مسلمانوں میں عدمِ تحفُّظ کا احساس بھی بڑھ رہا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ غیروں کی مُنافقت اور نعرۂ جُمہوریت کے پردے میں چُھپا ان کا گھناؤنا اور مکروہ چہرہ بھی دنیا کے سامنے آرہا ہے !!۔

دنیا بھر میں مسلمانوں کا بہتا لَہو

عزیزانِ محترم! یوں تو دنیا بھر میں مسلمان مَمالک پر خواہ مخواہ جنگیں مسلّط کر کے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ان کا قتلِ عام کیا جارہا ہے، مگر موجودہ دَور میں مسلمانوں پر سب سے زیادہ ظلم وستم، اور ان کا قتلِ عام جُمہوریت کے چیمپیئن امریکہ (United States) نے کیا، جس کی داستانوں کا شمار ہی نہیں !۔

نائن الیون (۹/۱۱) کا ڈرامہ اور لاکھوں مسلمانوں کا قتلِ عام

حضراتِ گرامی قدر! امریکہ (United States) نے مسلم ممالک پر قبضہ کرنے کے لیے نائن الیون (۹/۱۱) کا ڈرامہ (Drama) ترتیب دیا، اور دہشتگردی (Terrorism) کی آڑ میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو آگ اور خون کے دریا میں دھکیل دیا۔ عراق وافغانستان (Iraq and Afghanistan) کا حال آپ کے سامنے ہے! کس طرح لاکھوں بے گناہ مسلمان مَردوں، خواتین اور بچوں کو بے دردی سے شہید کیا گیا! ان کی حکومتوں کے تختے اُلٹ کر اپنے وفاداروں پر مشتمل کٹھ پتلی حکومتیں (governments Puppet) قائم کی گئیں !۔

امریکی صدر کی اسلام دشمنی

موجودہ امریکی صدر ٹرمپ(Trump) ہی کو دیکھ لیجیے، اس نے اپنی انتخابی مہم کے آغاز ہی میں کس قدر کھل کر اسلام دشمنی کا اظہار کیا! اور صدر منتخب ہوتے ہی اسلام کو باقاعدہ دہشتگرد مذہب قرار دے ڈالا! اور بعض اسلامی ممالک کے شہریوں پر امریکہ (United States) داخلے پر پابندی بھی لگائی!۔

اسلاموفوبیا کیسز(Cases)میں اضافہ

حضراتِ ذی وقار! جَرمن حکومت (German government) کے مطابق ۲۰۱۷ء میں جرمنی (Germany) میں مسلمانوں پر تقریبًا ۹۵۰ حملے ہوئے، جن میں ۶۰ حملے مساجد اور دیگر اسلامی سینٹرز(Islamic Centers)پر ہوئے، خواتین کو حجاب پہننے پر حملوں کا نشانہ بنایا گیا، ان حملوں میں تقریبًا ۳۴ مسلمان شہید ہوئے۔ یہی حال اسپین(Spain) کا ہے جہاں تقریبًا ۵۴۶ اسلام فوبیا (Islamphobia) کیس ریکارڈ ہوئے۔ جرمنی (Germany) اور اسپین (Spain) کے بعد یہی صورتحال برطانیہ (United Kingdom)، فرانس (France)، اٹلی (Italy)، اور نیدر لینڈ (Netherlands) جیسے دیگر یورپی ممالک (Countries European) کی بھی ہے۔

ابھی حال ہی میں نیوزی لینڈ(New Zealand) کے شہر کرائسٹ چرچ (Christ Church)میں اسلاموفوبیا(Islamophobia) کے شکار، ایک آسٹریلوی شہری(Australian Citizens) نے جمعہ کے روز دو ۲ مسجدوں میں گھس کر اندھا دھند فائرنگ کرکے، پچاس ۵۰ بے گناہ مسلمانوں کو نہ صرف شہید کیا، بلکہ دہشتگردی پر مبنی اپنی اس کاروائی کو فیس بک(Facebook) پر براہِ راست نشر بھی کیا!!۔

چینی مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر حملہ

عزیزانِ گرامی قدر! چین (China) کے مغربی صوبہ سنکیانگ (Xinjiang) میں مسلمانوں کے خلاف شدید ترین کاروائیوں کی اطلاعات بھی نہایت افسوسناک ہیں! اس علاقہ سے تقریبًا ایک ملین (One Million) مسلمانوں کے غائب ہوجانے کی خبروں نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو مضطرب کردیا ہے! مساجد کو بند کرنے، لاوڈ اسپیکر (Loudspeaker) پر اذان کو ممنوع قرار دینے، اور انتہا پسندی ودہشتگردی جیسے اِلزامات کے ذریعے، دنیا بھر کی طرح یہاں بھی مسلمانوں کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جارہا ہے!۔

شام کی خانہ جنگی سے متاثرہ افراد کی تعداد

شام کی خانہ جنگی میں تین ۳ لاکھ سے زائد شامی مرد، خواتین اور بچے مارے جاچکے ہیں، جبکہ زخمی ہونے والے دس ۱۰ لاکھ افراد اس کے علاوہ ہیں، تقریبًا ایک کروڑ بیس ۲۰ لاکھ افراد اس جنگ کے سبب اپنے گھروں کو چھوڑ کر نقل مکانی پر مجبور ہوچکے ہیں۔

روہنگیا مسلمانوں کی غریب الوطنی

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! روہنگیا مسلمان (Rohingya Muslims) دنیا کی شاید واحد ایسی اَقلیت ہیں، جنہیں ان کے اپنے ملک میانمار (Myanmar) کا شہری ہی تصوُر نہیں کیا جاتا، ان میں سے ملک بدر ہونے والے مسلمانوں نے بتایا، کہ ان پر حملہ کرنے والوں میں میانمار (Myanmar) کی فَوج کے علاوہ، رخائن (Rakhine) میں بدھ مت (Buddhism) کے پیروکار بھی تھے، جنہوں نے ان پر حملہ کرکے ان کے شہریوں کا قتلِ عام کیا، اور ان کے کئی گاؤں نذرِ آتش کر

ڈالے، جس کے نتیجے میں تقریباً چار ۴ لاکھ ۳۰ ہزار [۱] کے قریب روہنگیا مسلمان بنگلہ دیش (Bangladesh) کی طرف نقل مکانی پر مجبور ہوئے!۔

ہیومن رائٹس واچ (Human Rights Watch) نے ایک تصویر جاری کی، جس کے مطابق مسلمانوں کے ایک گاؤں میں سات سو گھروں کو آگ لگا دی گئی [۲]، اصل تعداد اگرچہ اس سے کئی گنا زائد ہے، لیکن ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے اتنا بھی کافی ہے!۔

سری لنکا کے مسلم کش فسادات میں ہونے والی تباہی

جانِ برادر! دیگر ممالک کی طرح سری لنکا (Sri Lanka) کو بھی مسلم کش فسادات کی آگ میں دھکیلا جا رہا ہے، جس کے نتیجے میں متعدّد شہادتیں ہو چکیں، جبکہ درجنوں افراد زخمی بھی ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک سو سے زائد مسلمانوں کے گھر تباہ کیے جا چکے ہیں، جبکہ تقریباً ۱۳ مساجد کو آگ لگا کر شہید کیا جا چکا ہے، اور تا حال وہاں یہ ظلم و ستم جاری ہے! ؏

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے

خون پھر خون ہے ٹپکے گا تو جم جائے گا! [۳]

فلسطینی مسلمانوں پر اسرائیل کے مظالم

عزیزانِ محترم! اسرائیل (Israel) نے ستر ۷۰ سالوں میں فلسطین (Palestine) کے شہر کے شہر ویران کر کے انہیں قبرستان میں تبدیل کر دیا، ننھے بچوں کی خون میں لت پت لاشوں کے اَنبار لگا دیے، جبکہ ہزاروں نوجوانوں کو زندگی بھر کے لیے اَپاہج (Disabled) بنا دیا۔

---

(۱) سماء ڈیجیٹل، ۲۵ ستمبر ۲۰۱۷ء۔

(۲) بی۔ بی۔ سی اردو۔

(۳) "کلیات ساحر" ص۱۸۷۔

ہندوستان میں جبری تبدیلئ مذہب کے واقعات

اسرائیل (Israel) ہی کی طرح ہندوستان (India) میں بھی مسلمانوں پر جو ظلم و ستم ہو رہا ہے، وہ اس سچائی کو آشکار کرتا ہے، کہ مفاد پرست اور جاہ طلب انسان، مذہب اور نظریۂ قوم پرستی (Ideology of Nationalism) کے ذریعے، کس طرح اپنا اُلّو سیدھا کرتا ہے! بنیادی طور پر مذہب انسانوں میں امن و محبت پھیلانے کا ذریعہ ہے، اصل فسادی وہ ظالم انسان ہیں جو اپنے مفادات کی خاطر مذہب کو اپنا ہتھیار بناتے ہیں!۔

بھارت (India) کو ہندو مملکت بنانے میں تیزی ۲۰۱۴ء کے بعد اس وقت آئی، جب انتہاء پسند ہندو تنظیم آر۔ ایس۔ ایس (R. S. S) کے ایک رَہنما نریندر مودی نے اقتدار سنبھالا! یہ شخص ۲۰۰۱ء میں ریاستِ گجرات (State of Gujarat) کے ہزارہا مسلمانوں کو بے دردی سے شہید کروا کے اپنی قوم کا ہیرو بنا! اس نے وزیرِ اعظم بنتے ہی مسلم مخالف مہم کا آغاز کر دیا؛ تاکہ ہندو برتری کا سکّہ چلایا جاسکے! آج ایک بار پھر تمام اہم ریاستوں میں بی۔ جے۔ پی (B. J. P) کی حکومت ہے، اور وہاں ہندو راج قائم کرنے کے لیے خفیہ و عیاں کوششیں جاری و ساری ہیں، مسلمانوں کو مارا پیٹا جارہا ہے، ان کے گھروں کو آگ لگائی جارہی ہے، شدھی تحریک کے ذریعے مسلمانوں کو ہندو بنایا جارہا ہے، جگہ جگہ گاؤ رکھشک گروہ وجود میں آگئے ہیں، اسکولوں کا نصاب تبدیل کیا جارہا ہے؛ تاکہ نصاب سے مسلمانوں کا ذکرِ خیر نکالا جاسکے، اور ہندو مت (Hinduism) کا پرچار ہو جائے۔ ان مساجد کو شہید کیا جارہا ہے جو ہندوؤں کے بقول مندر ڈھا کر تعمیر کی گئی تھیں، ہندو محلوں میں مسلمانوں کو کرائے پر مکان دینے سے انکار ہونے لگا ہے، ہندو

اداروں میں مسلمانوں کو ملازمتیں نہ دینے کا رَواج بھی جنم لے چکا ہے۔ جہاد کا شوشہ چھوڑ کر مسلمان لڑکوں پر حملے کیے جا رہے ہیں، کہیں جبراً ان کا مذہب تبدیل کروایا جا رہا ہے، تو کہیں مسلمانوں کے مابین انتشار و اختلاف کو فَروغ دیا جا رہا ہے، انہیں اپنے مذہب سے برگشتہ کیا جا رہا ہے؛ تاکہ مسلم نوجوان اپنی کسمپرسی اور تنزُلی کا ذمّہ دار اسلام کو قرار دے کر، اور ہندوانہ طرزِ زندگی اور مذہب اختیار کریں۔

گن پوائنٹ پر اسلامی شعائر کی توہین اور سیکولر اسٹیٹ کا مکروہ چہرہ

برادرانِ اسلام! ہندوستان میں گن پوائنٹ (Gun Point) پر مسلمانوں سے شعائرِ اسلام کی توہین کروانا اب معمول بن چکا ہے! سوشل میڈیا (Social Media) پر فیک اکاؤنٹس (Fake Accounts) کے ذریعے پیغمبرِ خدا اور ان کے اہلِ بیت کی شان میں نازیبا الفاظ، اور گستاخانہ خاکے بنا کر مسلمانوں کی دل آزاری کی جا رہی ہے، جس کے سبب بھارتی مسلمان عدمِ تحفُظ اور شدید احساسِ کمتری کا شکار ہو رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف مُودی حکومت مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کو روکنے، اور اقلیتوں کے جانی ومالی تحفُظ، اور مذہبی آزادی سے متعلق کوئی مناسب قانون سازی کرنے کے بجائے، اسے عوامی ردِّعمل قرار دے کر اس آگ کو مزید بڑھاوا دے رہی ہے!۔

اقلیتوں (Minorities) بالخصوص مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم سے متعلق ہیومن رائٹس واچ (Human Rights Watch) کی جانب سے ایک رپورٹ جاری کی گئی، جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ "گائے کا گوشت کھانے کے اِلزام میں مئی ۲۰۱۵ء سے دسمبر ۲۰۱۸ء کے درمیان ۴۴ لوگ مارے گئے، جن میں اکثریت مسلمانوں کی تھی، جبکہ پولیس نے بھی حملہ آوَروں کی مُعاونت میں اپنا حصہ ڈالا،

اور حکمران جماعت نے اسے عوامی ردِّ عمل قرار دیا تھا۔ اسی رپورٹ کے مطابق ۲۰۱۶ء میں بی۔ جے۔ پی دَورِ حکومت میں جھاڑکھنڈ (Jharkhand) کے ایک بارہ ۱۲ سالہ مسلمان نوجوان کو، صرف گائے لے جانے پر قتل کر دیا گیا اور اس کی لاش درخت پر لٹکادی گئی تھی"[۱]۔

مسلمانوں کی تاریخی عبادت گاہ "بابری مسجد" کی شہادت

اسی طرح مسلمانوں کی تاریخی عبادت گاہ "بابری مسجد" اور تین ۳ ہزار سے زائد مسلمانوں کو جنونی ہندوؤں نے کس طرح شہید کیا، اسے ساری دنیا نے دیکھا! دو ۲ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو جبراً اپنے گھروں سے نکال کر علاقہ بدر کر دیا گیا، سمجھوتہ ایکسپریس کے دروازے بند کر کے اس میں سوار مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا، لیکن مسلم حکمرانوں سمیت انسانیت کا چُورن بیچنے والی جُمہوری طاقتوں اور انسانی حقوق (Human Rights) کی این۔جی۔اوز (NGOs) کے کانوں پر جُوں تک نہیں رینگی، اور سب کے سب خاموش تماشائی بنے رہے!!۔

میرے محترم بھائیو! انتہاءپسند ہندوؤں (Extremist Hindus) کی جانب سے مسلمانوں پر ظلم وستم کی یہ داستان کوئی نئی بات نہیں، اس سے قبل بھی تقسیمِ ہندوستان (Partition of India) کے علاوہ، صرف حیدرآباد دکن (Hyderabad Deccan) کے مسلم کش فسادات میں، ۲۷ سے ۴۰ ہزار[۲] بے بس مسلمان شہید کیے گئے۔ ۱۹۶۴ء میں کلکتہ (Calcutta) میں سو سے زائد

---

(۱) "گائے کے نام پر مسلمانوں کا قتلِ عام" اے۔آر۔وائی نیوز ڈیجیٹل ۲۰ فروری ۲۰۱۹ء۔

(۲) بی۔بی۔سی اردو، اسلام آباد، ۱۸ ستمبر ۲۰۱۸ء بحوالہ سندر لال کمیٹی کی رپورٹ۔

مسلمانوں کو شہید، اور ہزاروں گھروں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ ۱۹۸۴ء میں آسام (Assam) کے ایک گاؤں "تلی" میں ۱۸۰۰ سے زائد مسلمانوں کو شہید کیا گیا۔ کشمیر (Kashmir) میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ امریکہ (United States)، یورپ (Europe) اور اسرائیل (Israel)، بھارت (India) کی پشت پر ہیں، جن کے سبب یورپی میڈیا (European Media) کشمیر کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم کو دنیا کے سامنے یا تو پیش ہی نہیں کرتا، اور اگر کرتا ہے تو اس کی شدّت کو کما حقّہ ظاہر نہیں کیا جاتا، لیکن ان اوچھے ہتھکنڈوں کے باوُجود اقوامِ متحدہ (United Nations) کی کمیٹی برائے انسانی حقوق کا ایک رکن، اپنے ضمیر کی آواز پر کشمیری مسلمانوں پر ہونے والے انسانیت سوز ظلم وستم کو بیان کرتے کرتے رو پڑا[1]۔

اُمّتِ مسلمہ کے لیے لمحۂ فکریہ

حضراتِ گرامی قدر! مذکورہ بالا اَعداد وشمار اور واقعات سے، بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یورپ (Europe)، امریکہ (United States) اور انڈیا (India) سمیت دنیا بھر میں کس طرح ایک منظّم منصوبے کے تحت، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت انگیز تحریکیں چلائی جا رہی ہیں!! جن کا بنیادی ہدَف اسلام اور مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے! دہشتگردی (Terrorism) کے نام پر دنیا بھر میں صرف امّتِ مسلمہ پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، شام (Syria) سے لے کر یمن (Yemen) تک، افغانستان (Afghanistan) سے لے کر عراق (Iraq) تک، برما (Burma) اور سری لنکا (Sri Lanka) سے لے کر کشمیر

(۱) نوائے وقت، ۱۰ مارچ ۲۰۱۹ء۔

و فلسطین (Kashmir and Palestine) تک، ہر جگہ بے گناہ مسلمانوں کا خون بہایا جارہا ہے، جبکہ ہمارے یہ مظلوم مسلمان غیروں کے ساتھ ساتھ اپنوں کی مُنافقت اور بے حسی کا بھی شکار ہو رہے ہیں!!۔

مسلم ممالک کی بے حسی

یقین مانیے! اگر مسلم ممالک کے حکمران بے حسی اور بزدلی کا مظاہرہ نہ کرتے، اگر علماء و مشائخ نے اپنے دینی و دُنیوی مناصب کے تقاضے شریعتِ اسلامیہ کے مطابق پورے کیے ہوتے، اگر مریدین سے فقط نذرانے بٹورنے والے گدی نشینوں نے صحیح طَور پر اپنے آباء واَجداد کی طرح کردار ادا کیا ہوتا، اگر اسٹیج (Stage) پر بیٹھ کر لمبی لمبی تقریریں کر کے دادِ عیش اور بھاری رقوم وُصول کرنے والے خطباء نے اُمتِ مسلمہ کی دینی، ملّی وسیاسی رَہنمائی کا فریضہ بخوبی انجام دیا ہوتا، تو جسدِ ملّت اپنی کامل رُوح کے ساتھ موجود ہوتا! یورپی دنیا (European World) میں سے کسی کو اتنی جرأت نہ ہوتی کہ وہ پیغمبرِ اسلام کی شان میں گستاخی کرتا! یا ان کی امّت کو نشانہ بناتا! یہ لوگ مسلمانوں پر ظلم وستم اور ان کے قتلِ عام کا سوچنا تو در کنار، ان کی دل آزاری سے بھی باز رہتے!!۔

میرے محترم بھائیو! تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان حکمران دیگر ممالک میں آباد مسلمانوں کے دَرد و تکلیف میں ان کی مدد کو پہنچتے رہے، تب تک کوئی انہیں میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا، مگر جب سے مسلمان ممالک نے ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیا، اور ہر مُعاملے کو ان کا یا اپنا اندرونی مُعاملہ قرار دینا شروع کر دیا، تبھی سے مسلمان زوال پذیر اور ظلم وستم کا شکار ہیں!!۔

"ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا!" آخر کیوں؟

عزیزانِ محترم! کیا فلسطین (Palestine)، عراق (Iraq)، شام (Syria)، یمن (Yemen)، مصر (Egypt)، برما (Burma)، افغانستان (Afghanistan) اور کشمیر (Kashmir) میں مسلمانوں کا قتلِ عام ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی نہیں ہے؟! کیا اب تک ہمیں یہود ونصاریٰ اور ہُنود کے اس گٹھ جوڑ کی سمجھ نہیں آئی؟! کیا اللہ ربّ العزّت اور رسول اللہ ﷺ نے اس بات پر ہمیں آگاہ نہیں کیا تھا، کہ یہ لوگ تمہارے کبھی دوست نہیں ہوسکتے؟! اس کے باوُجود ہم ان کے ساتھ تعلقات بڑھانے کے لیے کیوں مرے جارہے ہیں؟! دنیا بھر میں مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے، ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، مسلمان عورتوں کی عصمت دری کی جارہی ہے، لیکن اس کے باوُجود بظاہر ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا! آخر کیوں؟ کیا ہم اس قدر بے حس ہوچکے ہیں؟ یا پھر ہم برائے نام مسلمان ہیں؟! کیا رسولِ اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہمیں یاد نہیں کہ «مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ، وَتَرَاحُمِهِمْ، وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ، إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى»[1] "مسلمان آپس میں پیار ومحبت، رحم وشفقت اور مہربانی برتنے میں ایک جسم کی مانند ہیں، کہ جس طرح جسم کا کوئی ایک عضو بیمار پڑجائے، تو سارا جسم اضطراب اور بخار میں مبتلا ہوجاتا ہے"۔

تمام کافر ملّتِ واحدہ ہیں

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! ہمیں یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیے کہ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چودہ ۱۴ سو سال قبل ہی مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا تھا کہ

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب البرّ والصِلة، ر: ٦٥٨٦، صـ١١٣١.

«الْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ»[1]"تمام کفّار ایک قوم وملّت ہیں"۔

لیبیا (Libya) ہو یا فلسطین، عراق ہو یا افغانستان، یہ غیر مسلم جہاں بھی ہوں گے مسلمانوں کے خلاف متحد ہوں گے۔ مقامِ صد افسوس ہے کہ ساری دنیا کے کفّار تو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف متحد ہیں، لیکن ہم مسلمان آج بھی باہمی اختلافات کا شکار ہیں! ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمِ اسلام کے مسلمان اپنے اختلافات کو پسِ پشت ڈال کر کفر کے خلاف متحد ہو جائیں! اور دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے مسلمانوں کی تکلیف کو محسوس کریں، ان کی ہر ممکن مدد کریں! ظلم وبربریت (Barbarism Cruelty and)، دہشت اور درندگی کے شکار مظلوم مسلمان، اِمداد طلب نظروں سے آج ہمیں دیکھ رہے ہیں! اس لیے مسلمان حکمرانوں کو مصلحتوں اور ذاتی مفادات کی پالیسی کو ترک کرکے، اپنا کردار ادا کرنا ہوگا! اور اس ظلم وستم کو روکنا ہوگا!! ورنہ ؏

تمہاری داستاں تک نہ رہے گی داستانوں میں!

اپنی ایمانی کیفیت پر نظرِ ثانی کی ضرورت

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! دنیا بھر کے مسلمانوں پر ہونے والے ظلم وستم پر اگر آپ کا دل نہیں جلتا! مسلم آبادیوں پر گرتے میزائل (Missiles) اور بم (Bombs)، اگر آپ کو آزُردہ نہیں کرتے! بے گناہ مسلمانوں کے خون آلُود اور کٹے پھٹے آدھے ادھورے جسم، اگر آپ کو نہیں تڑپاتے! آپ کو ان کی تکلیف، ان کا دُکھ درد، اگر اپنی تکلیف اور اپنا دکھ درد محسوس نہیں ہوتا! تو اپنی ایمانی کیفیت پر ایک نظر

(١) "الآثار" لأبي يوسف، في الفرائض، ر: ٧٨١، صـ١٧١.

ضرور دَوڑا لیجیے !؛ کیونکہ جس کریم آقا ﷺ کا ہم نے کلمہ پڑھا ہے وہ نبئ رحمت ﷺ تو اپنے ہر اُمّتی کی تکلیف کو اپنی تکلیف محسوس کرتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ آذَى مُسْلِماً فَقَدْ آذَانِي! وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ!»(۱) "جس نے ناحق کسی مسلمان کو اِیذاء دی یقیناً اس نے مجھے اِیذاء دی! اور جس نے مجھے اِیذاء دی اس نے اللہ تعالی کو اِیذاء دی!"۔

دعا

اے اللہ! دنیا بھر کے مسلمانوں کی حفاظت فرما، انہیں ظلم وستم اور جابر وظالم حکمرانوں سے نَجات عطا فرما، انہیں غلبہ عطا فرما، اور ان کی عظمتِ رفتہ کو بحال فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "المعجم الأوسط" باب السين، من اسمه سعيد، ر: ۳٦۰۷، ۲/ ۳۸۷.

اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا

(جمعۃ المبارک ۴ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۵/۱۰ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

برادرانِ اسلام! تاریخ کا رخ بدلنے میں جہاں مسلمان مَردوں نے جدوجہد کی، وہیں بَعض خواتین نے بھی اہم کردار ادا کیا، ان میں سرفہرست اور سنہری حُروف سے لکھا گیا، ایک مقدّس اسمِ گرامی اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالی عنہا کا بھی ہے۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ عرب کی ایک معزّز ترین اور دَولتمند خاتون ہونے کے ساتھ ساتھ، علم وفضل اور ایمان واِیقان میں بھی نمایاں مقام رکھتی ہیں!۔

آپ رضی اللہ تعالی عنہا کا شجرۂ نسب

عزیزانِ محترم! آپ رضی اللہ تعالی عنہا کا شجرۂ نسَب کچھ اس طرح ہے: خدیجہ بنتِ خوَیلد بن اسد بن عبد العزّی بن قصَی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُوی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب نبیٔ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب شریف سے قصی میں مل جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کنیت امِّ ہند ہے، آپ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن عصم، قبیلہ بنی عامر بن لُوی سے تھیں[1]۔

اللہ تعالی کا سلام

حضراتِ محترم! "صحیح مسلم" میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حضرت سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہوکر عرض کی: «يَا رَسُولَ الله هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْكَ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ، فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا ﷻ»[2] "اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس حضرت خدیجہ دستر خوان لارہی ہیں، جس میں کھانے پینے کی چیزیں ہیں، جب وہ آئیں تواُن سے ان کے رب تعالی کا سلام فرمائیے گا" ؏

عرش سے جس پہ تسلیم نازِل ہوئی اُس سرائے سلامت پہ لاکھوں سلام![3]

افضل ترین جنّتی خواتین میں شمار

عزیزانِ محترم! "مسندِ امام احمد" میں سیّدنا ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «أَفْضَلُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ: خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ، وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَآسِيَةُ بِنْتُ مُزَاحِمٍ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ، وَمَرْيَمُ ابْنَةُ عِمْرَانَ»[4] "جنّتی خواتین میں سب سے افضل خدیجہ بنت خوَیلد، فاطمہ

---

(۱) "مدارج النبوّت" قسم پنجم، باب دُوم ۲ در ذکرِ اَزواجِ مطہّرات، جزء ۲، صـ۴۶۴۔

(۲) "صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، ر: ٦٢٧٣، صـ١٠٦٩.

(۳) "حدائقِ بخشش" "مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، حصّہ دُوم ۲، صـ۳۱۰۔

(٤) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بن العبّاس، ر: ٢٦٦٨، ١/ ٦٢٨.

بنت محمد، آسیہ بنت مُزاحم زوجۂ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں"۔

سیّدہ خدیجۃ الکبری کی تجارت میں دوگنا نفع

حضرات گرامی قدر! نبیٔ پاک ﷺ کے اَخلاقِ حسَنہ کا ہر جگہ چرچا تھا، حتی کہ مشرکینِ مکّہ بھی حضور کو صادق وامین کے لقب سے یاد کیا کرتے۔ سیّدہ خدیجہ نے پیغامِ نکاح سے پہلے سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں پیغام بھیجا کہ "اگر آپ ملکِ شام جائیں تو میرا مالِ تجارت بھی ساتھ لیتے جائیں (اور اللہ تعالی نفع دے گا جو آپ مناسب خیال فرمائیں گے) اس نفع سے لے لیں!" حضور اقدس ﷺ نے اس پیشکش کو بمشورہ ابوطالب قبول فرمالیا، سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے غلام مَیسرہ کو بغرض خدمتِ حضور اقدس ﷺ کے ساتھ کردیا، حضورِ اکرم ﷺ نے اپنا مال شام کے شہر بُصری میں فروخت کرکے دوگنا نفع حاصل کیا، نیز قافلے والوں کو آپ ﷺ کی صحبتِ بابرکت سے بہت نفع ہوا، جب قافلہ واپس ہوا تو سیّدہ رضی اللہ تعالی عنہا نے دیکھا کہ دو ۲ فرشتے رحمتِ عالَم ﷺ پر سایہ کُناں ہیں، نیز دَورانِ سفر کے خَوارِق (اِرہاصات) نے بھی سیّدہ رضی اللہ تعالی عنہا کو آپ ﷺ کا گرویدہ کردیا تھا[1]۔

حضورِ اکرم کے ساتھ سیّدہ خدیجۃ کا نکاح

امّ المؤمنین سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا مالدار ہونے کے ساتھ ساتھ فَراخ دل، اور قریش کی خواتین میں اَشرف واَنسب تھیں، بکثرت قریشی سردار آپ رضی اللہ تعالی عنہا سے نکاح کے خواہشمند تھے، لیکن آپ رضی اللہ تعالی عنہا نے کسی کے پیغام کو قبول نہ فرمایا، بلکہ سیّدہ رضی اللہ تعالی عنہا نے سرکارِ دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں نکاح کا پیغام بھیجا۔

---

(۱) "مدارج النبوّت" قسم دُوم ۲، باب دُوم در کفالتِ عبد المطلب... الخ، جزء ۲، ص۲۷۔

نکاح کی تقریب میں سیّدہ نے اپنے چچا عَمرو بن اَسد کو بلایا، مصطفٰی جانِ رحمت ﷺ بھی اپنے چچا ابو طالب، حضرت سیّدنا امیرِ حمزہ، حضرت سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہم اور دیگر رُؤسا کے ساتھ سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا کے مکان پر تشریف لائے۔ اس تقریب میں خطبہ حضور کے چچا ابو طالب نے پڑھا، ایک روایت کے مطابق سیّدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا مہر ساڑھے بارہ اَوقیہ (تقریباً ۱۳۱.۲۵ گرام یعنی ۱۱.۲۵ تولہ) سونا تھا"[۱]۔

بوقتِ نکاح سیّدہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی عمر چالیس ۴۰ برس، اور آقائے دو جہاں ﷺ کی عمر شریف پچیس ۲۵ برس تھی[۲]۔

حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا فرماتی ہیں: «لَمْ يَتَزَوَّجِ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خَدِيجَةَ حَتَّى مَاتَتْ»[۳] "جب تک سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالٰی عنہا حیات رہیں، نبیٔ کریم ﷺ نے کسی اَور سے نکاح نہ فرمایا"۔

غم گسار بیوی

حضراتِ ذی وقار! غارِ حرا میں حضرت سیّدنا جبریل علیہ السلام بارگاہِ رحمتِ عالمیان ﷺ میں وحی لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی: پڑھیے! حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «مَا أَنَا بِقَارِئٍ» "میں پڑھنے والا نہیں" اس کے بعد حضرت سیّدنا جبریل علیہ السلام نے اپنی آغوش میں لے کر گلے لگایا پھر چھوڑ کر دوبارہ کہا: پڑھیے! حضور نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: «مَا أَنَا بِقَارِئٍ» "میں پڑھنے والا نہیں" حضرت سیّدنا جبریل

---

(۱) "مدارج النبوّت" قسم دُوم ۲، باب دُوم در کفالتِ عبد المطلب...الخ، جزء۲، صـ۲۷، ۲۸۔

(۲) انظر: "الطبقات الكبرى" ذكر خديجة بن خويلد، ٦/ ١١.

(۳) "صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، ر: ٦٢٨١، صـ١٠٧٠.

علیہ السلام نے آغوش میں لے کر گلے لگایا پھر چھوڑ کر کہا: ﴿ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۝ اِقۡرَاۡ وَ رَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۝ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ﴾[1] "اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، آدمی کو خون کے لوتھڑے سے، پڑھیے اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا"۔

اس واقعہ سے مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی طبیعت بے حد متاثر ہوئی، واپسی پر سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا: «زَمِّلُونِي زَمِّلُونِي!»[2] "مجھے کمبل اڑھائیے، مجھے کمبل اڑھائیے!" سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا نے نبئ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے جسمِ انور پر کمبل ڈالا، تاکہ خشیت کی کیفیت دُور ہو! پھر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا سے سارا حال بیان فرمایا، سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پیارے آقا صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تسلّی دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالی آپ کے ساتھ اچھا ہی کرے گا؛ کیونکہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم صلہ رحمی فرماتے ہیں، عِیال کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں، بے کسوں اور مجبوروں کی دستگیری کرتے ہیں، محتاجوں اور غریبوں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں، لوگوں کے ساتھ حُسنِ اَخلاق سے پیش آتے ہیں، لوگوں کی سچائی میں ان کی مدد فرماتے ہیں، اور ان کی برائی سے متنبّہ فرماتے ہیں، یتیموں کو پناہ دیتے ہیں، سچ بولتے ہیں، اور امانتیں ادا فرماتے ہیں! سیّدہ خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا نے ان باتوں سے حضور نبئ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو تسلی واطمینان دلایا، کفّارِ قریش کی

---

(۱) پ۳۰، العلق: ۱-۵.

(۲) "صحیح البخاري" کتاب بدء الوحي، ر: ۳، صـ۱.

تکذیب سے رحمتِ عالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جو غم اور پریشانی لاحق ہوتی، وہ سب سیّدہ خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا کو دیکھتے ہی زائل ہو جاتی اور آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم خوش ہوجاتے تھے! اور جب سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم تشریف لاتے تو وہ آپ کی خاطر مدارت فرماتیں، جس سے ہر مشکل آسان ہوجاتی![1]۔

سابق الایمان

جانِ برادر! مذہبِ جُمہور پر سب سے پہلے علی الاعلان ایمان لانے والی حضرت سیّدہ خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا ہیں؛ کیونکہ جب سرورِ دوعالم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم غارِ حرا سے تشریف لائے، اور ان کو نُزولِ وحی کی خبر دی، تو وہ فوراً حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لے آئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے بعد سب سے پہلے سیّدنا ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے، بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے سیّدنا حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے، اس وقت آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی عمر شریف دس ۱۰ سال تھی۔ شیخ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ محتاط اور مَوزُوں تر یہ ہے کہ آزاد مَردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، بچوں اور نَو عمروں میں حضرت علی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ، عورتوں میں سیّدہ خدیجہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا، آزاد کردہ غلاموں میں زَید بن حارِثہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ اور غلاموں میں سے حضرت بلال حبشی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایمان لائے[2]۔

سیّدہ خدیجۃ الکبری کی فراخ دلی

عزیزانِ محترم! حضور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے فرمایا:

«لَا واللهِ مَا رَزَقنيَ اللهُ خيراً منها، آمنتْ بي حين كفر بيَ الناسُ، وصدّقتْني

---

(۱) "مدارج النبوّت" قسم دُوم ۲، باب سوم ۳ در بدء الوحی و ثبوت نبوّت، جزء ۲، ص۳۱، ۳۲، ملتقطاً۔
(۲) دیکھیے: "مدارج النبوّت" قسم دُوم ۲، باب سوم ۳ در بدء الوحی و ثبوت نبوّت، جزء ۲، ص۳۷۔

حين كذّبني الناسُ، وأعطتْني مالَها حين حرَمنيَ الناسُ، ورزقنيَ اللهُ أولادَها»[۱] "اللہ کی قسم خدیجہ سے بہتر مجھے کوئی زَوجہ نہیں ملی! جب سب لوگوں نے مجھے نہ مانا اُس وقت وہ مجھ پر ایمان لائیں! جب سب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے اُس وقت انہوں نے میری تصدیق کی! جس وقت لوگ مجھے محروم کرنا چاہتے تھے اُس وقت خدیجہ نے مجھے اپنا مال دیا! اور انہی سے اللہ تعالی نے مجھے اَولاد عطا فرمائی!"۔

اَولادِ امّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری

حضراتِ ذی وقار! حضور سرورِ کائنات ﷺ کی تمام اَولاد حضرت خدیجۃ الکبری امّ المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا کے بطن سے ہے، بجز حضرت سیّدنا ابراہیم رضی اللہ تعالی عنہ کے، جو سیّدہ ماریہ قِبطیہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پیدا ہوئے۔ فرزندوں میں حضرت سیّدنا قاسم، حضرت سیّدنا طیّب اور حضرت سیّدنا طاہر رضی اللہ تعالی عنہم کے اسمائے گرامی مَروی ہیں، جبکہ صاحبزادیوں میں سیّدہ زینب، سیّدہ رُقیہ، سیّدہ امِّ کلثوم اور سیّدہ فاطمہ زہراء -رضی اللہ تعالی عنہنّ- ہیں[۲]۔

سیّدہ خدیجۃ الکبری کا وصالِ مبارک

حضراتِ محترم! آپ رضی اللہ تعالی عنہا تقریبًا پچیس ۲۵ سال مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی شریکِ حیات رہیں، آپ کا وصال بعثت (اعلانِ نبوّت) کے دسویں سال ماہِ رمضان میں ہوا، آپ کی قبر مبارک حجون (جنّۃ المعلی مکّۃ المکرّمہ) میں ہے، حضور رحمتِ عالمیان ﷺ آپ رضی اللہ تعالی عنہا کی قبر میں داخل ہوئے اور دعائے خیر فرمائی، نمازِ

(۱) "شرح الزرقاني" المقصد ۲، الفصل ۳، خديجة أمّ المؤمنين، ٤/ ۳۷۲.
(۲) "سيرة ابن هشام" أولاد النّبي من خديجة، الجزء۱، صـ۹۹.

جنازہ اُس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔ آپ کی وفات پر رحمتِ عالم ﷺ بہت ملول و حزین ہوئے![1]۔

حضور ﷺ کی زبانی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا ذکرِ خیر

میرے محترم بھائیو! اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالی عنہا کا اکثر ذکر خیر فرمایا کرتے، جب حضورِ اکرم ﷺ بکری ذبح کرتے تو فرماتے: «أَرْسِلُوا بِهَا إِلَى أَصْدِقَاءِ خديجَةَ»[2] "خدیجہ کی سہیلیوں کے گھر پہنچادو!"۔

رفیقانِ گرامی قدر! امّ المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا کی بارگاہِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے، امامِ اہلِ سنّت احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی نے لکھا: ع

سیّما پہلی ماں کہفِ اَمن واَماں　　حق گزارِ رَفاقت پہ لاکھوں سلام[3]

اور حفیظ جالندھری رحمہ اللہ تعالی نے اپنے اَشعار میں اس طرح خراجِ تحسین پیش کیا: ع

وہ اُمّ المسلمیں جو مادرِ گیتی کی عزّت ہے
وہ اُمّ المسلمیں قدموں کے نیچے جس کے جنّت ہے

خدیجہ طاہرہ یعنی نبی کی باوفا بی بی
شریکِ راحت واَندوہ پابندِ رِضا بی بی

---

(۱) "مدارج النبوّت" قسم پنجم ۵، باب دُوم ۲ در ذکرِ اَزواج مطہّرات، جزء ۲، ص۴۶۵۔
(۲) "صحيح مسلم" كتاب فضائل الصحابة، ر: ٦٢٧٨، صـ١٠٧٠.
(۳) "حدائق بخشش" مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، حصّہ دُوم ۲، ص۳۱۰۔

دِیارِ جاودانی کی طرف راہی ہوئیں وہ بھی
گئیں دنیا سے آخر سُوئے فردَوسِ بریں وہ بھی (۱)

دعا

اے اللہ! ہمیں اور ہماری خواتین کو اُمّ المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرتِ طیبّہ پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کواَور زیادہ فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "شاہنامۂ اسلام" عام الحزن، ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبری کی وفات، ۱/۱۳۵۔

غزوۂ بدر معرکۂ حق وباطل

(جمعۃ المبارک ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ - ۱۷/۰۵/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اسلام کی سب سے پہلی جنگ

برادرانِ اسلام! حق وباطل کی جنگ روزِ اوّل سے جاری ہے، جس کی مختلف صورتیں ہر دَور میں ظاہر ہوتی رہتی ہیں، انہی میں سے ایک اسلام کی سب سے پہلی جنگ غزوۂ بدر بھی ہے، کہ مشرکینِ مکّہ اور مسلمانوں کے درمیان ہجرت کے دوسرے سال ماہِ رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ کو جمعۃ المبارک کے دن جب یہ عظیم معرکہ ہوا، تو صبر واستقلال اور توکُّل کے اعلیٰ پیکر اہلِ ایمان، تائید الٰہی کی بدَولت کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۲۳ اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىِٕكَةِ مُنْزَلِيْنَ ۝۱۲۴ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا

وَ تَتَّقُوۡا وَ یَاۡتُوۡكُمۡ مِّنۡ فَوۡرِهِمۡ هٰذَا یُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ بِخَمۡسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓىِٕكَةِ مُسَوِّمِیۡنَ ﴾[۱] "یقیناً اللہ تعالی نے بدر میں تمہاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے، تو اللہ سے ڈرو کہ کہیں تم شکر گزار ہو! جب اے محبوب! تم مسلمانوں سے فرماتے تھے کہ کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ۳ ہزار فرشتے اتار کر؟ ہاں کیوں نہیں! اگر تم صبر وتقویٰ اختیار کرو اور کافر اسی دَم تم پر آپڑیں، تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ۵ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا!"۔ "چنانچہ اہلِ ایمان نے روزِ بدر صبر وتقویٰ سے کام لیا، اللہ تعالی نے حسبِ وعدہ پانچ ۵ ہزار فرشتوں کی مدد بھیجی، اور مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست ہوئی"[۲]۔

ایک اَور مقام پر اللہ تعالی کا ارشادِ مبارک ہے: ﴿اِذۡ تَسۡتَغِیۡثُوۡنَ رَبَّكُمۡ فَاسۡتَجَابَ لَكُمۡ اَنِّیۡ مُمِدُّكُمۡ بِاَلۡفٍ مِّنَ الۡمَلٰٓىِٕكَةِ مُرۡدِفِیۡنَ﴾[۳] "جب تم اپنے رب تعالی سے فریاد کرتے تھے، تو اس نے تمہاری سُن لی کہ میں تمہیں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے مدد دینے والا ہوں!"۔

اس بے سروسامانی کو دیکھ کر خود نبئ کریم ﷺ نے اللہ تعالی کے حضور دعا کی: «اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ حُفَاةٌ فَاحْمِلْهُم، اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ عُرَاةٌ فَاكْسُهُم، اللَّهُمَّ إِنَّهُمْ جِيَاعٌ فَأَشْبِعْهُمْ» "اے اللہ! یہ لوگ پیادہ ہیں انہیں سواری دے، اے اللہ! یہ لوگ بوسیدہ لباس ہیں انہیں لباس دے، اے اللہ! یہ لوگ بھوکے ہیں انہیں سیر کر!"۔ اللہ تعالی نے بدر کے دن فتح دی، وہ لوگ جس وقت لَوٹے تو اس حالت

---

(۱) پ ٤، آل عمران: ١٢٣-١٢٥.
(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ ۴، آل عمران، زیرِ آیت: ۱۲۵، ص ۱۲۹۔
(۳) پ۹، الأنفال: ۹.

میں پلٹے کہ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جو ایک یا دو ۲ سواری کے بغیر ہو، انہوں نے کپڑے بھی پائے اور سیر بھی ہوئے[۱]۔

ابو الاثر حفیظ جالندھری مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے: ؏

فضائے بدر کو اِک آپ بیتی یاد ہے اب تک
یہ وادی نعرۂ توحید سے آباد ہے اب تک[۲]

تھے اُن کے پاس دو گھوڑے چھ زرہیں آٹھ شمشیریں
پلٹنے آئے تھے یہ لوگ دنیا بھر کی تقدیریں

نہ تیغ وتیر پہ تکیہ، نہ خنجر پر نہ بھالے پر
بھروسا تھا تو اِک سادی سی کالی کملی والے پر[۳]

بدر میں فریقین کی تعداد اور دعائے مصطفی

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! "صحیح مسلم شریف" میں ہے کہ روزِ بدر تاجدارِ رسالت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے مشرکین کو ملاحظہ فرمایا کہ تعداد میں ایک ہزار ہیں، اور آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے اصحاب تین سو انیس ۳۱۹ [اور بعض روایات میں تعداد تین سو تیرہ ۳۱۳[۴] ہے] تو حضورِ اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھ پھیلا کر ربّ تعالی سے یہ دعا کرنے لگے:

---

(١) "الطبَقات الكُبرى" ذكر عدد مَغازي رسول الله صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، ١/ ٣٥٩.

(۲) "شاہنامۂ اسلام" "باب اوّل، معرکۂ بدر، حصّہ دُوم ۲، ص۲۰۹۔

(۳) ایضاً، معرکۂ نور وظلمت، صف اسلام، حصّہ دُوم ۲، ص۲۲۹۔

(٤) "صحيح البخاري" كتاب المَغازي، ر: ٣٩٥٧، صـ٦٦٩.

«اللّٰهُمَّ أَنْجِزْ لِي مَا وَعَدْتَنِي! اللّٰهُمَّ آتِ مَا وَعَدْتَنِي! اللّٰهُمَّ إنَّكَ إِنْ تُهْلِكْ هَذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْأَرْضِ!» "یارب جو تُونے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اسے پورا کردے! الٰہی جو تُونے مجھ سے وعدہ کیا عنایت فرما! یااللہ اگر تو اہلِ اسلام کی اس جماعت کو ہلاک کردے گا، تو زمین میں تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے ہوگا!" اسی طرح حضور سرورِ کونین ﷺ دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ دوشِ مبارک سے چادر شریف اُتر گئی، تب حضرت سیّدنا ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ حاضر ہوئے اور چادر مبارک دوشِ اقدس پر ڈال کر عرض کی: یانبیَ اللہ! آپ کی مُناجات اپنے ربّ تعالی کے ساتھ کافی ہوگئیں! وہ بہت جلد اپنا وعدہ پورا فرمائے گا! اس پر یہ آیتِ مبارکہ نازِل ہوئی: ﴿اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّیْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِیْنَ﴾[1] "جب تم اپنے رب تعالی سے فریاد کرتے تھے، تو اس نے تمہاری سُن لی کہ میں تمہیں ہزاروں فرشتوں کی قطار سے مدد دینے والا ہوں!"۔

غزوۂ بدر کو چودہ ۱۴ سو سال سے زائد گزر چکے ہیں، لیکن اس کی یاد آج بھی مسلمانوں کے ایمان کو تازہ کرتی ہے! صدیوں بعد آج بھی مقامِ بدر کفّارِ مکہ کی شکستِ فاش اور مسلمانوں کی فتح وکامرانی کی گواہی دیتا ہے، موجودہ دَور میں مسلمانوں کی زوال اور کفّار کے غلبہ کی وجہ بھی یہی ہے، کہ آج مسلمانوں کے پاس تمام وسائل موجود ہونے کے باوُجود ان کے پاس "بدر" کا وہ جذبہ نہیں رہا! ؏

ہتھیار ہیں اَوزار ہیں اَفواج ہیں لیکن   وہ تین سو تیرہ کا لشکر نہیں ملتا

"کفّار کے لشکر میں عیش وعشرت کا سامان بھی کافی تعداد میں تھا، یہاں تک کہ کسی پانی کے کنارے پڑاؤ کرتے تو خیمے نصب کرتے اور ان کے ہمراہ گانے والی طوائف

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الجهاد والسِیر، ر: ٤٥٨٨، صـ٧٨١، ٧٨٢.

اور آلات طرب بھی تھے، جبکہ مسلمانوں کے پاس ایک خیمہ تک نہیں تھا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کھجور کے پتوں اور ٹہنیوں سے ایک عریش (جھونپڑی) تیار کر کے حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس میں ٹھہرایا، آج اس عریش کی جگہ ایک مسجد بنی ہوئی ہے"[1]۔

کفّارِ بدر کے مقاماتِ قتل کی پیشگی خبر اور علومِ خمسہ

عزیزانِ محترم! اس جنگ کا حال بیان کرتے ہوئے حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مشورہ اس وقت کیا جب ہمیں ابوسفیان کی آمد کی خبر ملی، اور حضرت سیّدنا سعد بن عُبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کھڑے ہوکر بولے: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ اپنے گھوڑے سمندر میں ڈال دو تو ہم ضرور کر گزریں گے، اور اگر آپ ہمیں حکم دیں کہ ہم ان کے سینے برک غماد [یمن کا آخری شہر ہے جو مدینۂ منوّرہ سے بہت دُور ہے] تک ماریں، تو ہم ایسا بھی ضرور کریں گے! راوی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو جہاد کے لیے بلایا تو لوگ آپ کے ساتھ چل پڑے، یہاں تک کہ میدانِ بدر میں جا اُترے، پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ» "یہ فُلاں کافر کی قتل گاہ ہے" اور اپنا ہاتھ زمین پر ادھر اُدھر رکھتے تھے، راوی کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بیان کردہ جگہ سے نہ ہٹ پایا"[2] یعنی جس کی جہاں جگہ بتائی وہ وہیں مرا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رب تعالی نے ہر ایک کے وقتِ مَوت، موت کی جگہ اور کیفیتِ موت کی خبر دی ہے کہ کون، کہاں، کیسے اور

(۱) "مدارج النبوّت" قسم سوم ۳ در ذکر وقائع سنوات، ذکر غزوہ بدر کبری، جزء ۲، صـ ۸۲، ۸۶، ملتقطاً۔
(٢) "صحيح مسلم" كتاب الجهاد، ر: ٤٦٢١، صـ٧٩٢، ملتقطاً.

کب مرے گا، کافر ہو کر یا مؤمن ہو کر! یہ علم علومِ خمسہ میں سے ہے جس کا ظُہور جنگِ بدر میں اس طرح ہوا۔

مُردے بھی سنتے ہیں

حضرات گرامی قدر! "صحیح مسلم شریف" میں ہے کہ امیر المؤمنین سیّدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں کفّارِ بدر کی قتل گاہیں دکھاتے ہوئے فرمایا: «هَذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غداً، إِنْ شَاءَ اللهُ» کہ "اگر اللہ تعالی نے چاہا تو کل فُلاں کافر یہاں قتل ہوگا" جہاں جہاں حضور نے بتایا تھا وہیں وہیں ان کی لاشیں گریں، پھر بحکمِ حضور وہ کفّار کے لاشے ایک کنویں میں بھر دیئے گئے، حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے اور فرمایا: «يَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ وَيَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ! هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَكُمُ اللهُ وَرَسُولُهُ حَقّاً؟ فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَنِي اللهُ حَقّاً» "اے فُلاں بن فُلاں اور اے فُلاں بن فُلاں! کیا تم نے خدا اور رسول کا دیا ہوا سچا وعدہ پایا؟ میں نے تو اللہ تعالی کا دیا ہوا وعدہ حق پالیا ہے"۔ امیر المؤمنین سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! حضور اِن جسموں سے کیوں کلام کرتے ہیں جن میں رُوحیں نہیں؟! فرمایا: «مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِـمَا أَقُولُ مِنْهُمْ، غَيْرَ أَنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيعُونَ أَنْ يَرُدُّوا عَلَيَّ شَيْئاً»[1] "جو میں کہہ رہا ہوں اسے تم ان مُردوں سے زیادہ نہیں سنتے، مگر انہیں یہ طاقت نہیں کہ مجھے جواب دے سکیں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ مُردے کافر ہی کیوں نہ ہوں وہ سنتے ہیں، مگر جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے، اور مسلمان تو بدرجۂ اَولی سنتے ہیں، پھر انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم کی سماعتوں کے کیا کہنے!۔

---

(۱) المرجع نفسه، كتاب الجنّةِ وصفة نعِيمها وأهلها، ر: ۷۲۲۲، صـ۱۲٤٤، ۱۲٤٥.

ابو جہل کا قتل

حضراتِ ذی وقار! جنگِ بدر میں جہاں بڑے بڑے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے بہادری و جرأت کے جوہر دکھائے، وہیں کمسن بچے بھی پیچھے نہ رہے، حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں بدر کے دن صف میں کھڑا تھا، میں نے اپنے دائیں بائیں دیکھا تو خود کو انصار کے دو ۲ نو عمر بچوں کے ساتھ پایا، میں نے تمنّا کی کہ میں بھی ان جیسے بہادروں کے درمیان ہوتا، ان میں سے ایک نے مجھے اشارہ کیا اور کہا کہ چچا جان! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں اے بھتیجے! تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ وہ بولا: مجھے خبر ملی ہے کہ وہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو گالیاں دیتا ہے! اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں نے اسے دیکھ لیا تو میں اس سے جُدا نہ ہوں گا، یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی ایک مر جائے، حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی بہادری پر بڑا تعجب ہوا!۔

پھر دوسرے نے بھی مجھے اشارہ کیا اور مجھ سے اسی طرح کہا، جب میں نے ابو جہل کو لوگوں کے بیچ دیکھا، تو میں نے ان بچوں سے کہا کہ دیکھو! وہ تمہارا مطلوب ہے جس کے بارے میں تم مجھ سے پُوچھ رہے تھے! حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں اپنی تلواریں لیے ابو جہل پر جھپٹ پڑے، اسے مارا حتی کہ اسے قتل کر دیا، پھر دونوں بچوں نے نبیٔ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس بات کی خبر دی، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «أَيُّكُمَا قَتَلَهُ؟» "تم میں سے کس نے اُسے قتل کیا؟" ان میں سے ہر ایک نے کہا کہ اسے میں نے مارا ہے، فرمایا: «هَلْ مَسَحْتُمَا سَيْفَيْكُمَا؟»

"کیا تم نے اپنی تلواریں پونچھ لی ہیں؟" وہ بولے کہ نہیں، رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کی تلواریں دیکھیں تو فرمایا: «کِلَاکُمَا قَتَلَهُ!» "تم دونوں نے ہی اُسے قتل کیا ہے!"۔ وہ دونوں حضرات سیّدنا مُعاذ بن عفراء اور سیّدنا مُعاذ بن جموح رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا تھے[1]۔

خیال رہے کہ ان دونوں مجاہدوں کا نام مُعاذ یا معوذ ہے، یہ دونوں حضرات اَخیافی یعنی ماں شریک بھائی ہیں، ان کی والدہ کا نام عفراء ہے جن کے ایک خاوَند کا نام عَمرو بن جموح ہے، دوسرے خاوَند کا نام حارِث ہے، لہذا مُعاذ بن عَفراء میں نسبت ماں کی طرف ہے، بعض روایات میں ان دونوں مُعاذوں کو ابن عفراء کہا جاتا ہے، وہ بھی درست ہے کہ دونوں کی نسبت ماں کی طرف ہے[2]۔

شہدائے بدر کے اسمِ گرامی

میرے محترم بھائیو! اس معرکہ میں جو چودہ ۱۴ سعادتمند شہید ہوئے، ان صحابۂ کرام رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُم کو اعلیٰ مقام ومرتبہ حاصل ہوا، جن میں سے چھ ٦ مہاجر اور آٹھ ۸ انصار تھے۔ شہدائے مہاجرین کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت سیّدنا عبیدہ بن حارِث مطلبی (۲) حضرت سیّدنا مہجع (۳) حضرت سیّدنا عمیر بن ابی وقاص (۴) حضرت سیّدنا عاقل بن ابی بکیر (۵) حضرت سیّدنا ذوالشمالَین عمیر (٦) حضرت سیّدنا صفوان بن بیضاء۔

اور انصار صحابہ کے نام یہ ہیں:

(۷) حضرت سیّدنا عَوف بن عفراء (۸) حضرت سیّدنا معوّذ بن عَفراء (۹) حضرت سیّدنا حارِثہ بن سراقہ (۱۰) حضرت سیّدنا یزید بن حارِث (۱۱) حضرت

(۱) "صحيح البخاري" كتاب فرض الخمس، ر: ۳۱٤۱، صـ٥۲۱، ٥۲۲.
(۲) "اَشعۃ اللمعات" "کتاب الجہاد، باب قسمۃ الغنائم والغُلول فیہا، فصل ۳، ۳/۴۵۱ ملخصًا۔

سیّدنا رافع بن معلّٰی (۱۲) حضرت سیّدنا عمیر بن حمام (۱۳) حضرت سیّدنا سعد بن خیثمہ (۱۴) حضرت سیّدنا مبشر بن عبدالمنذر رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین[1]۔

ان شہدائے کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے تیرہ ۱۳ حضرات تو میدانِ بدر ہی میں مدفون ہوئے، مگر حضرت سیّدنا عبیدہ بن حارِث رضی اللہ تعالی عنہ نے چونکہ مقامِ بدر سے واپسی پر منزلِ "صفراء" میں وفات پائی، لہذا ان کی قبر شریف مقامِ صفراء میں ہے[2]۔

بیٹا فردَوسِ اعلیٰ میں

حضرت سیّدنا اَنس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیّدہ ربیع بنت بَراء رضی اللہ تعالی عنہا جو سیّدنا حارِثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالی عنہ کی والدہ ہیں، انہوں نے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ یا نبی اللہ! کیا آپ حارِثہ کے بارے میں مجھے کچھ بتائیں گے؟-سیّدنا حارِثہ رضی اللہ تعالی عنہ جنگِ بدر کے دن شہید ہوئے تھے، ان کو ایک نامعلوم تیر لگا تھا- اگر وہ جنّت میں ہوں جب تو میں صبر کروں گی، اور اگر اس کے سوا کوئی بات ہو تو میں ان پر خُوب روؤں گی! مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «يَا أُمَّ حَارِثَةَ! إِنَّهَا جِنَانٌ فِي الجَنَّةِ، وَإِنَّ ابْنَكِ أَصَابَ الفِرْدَوْسَ الأَعْلَى»[3] "اے حارِثہ کی ماں! جنّت میں بہت سی جنّتیں ہیں، اور اطمینان رکھو کہ تمہارا بیٹا فردَوسِ اعلیٰ میں ہے"۔

غزوۂ بدر میں حصہ لینے والوں کو جنّت کی بشارت

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم نے اس غزوہ میں اِطاعت وفرمانبرداری کا ایسا مظاہرہ کیا، کہ دنیا ایسے جاں نثاروں کی تاریخ پیش کرنے سے عاجز

(١) "شرح الزرقاني على المواهب" كتاب المَغازي، ٢/ ٣٢٥-٣٢٧، ملتقطاً.
(٢) المرجع نفسه، صـ٣٢٧.
(٣) "صحيح البخاري" باب مَن أتاه سهم غرب فقتله، ر: ٢٨٠٩، صـ٤٦٥.

ہے، اسلام کے لیے ایسی قربانی دینے والوں کی جھلک پیش کرنے سے قاصر ہے، ان کی انہی قربانیوں کے نتیجہ میں نبئ کریم ﷺ نے ان حضرات کے بڑے فضائل بیان فرمائے، ایک حدیث میں مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «لَعَلَّ اللهَ اطَّلَعَ إِلَى أَهْلِ بَدْرٍ، فَقَالَ: اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ وَجَبَتْ لَكُمُ الجَنَّةُ، أَوْ: فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ»[۱] "اللہ تعالی نے اہلِ بدر کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ تم جو چاہے کرو، جنّت تمہارے لیے واجب ہے! یا میں نے تمہیں بخش دیا ہے!"۔

معرکۂ حق وباطل سے حاصل ہونے والا سبق

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! یہ ایمان افروز معرکۂ حق وباطل ایمان والوں کو کئی پیغامات اور سبق آموز ہدایات دیتا ہے، اور موجودہ حالات میں اس کی خاص معنویت اور اہمیت بڑھ جاتی ہے؛ کیونکہ آج ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر باطل کی یلغار ہے، عالمی سطح پر مسلمانوں کو کمزور کرنے اور ان کے حقوق کی پامالی کے لیے ہر ممکن کوششیں جارہی ہیں! عالَمِ کفر طاقت وقوّت اور سائنس وٹیکنالوجی (Science and Technology) کے نشے اور نت نئی اِیجادات کی مستی میں مسلمانوں کو تختۂ مشق بنائے ہوئے ہے، گویا بزبانِ حال پوری دنیا کے حالات اس بات کا شدّت سے تقاضا کر رہے ہیں کہ اب اللہ کی مدد آئے! اب اللہ کی مدد آئے! چنانچہ اس کے لیے قرآنِ کریم کی وہی ہدایت ہمیں بھی پیشِ نظر رکھنی ہیں جو اُس نے اہلِ بدر کو دی تھی، کہ تقویٰ وپرہیزگاری کو مضبوطی سے تھامے رکھو، ہمت اور جذبۂ جاں نثاری سے سرشار رہو؛ تو یہ چیز خدائی مدد کے اُترنے کا اہم ترین سبب ہے!۔

---

(۱) المرجع نفسه، باب فضل من شهد بدراً، ر: ۳۹۸۳، صـ٦٧٢.

مسلمان جب تک تقویٰ، صبر اور جذبۂ صادقہ سے آراستہ نہیں ہوں گے، باطل طاقتوں کے سامنے ہرگز نہیں ٹھہر سکتے، لیکن یہی مسلمان جب تقویٰ، صبر اور جذبۂ صادِقہ کی صفات سے متّصف ہوجائیں، تو پھر دنیا کی کوئی باطل طاقت وقوّت ان کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکتی! یہی تعلیم اللہ تعالی نے اُن پاکیزہ نُفوس صحابۂ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کو دی، جو ہر وقت تقویٰ کی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کے لیے دربارِ رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم میں حاضر رہتے، اور اس عظیم مربّی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی زیرِ نگرانی یہ عظیم نعمت حاصل کیا کرتے! یہی چیز پھر تعلق مع اللہ کا بھی ذریعہ بنتی ہے، نیز ایمان ویقین کو مضبوط کرنے کا سبب بھی بنتی ہے! ؏

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نُصرت کو
اُتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی[1]

دعا

اے اللہ! ہمیں صحابۂ کرام کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، دینِ متین کے لیے ہر قسم کی قربانی کا جذبہ عطا فرما اور، باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) کلام ظفر علی خان (مدیر روزنامہ زمیندار، لاہور)، دیکھیے: https://dailychattan.com/columns/friday/2023/04/07/12669/

جمعہ مبارکہ

(جمعۃ المبارک ۱ شوال المکرم ۱۴۴۰ھ - ۰۵/۰۶/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

"جمعہ" نام کی وجہ تسمیہ

برادرانِ اسلام! اللہ تعالی نے ہمیں مختلف ایام کی نعمت سے نوازا ہے، جن میں ہم اعمالِ صالحہ انجام دیتے ہیں، انہی ایام میں سے ایک جمعہ مبارکہ کا دن بھی ہے، جسے خاص اہمیت وفضیلت حاصل ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبئ اکرم ﷺ سے عرض کی گئی، کہ جمعہ کے دن کو یہ نام کس لیے دیا گیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: «لِأَنَّ فِيهَا طُبِعَتْ طِينَةُ أَبِيكَ آدَمَ، وَفِيهَا الصَّعْقَةُ وَالْبَعْثَةُ، وَفِيهَا الْبَطْشَةُ، وَفِي آخِرِ ثَلَاثِ سَاعَاتٍ مِنْهَا سَاعَةٌ مَنْ دَعَا اللهَ عزّ وجلّ فِيهَا اسْتُجِيبَ لَهُ»[1] "اس لیے کہ اس دن تمہارے باپ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کا خمیر تیار کیا گیا، اسی دن صُور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگوں کو قبروں سے اٹھایا جائے گا،

(۱) "مُسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر: ۸۱۰۸، ۳/ ۱۸٤.

اسی دن حساب کتاب ہوگا، اور اس کی آخری تین ۳ گھڑیوں میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں جو کوئی اللہ تعالی سے دعا کرتا ہے، اس کی دعا قبول ہوتی ہے"۔

ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک گناہوں کا کفّارہ ہے

عزیزانِ گرامی قدر! جمعہ مبارکہ کا دن دیگر ایام کا سردار ہے، یہ انتہائی عظیم الشان، مقدّس اور بابرکت دن ہے، یہ دن مسلمانوں کے لیے عید اور گناہوں کے کفّارے کا دن ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، كَفَّارَةٌ لِـمَا بَيْنَهُنَّ»[1] "پانچ ۵ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک، اُن گناہوں کا کفّارہ ہے جو اُن کے درمیان ہوئے" نمازِ جمعہ کو یہ خصوصیت وفضیلت حاصل ہے کہ اللہ تعالی نے قرآنِ کریم میں صرف نمازِ جمعہ کی اذان کا ذکر فرمایا ہے، اللہ تعالی نے اس عظیم دن میں نماز کے لیے مسلمانوں کا جمع ہونا لازم قرار دیا ہے، انہیں حکم دیا ہے کہ دیگر کاموں سے جلد اَز جلد فارغ ہوکر نمازِ جمعہ کے لیے حاضر ہوں، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو، تو اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف دَوڑو! اور خرید وفروخت چھوڑ دو! اگر تم جانو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے!"۔

نمازِ جمعہ کس پر لازم ہے؟

حضراتِ محترم! نمازِ جمعہ کس پر لازم ہے اس بارے میں حضرت سیّدنا طارق بن شِہاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور نبئ اکرم ﷺ نے فرمایا: «الْجُمُعَةُ حَقٌّ

(١) "صحيح مسلم" كتاب الصّلاة، ر: ٥٥٠، صـ١١٧.
(٢) پ٢٨، الجمعة: ٩.

وَاجِبٌ عَلى كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً: عَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَو امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَرِيضٌ»[1] "(۱) مملوک غلام (۲) عورت (۳) بچہ (۴) اور (ایسا) بیمار (جو مسجد تک نہ جاسکے) سوائے ان چار کے نمازِ جمعہ کی ادائیگی ہر مسلمان پر ضروری حق ہے"۔

قبولیت کی گھڑی

عزیزانِ مَن! خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ نے جمعہ مبارکہ کے دن ایک ایسی خاص گھڑی رکھی ہے، جس میں آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس لمحے جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے، رسولِ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللهَ فِيهَا خَيْراً، إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ»[2] "جمعہ مبارکہ میں ایک ایسی گھڑی ہے، کہ جس میں کوئی مسلمان اللہ تعالی سے کوئی خیر مانگے، تو وہ اسے ضرور عطا فرماتا ہے"۔

حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے جمعہ (کے روز قبولیتِ دعا) کی ساعت کے بارے میں رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو یہ فرماتے سنا: «هِيَ مَا بَيْنَ أَنْ يَجْلِسَ الْإِمَامُ إِلَى أَنْ تُقْضَى الصَّلَاةُ»[3] "وہ گھڑی امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے لے کر اختتامِ نماز تک ہے"۔

اور ایک حدیث میں حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ سے روایت ہے، حضور نبئ اکرم صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «اِلْتَمِسُوا السَّاعَةَ الَّتِي تُرْجى فِي يَوْمِ

---

(۱) "سنن أبي داود" باب الجمعة للمملوك والمرأة، ر: ۱۰٦۷، صـ۱٦۲.

(۲) "صحيح مسلم" كتاب الجمعة، ر: ۱۹۷۳، صـ۳٤۳.

(۳) المرجع نفسه، ر: ۱۹۷٥، صـ۳٤۳، ملتقطاً.

الْجُمُعَةِ بَعْدَ الْعَصْرِ إِلَى غَيْبُوبَةِ الشَّمْسِ»(۱) "قبولیت کی اُس ساعت کو جمعہ کے دن عصر اور مغرب کے درمیان تلاش کرو!"۔

بہترین دن

حضراتِ ذی وقار! نبئ رحمت ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ، يَوْمُ الْجُمُعَةِ»(۲) "تمام دنوں میں بہترین جمعہ کا دن ہے"۔

عظمت والا اور تمام دنوں کا سردار

مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ہمیں جمعہ کے دن تلاوتِ قرآن، ذکر اللہ اور دعا کی تلقین فرمائی ہے، نیز نماز، علمِ دین سیکھنے سکھانے اور صدقہ وخیرات کے ذریعہ بھی اللہ تعالی کے قرب کے حصول کی طرف بلایا ہے، کہ جمعہ کا دن اللہ جَلَّ جَلالُہ کے ہاں عظمت والا ہے، تمام ایام کا سردار ہے۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ سَيِّدُ الأَيَّامِ وَأَعْظَمُهَا عِنْدَ الله»(۳) "یقیناً اللہ تعالی کے یہاں جمعہ کا دن عظمت والا اور تمام دنوں کا سردار ہے"۔ ہم اللہ تعالی کی حمد وثناء کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں جمعہ کا دن عطا فرما کر ہمیں عزّت وشان عطا فرمائی۔

جمعہ مبارکہ میں "درود شریف" کی کثرت

میرے محترم بھائیو! جمعہ کے دن نبئ رحمت ﷺ کی بارگاہ میں دُرود شریف کا نذرانہ پیش کرنا بھی، اللہ تعالی کے نزدیک انتہائی پسندیدہ عمل ہے، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «أَكْثِرُوا الصَّلاَةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَلَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَمَنْ

---

(۱) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل يوم الجمعة، ر: ٤٨٩، صـ١٢٩.
(۲) "صحيح مسلم" باب فضل يوم الجمعة، ر: ١٩٧٦، صـ٣٤٣.
(۳) "سنن ابن ماجه" باب في فضل الجمعة، ر: ١٠٨٤، صـ١٨٣.

صَلَّى عَلَيَّ صَلاَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْراً»[۱] "جمعہ کے دن اور رات میں مجھ پر دُرود کی کثرت کیا کرو؛ کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجے، اللہ تعالی اس پر دس ۱۰ رحمتیں نازل فرمائے گا"۔ مؤمنِ کامل کے لیے مستحب ہے کہ اپنے پیارے نبی ﷺ پر جمعہ مبارکہ کے دن ورات میں دُرود شریف کی خوب کثرت کرے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے تاکید کے ساتھ اس بات کی ترغیب دلائی ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا: «أَكْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ؛ فَإِنَّهُ مَشْهُودٌ، تَشْهَدُهُ الْمَلَائِكَةُ، وَإِنَّ أَحَدًا لَنْ يُصَلِّيَ عَلَيَّ، إِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلَاتُهُ، حَتَّى يَفْرُغَ مِنْهَا» "جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے دُرود بھیجو؛ کہ تمہارا دُرود فرشتے مجھ پر پیش کرتے ہیں، جب تک آدمی پڑھتا رہتا ہے، وہ پیش کرتے رہتے ہیں" حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کی کیا وفات کے بعد بھی؟ سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: «وَبَعْدَ المَوْتِ، إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ، فَنَبِيُّ اللهِ حَيٌّ يُرْزَقُ»[۲] "ہاں وفات کے بھی بعد، اللہ تعالی نے زمین پر حرام فرمادیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے؛ اللہ کے نبی زندہ ہیں، اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے!"۔

جمعہ کے دن سورۂ کہف کی تلاوت

جانِ برادر! جمعہ کے دن قرآنِ کریم کی تلاوت کا بہت ثواب ہے، خصوصًا اس دن سورۂ کہف پڑھی جائے؛ کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ

---

(۱) "السنن الكُبرى" للبَيهقي، كتاب الجمعة، باب ما يؤمَر به في ليلة الجمعة ...إلخ، ٣/ ٢٤٩.

(۲) "سنن ابن ماجه" باب في فضل الجمعة، ر: ١٠٨٥، صـ١٨٣.

قَرَأَ سُورَةَ الْكَهْفِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، أَضَاءَ لَهُ مِنَ النُّورِ مَا بَيْنَ الْجُمُعَتَيْنِ»[1] "جمعہ کے دن جو سورۂ کہف پڑھے، اس کے لیے دو ۲ جمعوں کے درمیان سارے ایام نور سے رَوشن کردیے جائیں گے"۔

نمازِ جمعہ کی تیاری

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! یومِ جمعہ کے کچھ آداب بھی ہیں کہ مسلمان اچھے طریقے سے انہیں سمجھے اور عمل کرے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے غسل کرے اور خوشبو لگائے۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَلَبِسَ مِنْ أَحْسَنِ ثِيَابِهِ وَمَسَّ مِنْ طِيْبٍ -إِنْ كَانَ عِنْدَه- ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَلَمْ يَتَخَطَّ أَعْنَاقَ النَّاسِ، ثُمَّ صَلّى مَا كَتَبَ اللهُ لَه، ثُمَّ أَنْصَتَ إِذَا خَرَجَ إِمَامُه، حَتّى يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِه، كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا بَيْنَهَا وَبَيْنَ جُمُعَتِهِ الَّتِي قَبْلَهَا»[2] "جس نے جمعہ کے دن غسل کیا، اچھے کپڑے پہنے اور (اگر اسے میسر ہو تو) خوشبو لگائی، پھر جمعہ کی نماز کے لیے آیا اور لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگیں، پھر نماز پڑھی جو اللہ تعالی نے اس پر مقرّر فرمائی، پھر خطبے کے دَوران خاموشی اختیار کی، یہاں تک کہ اپنی نماز مکمل کرلی، تو یہ عمل اس جمعہ اور گزشتہ جمعہ کے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفّارہ ہوجائے گا"۔

نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے آداب و مستحبات

عزیزانِ محترم! نمازِ جمعہ کی ادائیگی کے لیے مستحب ہے کہ صاف ستھرے اور اچھے کپڑے پہنیں، لہٰذا ایسا لباس نہ پہنیں جو مسجد و نماز کے لیے نامناسب ہو۔

---

(۱) "مُستدرَك الحاكم" كتاب التفسير، تفسير سورة الكهف، ر: ۳۳۹۲، ٤/ ۱۲۷٥.
(۲) "سنن أبي داود" باب فِي الغسلِ للجُمُعة، ر: ۳٤۳، صـ٦۲.

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، کہ لوگ جمعہ کے دن اپنے گھروں اور اہل وعِیال سے اس حالت میں آتے، کہ وہ غبار آلود اور پسینہ میں شرابور ہوتے، اسی حالت میں ایک شخص رسول اللہ صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، تو نبئ کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «لَوْ أَنَّكُمْ تَطَهَّرْتُمْ لِيَوْمِكُمْ هٰذَا!»[1] "اگر تم لوگ اس دن کی خاطر خُوب ستھرے ہوکر آتے تو بہت اچھا ہوتا!"۔

ایک اَور روایت میں ہے: «مَا عَلى أَحَدِكُمْ إِنْ وَجَدَ سَعَةً، أَنْ يَتَّخِذَ ثَوْبَيْنِ لِجُمُعَتِه، سِوى ثَوْبَيْ مِهْنَتِه»[2] "تم میں کوئی اگر صاحبِ حیثیت ہو تو اسے چاہیے کہ کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ دیگر لباس بھی بنائے، جو نمازِ جمعہ کے لیے خاص ہو"۔

جمعہ مبارکہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ مسجد میں جلدی پہنچا جائے؛ تاکہ خطیب صاحب کے وعظ ونصیحت کو کامل طَور پر سنا جائے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی کریم صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مَنِ اغْتَسَلَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ غُسْلَ الْجَنَابَةِ ثُمَّ رَاحَ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَدَنَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّانِيَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَقَرَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الثَّالِثَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ كَبْشاً أَقْرَنَ، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الرَّابِعَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ دَجَاجَةً، وَمَنْ رَاحَ فِي السَّاعَةِ الْخَامِسَةِ فَكَأَنَّمَا قَرَّبَ بَيْضَةً، فَإِذَا خَرَجَ الْإِمَامُ حَضَرَتِ الْمَلَائِكَةُ يَسْتَمِعُونَ الذِّكْرَ»[3] "جو جمعہ کے دن غسلِ فرض کی طرح

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الجمعة، ر: ۹۰۲، صـ۱٤٥.

(۲) "سنن ابن ماجه" باب ما جاء في الزينة يوم الجمعة، ر: ۱۰۹٦، صـ۱۸٥.

(۳) "صحيح البخاري" باب فضل الجُمُعة، ر: ۸۸۱، صـ۱٤۲.

غسل کرکے مسجد میں حاضر ہو، گویا اس نے اونٹ خیرات کیا، اور جو اس کے بعد حاضر ہو، گویا اس نے گائے خیرات کی، جو اس کے بعد حاضر ہو، گویا اس نے سینگوں والا مینڈھا (دنبہ) خیرات کیا، جو اس کے بعد آیا گویا اس نے مرغی خیرات کی، جو اس کے بعد حاضر ہو، گویا اس نے انڈا خیرات کیا، اور جب امام (خطبہ کے لیے منبر پر) آجائے تو فرشتے اللہ تعالی کا ذکر بغور سننے کے لیے حاضر ہو جاتے ہیں"۔

جمعہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ لوگوں کے کندھے اور گردنیں پھلانگ کر انہیں تکلیف نہ دی جائے، ایک شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اس وقت آیا جب نبئ کریم ﷺ خطبہ ارشاد فرمارہے تھے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «اجْلِسْ فَقَدْ آذَيْتَ!»[1] "بیٹھ جا! کہ تو نے تکلیف پہنچائی ہے"۔

جمعہ کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ خطبے کے وقت بالکل خاموشی اختیار کی جائے؛ کہ یہ گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ حضرت سیّدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، نبئ مکرّم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يَغْتَسِلُ رَجُلٌ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَتَطَهَّرُ مَا اسْتَطَاعَ مِنَ الطُّهْر، وَيَدَّهِنُ مِنْ دُهْنِه أَوْ يَمَسُّ مِنْ طِيبِ بَيْتِهِ، ثُمَّ يَخْرُجُ فَلَا يُفَرِّقُ بَيْنَ اثْنَيْنِ، ثُمَّ يُصَلِّي مَا كُتِبَ لَه، ثُمَّ يُنْصِتُ إِذَا تَكَلَّمَ الإِمَامُ إِلَّا غُفِرَ لَه مَا بَيْنَه وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الأُخْرى»[2] "جب کوئی جمعہ کے دن غسل کرے، اور اپنی اِستطاعت کے مطابق خوب ستھرا ہو جائے، اور تیل یا خوشبو لگائے، پھر نمازِ جمعہ کے لیے نکلے، اور دو ۲ آدمیوں کے

---

(۱) "سنن أبي داود" كتاب الصّلاة، ر: ۱۱۱۸، صـ۱٦۸.

(۲) "صحيح البخاري" باب الدهن للجمعة، ر: ۸۸۳، صـ۱٤۲.

درمیان نہ گھسے، پھر جب امام خطبہ دے تو خاموشی اختیار کرے، تو اس کے لیے آج کے اس جمعہ اور آئندہ جمعہ کے درمیان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں"۔

خطبے کی اہمیت کے پیشِ نظر نبیٔ کریم ﷺ نے دَورانِ خطبہ بات چیت سے منع فرمایا ہے، اگرچہ نصیحت کی ہی بات کیوں نہ ہو! حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، حضور رحمتِ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إذَا قُلتَ لِصاحِبكَ يومَ الجُمُعَةِ: أَنصِتْ -وَالإِمَامُ يَخطُبُ- فقَدْ لَغَوْتَ»[1] "جمعہ کے دن خطبے کے دَوران تم اپنے ساتھی سے کہو: "خاموش ہو جاؤ" تو یہ بھی فُضول بات ہے" لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ خطبے کے دَوران کسی قسم کی گفتگو نہ کرے، اور نہ ہی موبائل فون (Mobile Phone) پر کسی سے بات کرے۔

خطبے کے دَوران سوال کے طَور پر بھی کلام کرنا جائز نہیں، حضرت سیّدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر سورۂ ملک کی تلاوت فرمائی، اور ہمیں اللہ تعالی کے خاص دنوں سے آگاہ فرمایا، حضرت سیّدنا ابو درداء یا حضرت سیّدنا ابوذر غِفاری رضی اللہ تعالی عنہما نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی؟ میں نے تو اسے ابھی پہلی بار سنا ہے! حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا، جب سب لوگ واپس چلے گئے تو انہوں نے کہا کہ میں نے تم سے پوچھا کہ یہ سورت کب نازل ہوئی تو تم نے مجھے بتایا نہیں! اس پر حضرت سیّدنا اُبَی بن کعب رضی اللہ تعالی عنہ نے جواب دیا کہ آج تمہاری نماز میں سے تمہارے لیے صرف وہ ہے جو تم نے بے کار کام کیا! وہ صحابی رسول اللہ ﷺ

(۱) المرجع نفسه، كتاب الجمعة، باب الإنصات ...إلخ، ر: ٩٣٤، صـ١٥٠.

کی طرف گئے اور سارا مُعاملہ ذکر کیا، اور حضرت اُبَی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو کہا تھا اس کی بھی خبر دی، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «صَدَقَ أُبَيٌّ»[1] "اُبَی نے سچ کہا"۔

اور ایک روایت میں اتنا زیادہ ہے: «فَإِذَا سَمِعْتَ إِمَامَكَ يَتَكَلَّمُ فَأَنْصِتْ حَتّى يَفْرُغَ»[2] "جب تم اپنے امام کو کلام کرتے (خطبہ دیتے) سنو تو چپ رہو! یہاں تک کہ وہ فارغ ہولے"۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! جمعۃ المبارک کا دن بڑی فضیلتوں کا حامل ہے، لہذا اس دن کا خوب ادب واحترام کریں، نمازِ جمعہ کی ادائیگی کا خوب اہتمام کریں، نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہنیں، مسجد میں جلدی جانے کی کوشش کریں، اور خطیب صاحب کے وعظ ونصیحت کو خوب سے سنیں، اور اس پر عمل کی بھرپور کوشش کریں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں جمعہ کے دن کی برکتیں نصیب فرما، ہمیں اس دن خاص طَور پر اچھے کاموں کی سعادت عطا فرما، اس مبارک دن کے صدقے ہماری بخشش ومغفرت فرما، اور ہمیں اس کی فضیلتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند فرما، آمین یاربّ العالمین!۔

(۱) "سنن ابن ماجه" كتاب إقامة الصّلاة والسُنّة فيها، ر: ۱۱۱۱، صـ۱۸۷.

(۲) "مُسند الإمام أحمد" مسند الأنصار، بقية حديث أبي الدرداء، ر: ۲۱۷۸۹، ۸/ ۱۷۱.

حصولِ علم کی اہمیت وفضیلت

(جمعۃ المبارک ۱۰ شوّال المکرّم ۱۴۴۰ھ-۱۴/۰۶/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

علم کی حقیقت

برادرانِ اسلام! علم ایک نور ہے، اور جس کے پاس یہ نور ہو اسے منوّر کر دیتا ہے، علم کی بدَولت بندے کا دل جگمگا اُٹھتا ہے، اِسی نور کی رَوشنی میں انسان اپنی منزل تلاش کرتا ہے۔ علم اقوام کی ترقی اور بلندی کا اہم ترین ذریعہ ہے؛ کیونکہ کسی قوم نے بلند مرتبے اور کمال درجہ کو بغیر علم ومعرفت کے کبھی حاصل نہیں کیا، اور یہ دَولتِ علم لوگوں کے مابین وجہِ امتیاز بھی ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾[1] "آپ فرما دیجیے کہ کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟!"۔ "اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں، اور اسی طرح عابد اور عالمِ دین بھی برابر نہیں، بلکہ عالمِ دین کا مقام ومرتبہ ہمیشہ اعلیٰ وافضل ہے، ملائکہ (فرشتے)

---

(۱) پ۲۳، الزمر: ۹.

عبادت گزار تھے، اور حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم، عابدوں کو عالم کے سامنے جھکایا گیا، یہاں مطلقًا ارشاد ہوا کہ عالم غیر عالم سے افضل واعلیٰ ہے، غیرِ عالم چاہے عبادت گزار ہو یا نہ ہو، ہرحال میں عالم اُس سے افضل ہے۔ اس آیت مبارکہ میں علم والوں سے مراد عالمِ دین ہیں، انہی علمائے ذی وقار کے فضائل قرآن وحدیث میں وارِد ہوئے ہیں، اسی لیے حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام اَزواجِ مطہّرات بلکہ تمام جہان کی بیبیوں سے افضل واعلیٰ ہیں؛ کہ وہ بہت بڑی عالمہ بھی ہیں"[1]۔

عزیزانِ محترم! اسلام نے علم والوں کی شان بلند فرمائی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ﴾[2] "اللہ تم میں سے ایمانداروں اور ان کے جنہیں علم دیا گیا، درجے بلند فرمائے گا"۔

ایک جگہ اللہ جلّ جلالہ نے علم اور اسے طلب کے وسائل کی قسم ارشاد فرمائی ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم کو وسائل کے ذریعے محفوظ کرنا ضروری ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ﴾[3] "قلم اور اس کی قسم جو اس سے لکھتے ہیں!"۔ اس آیتِ مبارکہ کے تحت حکیم الامّت مفسرِ شہیر مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "یہاں قلم سے مراد یا تو وہ قلم ہے جس نے لَوحِ محفوظ پر تاقیامت ہونے والے سارے واقعات لکھ دیے، جس کا طُول آسمان وزمین کے برابر ہے، یا کراماً کاتبین کا قلم مراد ہے جس سے وہ لوگوں کے اعمال لکھتے ہیں، یا علمائے دین

---

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۲۳، الزمر، زیرِ آیت: ۹، صـ۷۳۳۔
(۲) پ۲۸، المُجادلة: ۱۱.
(۳) پ۲۹، القلم: ۱.

کے قلم مراد ہیں جن سے وہ رب تعالی کی حمد، حضور ﷺ کی نعت اور دینی مسائل وفتاویٰ لکھتے ہیں"[1]۔

حصولِ علم کی ترغیب

میرے محترم بھائیو! دینِ اسلام نے حصولِ علم میں جدوجہد ہمیشہ جاری رکھنے کی تعلیم فرمائی ہے، لوگوں کو لکھنے پڑھنے کی ترغیب دلائی ہے؛ اس لیے کہ لکھنا پڑھنا علم کے حصول کا ایک بہترین ذریعہ ہے، اسی سے اچھے بُرے کی تمیز ہوتی ہے، اسی علم کی برکت سے انسان کفر وگناہ کی گندگی وغلاظت سے پاک وصاف ہوتا ہے، اسی سبب سے شریعت وطریقت کے چشمے جاری ہوتے ہیں، یہی علم انسان کو اَدنی سے اعلی، گندے سے ستھرا بناتا ہے، علم ہی سے دین ودنیا کے کام وابستہ ہیں، اور خاص کر علمِ دین تو اللہ تعالی کی بہت بڑی نعمت ہے؛ کہ اس کے ذریعہ دینی خدمات سر انجام دی جاتی ہیں، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَۚ(۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍۚ(۲) اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُۙ(۳) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِۙ(۴) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ﴾[2] "اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا، آدمی کو جمے ہوئے خُون سے بنایا، پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے! جس نے قلم سے علم سکھایا، آدمی کو سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا"۔

علم میں ترقی

عزیزانِ محترم! دین اسلام نے ہر نفع بخش علم کی ترغیب دی ہے، جو مُعاشرے کی تعمیر وترقی اور ساری انسانیت کی خدمت، بھلائی اور خوشحالی کا ذریعہ ہو، علم میں ترقی کی حرص بھی اچھی ہے، خالقِ کائنات جَلَّ جَلالُہ نے اپنے محبوب ﷺ سے

---

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۲۹، القلم، زیرِ آیت:۱، ص۹۰۰، ۹۰۱۔
(۲) پ۳۰، العلق: ۱- ۵.

فرمایا کہ آپ یوں دعا کیجیے: ﴿رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾[1] "اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما!" تو معلوم ہوا کہ علم کی طلب بہت ہی اچھی چیز ہے!۔

علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے

حضراتِ محترم! علم کا حصول ہر ایک پر لازم وضروری ہے، حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ»[2] "علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

عالم وطالبِ علم کا مقام ومرتبہ

حضرات ذی وقار! اسلام میں عالم وطالبِ علم کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، حضرت سیّدنا ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: «إِنَّ الْمَلاَئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا رِضاً لِطَالِبِ الْعِلْم، وَإِنَّ الْعَالِمَ لَيَسْتَغْفِرُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْض، وَالْحِيتَانُ فِي جَوْفِ الْمَاء، وَإِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَر لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِب، وَإِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الأَنْبِيَاء، وَإِنَّ الأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِينَاراً وَلاَ دِرْهَماً، وَرَّثُوا الْعِلْم، فَمَنْ أَخَذَهُ أَخَذَ بِحَظٍّ وَافِر»[3] "فرشتے طالبِ علم سے خوش ہوکر اُس کے لیے اپنے پَر بچھا دیتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق، حتی کہ پانی میں مچھلیاں بھی عالم دین کے لیے دعائے مغفرت کرتی ہیں، عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر! علماء نبیوں کے وارِث ہیں، اور

(١) پ١٦، طه: ١١٤.
(٢) "سنن ابن ماجه" المقدّمة، ر: ٢٢٤، صـ٤٧.
(٣) "سنن أبي داود" كتاب العلم، باب في فضل العِلم، ر: ٣٦٤١، صـ٥٢٣.

انبیاء کسی کو دینار اور درہم کا وارِث نہیں بناتے، بلکہ اپنے علم کا وارِث بناتے ہیں، تو جس نے علم حاصل کیا اس نے اس وراثت سے وافر حصہ حاصل کر لیا!"۔

طلبِ علم کے لیے مشقّت برداشت کرنا

میرے محترم بھائیو! طلبِ علم کے لیے مشقّت برداشت کرنا ضروری ہے، اور اس کے ثمرات صبر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتے، اللہ تعالی نے حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور حضرت سیّدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعہ میں ذکر فرمایا: ﴿قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۝۶۶ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۝۶۷ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۝۶۸ قَالَ سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَاۤ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا﴾[1] "انہیں موسی نے کہا کہ کیا میں آپ کے ساتھ رہوں اس شرط پر، کہ جو آپ کو ہدایت کا طریقہ سکھایا گیا ہے، آپ مجھے اس میں سے سکھائیں؟! کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے! اور جو آپ کو سمجھ نہیں آئے گی اس بات پر آپ صبر کیسے کریں گے؟ کہا: ان شاء اللہ آپ مجھے صابر ہی پائیں گے! اور میں کسی بات میں بھی آپ کی مخالفت نہیں کروں گا!"۔

"اس واقعہ سے چند مسائل معلوم ہوئے: ایک یہ کہ شاگرد کا استاد کے ساتھ رہنا، دوسرا یہ کہ اس کی خدمت کرنا، تیسرا یہ کہ اس کا ادب کرنا نہایت ضروری ہے"[2]۔ ہمارے طلبہ کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے اساتذۂ کرام کا بھرپور ادب واحترام بجالائیں؛ کیونکہ بے ادب شخص علم اور صاحب علم سے کامل فائدہ نہیں اٹھا سکتا، بلکہ ترقی کے درجات سے محروم رہتا ہے۔

---
(۱) پ ۱۵، الكهف: ٦٦-٦٩.
(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۱۵، الکہف، زیرِ آیت: ۶۹، ص۴۸۰۔

برکتِ علم سے محرومی کے اَسباب

رفیقانِ ملّت اِسلامیہ! بعض اُمور برکتِ علم سے محرومی کا سبب بنتے ہیں، امام مجاہد کا فرمان ہے کہ "شرمانے والا اور تکبُّر کرنے والا، یہ دونوں کبھی علم حاصل نہیں کرسکتے"[1]۔ "ظاہر ہے کہ جو شخص کسی سے پڑھنے یا کچھ پُوچھنے میں شرم کرے گا، وہ علم کیسے حاصل کرے گا؟ اسی طرح جو متکبر ہوگا، اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر جانے گا، اور کسی سے سوال کرنے میں، کسی کا شاگرد بننے میں اپنی ذلّت محسوس کرے گا، تو وہ علم سے محروم ہی رہے گا"[2]۔ لہٰذا طالبِ علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ اچھے اَخلاق اور بلند آداب کو اختیار کرے، اور اپنے اساتذہ کی قدر جانے!۔

طلبہ کی صلاحیتوں کو نکھارنے میں اساتذہ کا کردار

عزیزانِ مَن! اساتذہ پر نئی نسل کو صحیح تربیت دینے، ان کی ذہن سازی کرنے، ان کے اَخلاق سنوارنے، اور ان کی صلاحیتوں کو نکھارنے کی، بڑی بھاری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے، کہ ان کے اندر چھپی مہارتوں کو معلوم کرکے، ان کی صحیح سَمت رَہنمائی کرنا بھی اساتذہ کی اہم ذمّہ داری ہے؛ تاکہ ان طلبہ کی صلاحیتوں سے پورے مُعاشرے کو بھرپور فوائد حاصل ہوسکیں، نیز ان کی یہ خوبیاں اچھے کاموں میں ہی صرف ہوں، یہی وہ عظیم واَہم کام ہے جس سے پورا مُعاشرہ مستفیض ہوتا ہے، رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ الْعِلْمَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوْا لَهُمْ: مَرْحَباً، مَرْحَباً بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ ﷺ!

---

(۱) انظر: "صحيح البخاري" كتاب العلم، تحت باب الحياء في العلمِ، صـ۲۸.

(۲) "نزہۃ القاری" "کتاب العلم، ۱/۴۳۹۔

وَاقْنُوْهُمْ»[1] "عنقریب تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے لیے لوگ آئیں گے، تو جب تم انہیں دیکھو تو ان سے کہو: رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق خوش آمدید، خوش آمدید! اور انہیں علم سکھاؤ!"۔

اولاد کی تعلیم وتربیت والدین کی اہم ترین ذمّہ داری ہے

میرے محترم بھائیو! والدین کا اپنی اَولاد سے تعلیم کے بارے میں پُوچھتے رہنا بہت اہم وضروری ہے، اور یہ صرف اس بات پر منحصر نہیں کہ بچوں کو تعلیمی کورس (Academic course) اور دیگر ضروری اشیاء خرید کر دے دی جائیں، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کی تعلیم وتربیت پر بھی بھرپور توجہ دیں، اور بڑوں کا ادب واحترام وغیرہ سکھاتے رہیں، زمانے کے حالات کے مطابق ان کی درست رَہنمائی بھی کریں، ان کے اَسباق وغیرہ یاد کرنے، اور دُہرانے کے لیے انہیں مناسب وقت اور ماحول فراہم کریں؛ تاکہ بچے یکسُوئی کے ساتھ تعلیم پر توجہ دے سکیں۔

والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اولاد کی جائز ضروریات کو اپنی حیثیت کے مطابق پورا کریں، ان کی جسمانی نشوونما کے ساتھ ساتھ ذہنی نشوونما میں بھی اپنا بھرپور کردار ادا کریں؛ کہ کسی باپ کا اپنی اَولاد کو آداب اور اچھے اَخلاق سکھانے سے زیادہ بہتر کوئی تحفہ نہیں! اور یہی باتیں اساتذۂ کرام کے لیے بھی ضروری ہیں کہ وہ انہیں پیشِ نظر رکھیں؛ تاکہ یہ مستقبل کے معمار، والدین اور اساتذۂ کرام کے لیے باعثِ نَجات اور ملک وقَوم کے لیے باعثِ فخر ثابت ہوں؛ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: «إِنَّ اللهَ سَائِلٌ كُلَّ رَاعٍ عَمَّا اسْتَرْعَاهُ: أَحَفِظَ أَمْ ضَيَّعَ،

---

(١) "سنن ابن ماجه" المقدّمة، باب الوصاة بطلبة العلم، ر: ٢٤٧، صـ٥١.

حَتَّى يَسْأَلَ الرَّجُلَ عَنْ أَهْلِ بَيْتِهِ»[1] "یقیناً اللہ تعالی ہر ذمّہ دار سے اس کی ذمّہ داری کے بارے میں پوچھے گا، کہ آیا اس نے اپنی ذمّہ داری اچھی طرح نبھائی، یا لاپرواہی سے کام لیا؟ یہاں تک کہ آدمی سے اس کے گھر والوں کے بارے میں بھی پُوچھے گا!"۔ لہذا ہم میں سے ہر ایک کو ان تمام معاملات کے لیے تیار رہنا چاہیے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں حُصولِ علم کا جذبہ عطا فرما، دینی تعلیم وتربیت حاصل کرنے کی سوچ عطا فرما، اور اپنے اساتذہ اور والدین کا ادب واحترام کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "صحيح ابن حِبّان" باب في الخلافة والإمارة، ر: ٤٤٧٦، صـ٧٧٧.

نسلِ نَو اور ترغیبِ اسلام

(جمعۃ المبارک ۱۷ شوّال المکرّم ۱۴۴۰ھ-۲۱/۰۶/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

وقت کی اہم ترین ضرورت

برادرانِ اسلام! نئی نسل کے مسائل کے حل کے لیے، انہیں قرآن وسنّت اور دیگر اسلامی تعلیمات کی طرف راغب کرنے کے لیے، ان کے علمی ومُعاشرتی معیار کے مطابق، ان کی بے لَوث خدمت اور ان سے ہمدردی کرنا، دُروسِ قرآن وحدیث، سیرتِ نبوی اور تاریخِ اسلام کے سنہری اَدوار کی معتبر معلومات رکھنے والے، ماہرین کی تدریسی، تحریری اور تقریری خدمات حاصل کرکے، عام فہم انداز میں عوام الناس بالخصوص نوجوان نسل تک پہنچانا، وقت کی اہم ترین ضرورت ہے!!۔

سیرت وکردار کی عمدگی

عزیزانِ گرامی قدر! اس سلسلے میں جب ہم اپنے پیارے نبی مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کا مطالعہ کرتے ہیں، تو پتا چلتا ہے کہ حضورِ اقدس

ﷺ کے بچپن کی طرح جوانی بھی عام لوگوں سے نرالی تھی، آپ ﷺ کا شباب مجسمِ حیا اور چال چلن عصمت و وقار کا کامل نمونہ تھا! اعلانِ نبوّت سے قبل بھی حضور انور ﷺ کی پوری زندگی بہترین اَخلاق وعادات کا خزانہ تھی! سچائی، دیانتداری، وفاداری، عہد کی پابندی، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفَقت، رشتہ داروں سے محبت، رحمدلی وسخاوَت، قوم کی خدمت، دوستوں سے ہمدردی، عزیزوں کی غمخواری، غریبوں اور مفلسوں کی خبرگیری، دشمنوں کے ساتھ بھی نیک برتاؤ، مخلوقِ خدا کی خیر خواہی، غرض تمام نیک خصلتوں، اور اچھی اچھی باتوں میں آپ ﷺ اس قدر بلند رُتبہ پر تھے، کہ دنیا کی بڑی سے بڑی شخصیت کی بھی وہاں تک رَسائی ممکن نہیں!۔

کم بولنا، فُضول باتوں سے پرہیز کرنا، خندہ پیشانی اور خوش رُوئی کے ساتھ دوستوں اور دشمنوں سے ملنا، ہر مُعاملہ میں سادگی اور سچائی کے ساتھ بات چیت کرنا حضور رحمتِ عالم ﷺ کا خاص شیوہ تھا۔

حرص، طمع، دغا، فریب، جھوٹ، شراب نوشی، بدکاری، ناچ گانا، لُوٹ مار، چوری، فحش گوئی وغیرہ تمام بُری عادتیں، مذموم خصلتیں جو زمانۂ جاہلیت میں گویا ہر ایک کے خمیر میں ہوا کرتیں، حضورِ اکرم ﷺ کی ذاتِ والا صفات، ان تمام عُیوب ونقائص سے پاک صاف رہی! حضور ﷺ کی راست بازی اور امانت ودِیانت کا پورے عرب میں شہرہ تھا! مکۂ مکرّمہ کے ہر چھوٹے بڑے کے دل میں آپ ﷺ کے برگزیدہ اَخلاق کا اعتبار، اور سب کی نظروں میں آپ کا ایک خاص وقار تھا!۔

بچپن سے لے کر تقریبًا چالیس ۴۰ برس کی عمر شریف ہوگئ، لیکن زمانۂ جاہلیت کے اس ماحول میں رہنے کے باوُجود تمام تر جاہلانہ رُسوم واَطوار سے

ہمیشہ آپ ﷺ کا دامنِ عصمت پاک رہا! یہ سیرت وکردارِ مصطفی ﷺ کے رَوشن پہلو، اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ ہمارے اساتذہ ومدرّسین، مصنّفین ومبلّغینِ اسلام کو مُعاشرے میں پہلے اپنا ایسا کردار پیش کرنا ہوگا، جس کے باعث لوگ بالخصوص نوجوان نسل خود بخود اِن کی طرف راغب ہو، اور پھر اپنے دینی ودنیوی مسائل کا حل پاکر، اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو سکے؛ کیونکہ سیرت وکردار کی عمدگی تبلیغِ اسلام کا سب سے بڑا اور اہم ترین ذریعہ ہے۔

علومِ اسلامیہ سے نسلِ نَو کا تعارُف

حضراتِ گرامی قدر! سیرت وکردار کے بعد تبلیغِ اسلام کا دوسرا اہم ذریعہ، نوجوان نسل کو ہمدردی اور سَہل واحسن انداز سے علومِ اسلامیہ سے متعارف کرانا ہے، اس سلسلے میں درسِ قرآن وحدیث، اور قرآن واحادیث کی رَوشنی میں پیش آمدہ جدید مسائل کا حل، ان کے سامنے عام فہم انداز میں پیش کیا جائے؛ تاکہ عوام الناس بالخصوص نوجوان نسل، دینِ اسلام کی طرف راغب ہو، نہ کہ دین بیزاری اور بے راہ رَوی کا شکار ہو۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾[1] "اپنے رب کی راہ کی طرف پکّی تدبیر اور اچھی نصیحت سے بلاؤ! اور جو سب سے بہتر ہو ان سے اس طریقہ پر بحث کرو!"۔ پکّی تدبیر سے وہ پختہ دلیل مراد ہے، جو حق کو واضح اور شبہات کو زائل کر دے۔ اور اچھی نصیحت سے ترغیبات وترہیبات (امیدِ رحمت وخوف خدا) مراد ہیں۔ بہتر طریقہ سے مراد یہ ہے، کہ اللہ تعالی کی طرف اس کی آیات اور دلائل سے بُلایا جائے۔

---

(١) پ ١٤، النحل: ١٢٥.

علمائے کرام کی ذمّہ داری

حضراتِ ذی وقار! نیابتِ منصبِ نبوی کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ عوام، بالخصوص نوجوان نسل کی بے راہ رَوی، بدچلنی اور گمراہی وبدمذہبی، علمائے کرام کو بے چین کردے، اور وہ اس وقت تک چین وسُکون کا سانس نہ لے سکیں، جب تک قوم کے بچاؤ کی ممکنہ تدابیر اختیار نہ کرلیں۔ علماء انبیائے کرام کے وارث ہیں، اور رسولِ کریم ﷺ نے لوگوں کو کفر وشرک اور گمراہی، اور انہیں غلط راہ سے بچانے، اور بھیانک انجام سے نجات دلانے میں، اپنی انتھک کوشش اور جدوجہد کی مثال یوں بیان فرمائی ہے: «مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ أَوْقَدَ نَاراً، فَجَعَلَ الجَنَادِبُ وَالفَرَاشُ يَقَعنَ فِيهَا، وَهُوَ يَذُبُّهُنَّ عَنهَا، وَأَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ، وَأَنْتُمْ تُفَلَّتُونَ مِن يَدِي»[1] "میری اور تمہاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی، تو پتنگے اور پروانے اس میں آکر گرنے لگے، اور وہ انہیں آگ سے بچانے لگا۔ میں بھی تمہارے کمربند پکڑ پکڑ کر تمہیں جہنم کی آگ سے بچا رہا ہوں، لیکن تم لوگ میرے ہاتھوں سے نکلے جارہے ہو!" یعنی کفر وشرک اور گناہوں کے باعث جہنم کی آگ میں گرتے جارہے ہو۔

لہٰذا آج وارثینِ انبیاء کو بھی، قوم سے ہمدردی کرتے ہوئے، عملی طَور پر اپنا کردار ادا کرنے کی سخت ضرورت ہے۔

اچھی تربیت کے اُصول

عزیزانِ مَن! اسلام نے بچوں پر مہربانی وعنایت کو، بچے کی ولادت کے وقت سے ہی، والدین کے کندھوں پر عظیم امانت کے طور رکھا ہے، انہیں دودھ

---

(۱) "صحیح مسلم" کتاب الفضائل، باب شفقته ﷺ ...إلخ، ر: ۵۹۵۸، صـ۱۰۱۲.

پلانے، ان کے کھانے پینے، مناسب لباس کا انتظام کرنے، ان سے تکلیف وبیماری دُور کرنے، ان پر کمال درجہ مہربانی، ان کی دینی واَخلاقی تربیت، اور ان کی سیرت وکردار کو سنوارنے کے لیے مختلف اسالیب سکھائے۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «مُرُوْا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَاضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِيْنَ، وَفَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»[1] "بچے جب سات ۷ سال کے ہو جائیں، تو انہیں نماز کا حکم دو، اور جب وہ دس ۱۰ برس کے ہو جائیں، تو نماز چھوڑنے پر انہیں مارو، اور دس ۱۰ برس کی عمر میں ان کے بستر جُدا جُدا کر دو!"۔

برادرانِ اسلام! اچھی تربیت کے اُصول میں سے یہ بھی ہے، کہ بچوں کے اَحوال پر کڑی نظر رکھی جائے، ان کے طَور طریقوں کو پَرکھا جائے، ان کے دوستوں پر بھی نگاہ رکھی جائے، انہیں اچھی صحبت اختیار کرنے کے فوائد بتاکر، اس کی ترغیب دی جائے، بُری صحبت کے نقصانات بتاکر اس سے مکمل اجتناب کی تعلیم دی جائے؛ کہ نبئ کریم رؤف رحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا: «المَرْءُ عَلَى دِينِ خَلِيلِه، فَلْيَنظُرْ أَحَدُكُم مَن يُخَالِلُ»[2] "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ کسے دوست بناتا ہے!"۔

لہٰذا والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں پر کڑی نگاہ رکھیں، ان کا گھر میں اور باہر کہاں اور کن کن کاموں میں وقت صرف ہوتا ہے، معلوماتی

---

(١) "سنن أبي داود" باب مَتى يؤمَر الغلام بالصّلاة، ر: ٤٩٥، صـ٨٢.
(٢) "مُسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر: ٨٤٢٥، ٣/ ٢٣٣.

ذرائع خصوصًا موبائل فونز (Mobile Phones) اور انٹرنیٹ (Internet) وغیرہ کے ذریعے، ان کی کیا کیا سرگرمیاں ہیں، آیا وہ ان ذرائع کو تعمیری کاموں میں استعمال کر رہے ہیں؟ یا فُضول وبے کار اور بیہودہ وفحش کاموں میں مصروف ہو کر، اپنا قیمتی وقت اور توانائی ضائع کر رہے ہیں، اور کس طرح کے لوگوں سے ان کے روابط ہیں! وغیرہ وغیرہ۔

نئی نسل کی صحیح تربیت

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اساتذہ پر نئی نسل کو صحیح تربیت دینے، ان کی ذہن سازی کرنے، ان کے اَخلاق کو سدھارنے، اور ان کی صلاحیتیں پختہ کرنے کی بڑی بھاری ذمّہ داری عائد ہوتی ہے۔ طلبہ میں چُھپی مہارتوں کو پَرکھنا، اور انہیں ان کے مُوافق ماحول وسُہولیات مہیا کرنا؛ تاکہ ان طلبہ کی صلاحیتوں سے دوسرے لوگ بھی فائدہ اُٹھا سکیں، اور ان کی یہ خُوبیاں اچھے کاموں میں صرف ہوں، یہی وہ عظیم واہم کام ہے جس سے پورے مُعاشرے پر اثرات مرتَّب ہوتے ہیں، رسولِ اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: «سَيَأْتِيكُمْ أَقْوَامٌ يَطْلُبُونَ العِلمَ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهُمْ فَقُولُوْا لَهُمْ: مَرْحَباً، مَرْحَباً بِوَصِيَّةِ رَسُولِ الله ﷺ! وَاقْنُوْهُمْ»[1] "تمہارے پاس علم حاصل کرنے کے لیے لوگ آئیں گے، توجب تم انہیں دیکھو تو ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ کی وصیت کے مطابق تمہیں خوش آمدید، خوش آمدید! اور انہیں علم سکھاؤ!"۔

---

(۱) "سنن ابن ماجه" المقدّمة، باب الوصاة بطلبة العلم، ر: ۲۴۷، صـ۵۱.

دعا

اے اللہ ! ہمیں نسلِ نَو کو تعلیماتِ اسلامیہ سے رُوشناس کرانے کی توفیق عطا فرما، ان میں عملی جذبہ بیدار کرنے، اور خود ہمیں بھی عملی نمونہ بننے کی سوچ عطا فرما، اور ہم سب کو اچھے کام کرنے کا جذبہ عنایت فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت اور مدارِسِ اسلامیہ کا کردار

(جمعۃ المبارک ۲۴ شوّال المکرّم ۱۴۴۰ھ - ۲۸/۰۶/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

دینی تعلیم وتربیت کی اہمیت

برادرانِ اسلام! اللہ تعالی سارے جہانوں کا خالق اور پروَردگار ہے، تمام مخلوقات کا وُجود اسی کے حکم سے ہے، وہی بہتر جانتا ہے کہ مخلوق کا نفع کس میں ہے، اور اس کے لیے نقصان دہ اُمور کون کون سے ہیں! اس ذاتِ پاک نے اپنی مخلوقات میں سے انسان وجنّات کو ایمان واَحکام کا پابند کیا، پھر اس مخلوق کی رَہنمائی کے لیے دستورِ حیات قرآنِ کریم نازل فرمایا۔

پھر یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اس کلامِ ربّانی کے راز، حکمتیں اور مراد معلوم کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، چنانچہ اسے سمجھانے کے لیے حضور نبئ کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا، آپ ﷺ نے زندگی گزارنے، دینی ودُنیوی ترقیاں حاصل کرنے، اور آخرت سنوارنے کے زریں اُصول سمجھائے، لہذا اگر انہی اُصول کو پیشِ نظر

رکھ کر زندگی بسر کی جائے، تو کامیابیاں اور کامرانیاں ضرور حاصل ہوتی ہیں، اور اگر ان اُصول سے رُوگردانی کر کے زندگی گزاری جائے، تو دنیا وآخرت دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ آج انہی اُصول کو سیکھنے، سکھانے اور اپنانے کی ضرورت ہے، اور یہ سب کچھ مدارسِ اسلامیہ ہی سے حاصل ہو سکتا ہے!۔

لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم ان درس گاہوں میں اپنے بچوں کو دینی تعلیم سے رُوشناس کرانے کے لیے داخل کرائیں؛ تاکہ ہماری اولاد قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی کی تعلیم سے آراستہ ہو کر، ہمارے مُعاشرے کے اچھے اور باکردار انسان، مسلمان اور ہماری دنیا کی بہتری اور آخرت میں سُرخروئی کا سامان بن سکیں۔

دینی وعصری تعلیم میں باہمی فرق

عزیزانِ محترم! عصری تعلیم کی اہمیت وضرورت سے انکار ہرگز نہیں، لیکن مدارِس کے طلبہ اور کالجز (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities) کے طلباء وطالبات کے درمیان فرق معروف ہے۔ تعلیم انسان کے لیے بے حد ضروری ہے، حکماء کے بقول بغیر تعلیم کے انسان انسان ہی نہیں (یعنی کچھ بھی نہیں) لہذا پوری دنیا میں دو ۲ قسم کی تعلیم رائج ہے: ایک دینی تعلیم، اور دوسری عصری تعلیم۔

دینی تعلیم مدارِس اسلامیہ میں دی جاتی ہے، جبکہ عصری تعلیم اسکول، کالج (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities) میں دی جاتی ہے۔ آج جب ہم اپنے بچوں کا ایڈمیشن (Admission) اسکول میں کراتے ہیں، تو کئی طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خاص طَور پر ماہانہ فیس کا سن کر تو دل دھک سے بیٹھ ہی جاتا ہے، مہنگائی کے اس زمانے میں اتنی بھاری فیس کا سوچ کر بہت سے لوگ تو

بچوں کا ایڈمیشن (Admission) کروانے کی ہمت ہی نہیں کر پاتے، یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے مُعاشرے میں کم تعلیم یافتہ، یاناخواندہ افراد کی تعداد میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ان تمام تر مشکلات کے باوُجود بھی بہت سے لوگ دل پر پتھر رکھ کر، اپنے بچوں کا داخلہ اسکول میں کروا ہی لیتے ہیں، مگر وہاں سے فراغت کے بعد کئی لوگ دربدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں؛ کیونکہ اکثر اسکول، کالجوں (Colleges) میں صرف پڑھائی کے نام پر رقم بٹور لی جاتی ہے، بچوں کو مغربی کلچر (Western Culture) کا دِلدادہ بنانے پر پورا زور ہوتا ہے، جبکہ والدین اور بیوی بچوں کے حقوق سے انہیں ناآشنا رکھا جاتا ہے، اسی لیے جن لوگوں نے صرف اسکول کالج سے فراغت پائی، اور دینی تعلیم سے کوئی سروکار نہ رکھا، اکثر اُن کے والدین اپنی ضعیفی میں بہت پریشانی اور نَدامت اٹھاتے ہیں!!۔

جبکہ اس کے برعکس کئی مدارِس اسلامیہ میں بچوں کو دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جاتے ہیں، نتیجۃً آج سینکڑوں کی تعداد میں مدارس سے فارغ التحصیل طلباء، سرکاری اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔

دینی تعلیم وتربیت کا انفرادی پہلو

حضراتِ گرامی قدر! دینی مدارس میں انہیں آداب واَخلاقِ زندگی سکھائے جاتے ہیں، محبت، اُخوّت، بھائی چارگی کا پیغام دیا جاتا ہے، کامیاب زندگی گزارنے کے اُصول سکھائے جاتے ہیں، وطن سے محبت کا پیغام دیا جاتا ہے۔ ملک وقوم اور اسلامی اَقدار کے تحفُّظ کے لیے مدارس کے طلبہ اپنی جان، مال اور وقت جیسی قیمتی چیزیں بھی قربان کرتے

ہیں، مگر ملک وملّت سے غداری نہیں کرتے؛ کیونکہ ہر طالبِ علم دین کو یہ باتیں اچھی طرح ذہن نشین کرائی جاتی ہیں کہ وطن سے محبت بھی ان کا قومی وملّی فریضہ ہے۔

اِنہی مدارِس اسلامیہ سے ہمیں دینِ اسلام کی اہم ترین عبادت نماز کی باجماعت ادائیگی کے لیے مساجد کے ائمہ، دینِ متین کی صحیح تعلیمات سے رُوشناس کرانے کے لیے علماء وخطباء، نکاح کی سنّت کی ادائیگی کے لیے اِنہی میں سے نکاح خواں، ہماری اولاد کی دینی واَخلاقی تعلیم وتربیت کے لیے معلّمین ومدرّسین اور ہمارے پیش آمدہ دینی مسائل کے حل کے لیے درست رَہنمائی کرنے والے مفتیانِ کرام مہیا ہوتے ہیں۔

دینی مدارِس کا فلاحی کردار

عزیزانِ محترم! دینی مدارِس جہاں اسلام کے قلعے، ہدایت کے سرچشمے، دین کی پناہ گاہیں، اور اِشاعتِ دین کا بہت بڑا ذریعہ ہیں، وہیں یہ دنیا کی سب سے بڑی حقیقی طَور پر "این جی اوز" (NGOs) بھی ہیں، جو لاکھوں طلبہ وطالبات کو بلامُعاوضہ تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ، انہیں رہائش وخوراک اور مفت طبّی سُہولیات بھی فراہم کرتے ہیں۔ اِنہی دینی مدارس نے ہر دَور میں، تمام تر مَصائب ومشکلات، پابندیوں اور مخالفتوں کے باوُجود، کسی نہ کسی صورت میں اپنا وُجود اور مقام برقرار رکھتے ہوئے، دینِ اسلام کے تحفُّظ اور اس کی بقاء میں اپنا اہم ترین کردار ادا کیا ہے۔

دینی مدارِس اور ہمارا طرزِ عمل

حضراتِ ذی وقار! ہم میں سے اکثر لوگوں کا روِیہ، اسلام کے ان قلعوں کے ساتھ جُزوی اور رسمی طَور پر، اِمداد بصورتِ زکات وفطرہ یا دیگر عطیات اور قربانی کی کھالوں کی صورت میں، احسان جتلانے کے انداز میں ہوتا ہے، جو کہ کسی بھی طرح

قابلِ ستائش نہیں! اور پھر ہم میں سے بعض لوگوں کی طرف سے ان پر طعن وتشنیع کہ "ہماری زکات وفطرہ اور دیگر عطیات وخیرات پر پلنے والے، ہمیں کیا دِین سکھائیں گے! ہمیں دِین کی معلومات دیگر ذرائع سے حاصل ہو جاتی ہے، جو ہمارے لیے کافی ہے!" حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ جس طرح ہم کالج ویونیورسٹی (College and University) میں اپنے ذہین فطین بچوں کو تعلیم دِلواتے ہیں، اسی طرح ان مدارس میں بھی اپنی اولاد میں سے کم از کم ایک بچہ یا بچی، کامل طَور پر وقف کریں، جو مکمل دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد، ہمارے گھر، خاندان، محلے والوں، بلکہ پورے مُعاشرے کی کامل دینی رَہنمائی کر سکے، اور ہماری دینی ودنیوی کامیابی وکامرانی کا باعث بنے!!۔

دینی مدارِس کے ساتھ تعاوُن

میرے محترم بھائیو! جس طرح اولاد کی عصری تعلیم کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہم خطیر رُقوم خرچ کرکے، انہیں دنیوی علوم وفنون کا ماہر بنانے کی تمام تر کوششیں کر ڈالتے ہیں، اسی طرح ان مدارسِ اسلامیہ کو بھی صرف زکات وفطرہ یا خیرات وصدَقات کے ذریعے اِمداد فراہم نہ کریں، بلکہ مستقل بنیادوں اور باقاعدہ طور پر اپنی حیثیت وآمدنی کے اعتبار سے، اس کا کچھ فیصد مختص کر کے انہیں فراہم کریں، اور اس تعاوُن کو اہلِ مدارس پر احسان نہیں، بلکہ اپنے لیے بہت بڑی سعادتمندی اور شرف کا باعث سمجھیں؛ کہ اللہ تعالی نے ان وارثینِ انبیاء کی خدمت کا ہمیں اس طَور پر جذبہ عطا فرمایا، جس پر ہم رب تعالی کے شکر گزار ہیں؛ تاکہ کسی کو طعن وتشنیع کا موقع نہ ملے، اور ان مدارِس میں بھی غریب بچوں کے علاوہ، متوسط بلکہ اعلی

تعلیم یافتہ لوگوں کی اَولاد بھی زیورِ علم دین سے آراستہ ہوکر، باوقار انداز سے دینِ متین کی بھرپور خدمات انجام دے سکیں۔

نیا تعلیمی سال اور دینی مدارِس کے طلباء کی ذمّہ داری

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! تقریبًا دو ۲ ماہ کی طویل تعطیلات کے بعد، مدارسِ اسلامیہ کی تعلیمی سرگرمیوں کا آغاز ہو رہا ہے، ہر طرف نئے داخلوں کی گہما گہمی ہے، بہت سے اداروں میں تو باقاعدہ تعلیم شروع بھی ہو چکی ہے، مختلف اَضلاع اور اَطراف واکناف سے علم کے طلبگار ان مدارس کا رُخ کر رہے ہیں، مدارسِ اسلامیہ ملک وملّت بلکہ انسانیت کی تقدیر بدلنے میں کیا کچھ کردار ادا کر سکتے ہیں؟ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں! ہمارے مُعاشرہ میں مدرسہ کی بڑی اہمیت ہے، تاہم ایسا طاقتور، مستحکم، تعلیم وتربیت سے لبریز، اور تعمیرِ انسانیت سے بھرپور مدرسہ اینٹ وپتھر یا در ودیوار کا نام نہیں، مدارِس کا وُجود اور ان کی قوّتِ تاثیر، ان میں تیار ہونے والے افراد سے وابستہ ہے!۔

انسانی زندگی میں مدارسِ اسلامیہ کے کردار کا نتیجہ اس بات پر منحصر ہے، کہ وہ کس قسم کے افراد کو نسلِ انسانی کی تعمیر وترقی کے لیے مہیا کر رہے ہیں! مدارس سے علم کی رَوشنی حاصل کرکے فراغت پانے والے طلبہ، زندگی کے اس موڑ پر کھڑے ہوتے ہیں، جہاں انسانیت کی ڈُوبتی کشتی کو ساحل سے لگانے کی تمام تر ذمّہ داری انہی کے کندھوں پر آپڑتی ہے؛ کہ وراثتِ نبوی ﷺ کے حق کی ادائیگی وہ عظیم ذمّہ داری ہے، جس کے تصوُّر سے بدن پر رعشہ طاری ہونے لگتا ہے! اس ذمّہ داری کو ہر دَور اور اپنی اپنی اَقوام میں حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام انجام دیتے رہے، طالبانِ علومِ نبوّت

دراصل اسی منہج کے امین ومُحافِظ ہیں، انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارثین کو اس عظیم ذمّہ داری کی صحیح طَور پر انجام دہی کے لیے کن ظاہری وباطنی عمدہ صلاحیتوں اور کمالات کی ضرورت ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں، ان صلاحیتوں کو مختصر الفاظ میں علم وعمل کے کمال سے تعبیر کیا جاسکتا ہے! ایک طرف طالبانِ علومِ نبوّت کی یہ عظیم ذمّہ داری اور اس کے لیے مطلوب صلاحیتوں کی ضرورت ہے، تو دوسری طرف طلبۂ مدارِس کا افسوس ناک علمی وعملی اِنحطاط ہے! علم وعمل کے اس روز اَفزوں اِنحطاط کے سلسلہ میں ایسا نہیں کہ ہمارے ذمّہ دارانِ مدارِس فکر مند نہیں، انہیں تو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی ہے کہ علمی وعملی معیار میں زیادہ سے زیادہ بہتری لائی جائے! لیکن ان کی یہ فکر مندی اور ساری جدوجہد اسی وقت ثمر آوَر ثابت ہوگی، جب ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے طلباء بھی حصولِ علم کے سلسلہ میں اپنی ذمّہ داریوں کو کامل طَور پر محسوس کریں! اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو برُوئے کار لاتے ہوئے، محنت وجانفشانی کے ساتھ حصولِ علم اور ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل کرتے ہوئے، وارثینِ انبیاء علیہم السلام کہلانے کے صحیح حقدار ٹھہریں!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے طلبہ کو تعلیماتِ اسلامیہ سے رُوشناس کرانے کی توفیق عطا فرما، دینی مدارِس کے ساتھ تعاوُن کا جذبہ وسوچ عطا فرما، ہمیں اچھے کام کرنے کی سعادت عطا فرما، اور باہمی اتحاد واتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

گانے باجے اور فحاشی وعُریانی کا شرعی حکم

(جمعۃ المبارک یکم ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ-۰۵/۰۷/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

گانے باجے کی حرمت

برادرانِ اسلام! جب ہم اپنے گرد وپیش پر نظر دَوڑاتے ہیں، تو پتا چلتا ہے کہ کئی قسم کی بُرائیاں مُعاشرے کو بڑی تیزی سے اپنی لپیٹ میں لے چکی ہیں، اور اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو کچھ بعید نہیں کہ آنے والی نسلیں، ان بُرائیوں میں بُری طرح مبتلا ہو جائیں، جیسا آج یورپ (Europe) کا حال ہے، لیکن اگر ہم میں سے ہر ایک تھوڑی سی ہمت کرے، توان برائیوں کی کسی حد تک روک تھام ہوسکتی ہے، جو ہماری آئندہ نسل کے لیے فائدہ مند ہوگی! یہ برائیاں انسان کو ذکرِ الٰہی سے دُور کرتی ہیں، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِيۡ لَهۡوَ الۡحَدِيۡثِ لِيُضِلَّ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ بِغَيۡرِ عِلۡمٍ ۖ وَّ يَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ﴾[1] "کچھ لوگ کھیل کی

---

(۱) پ۲۱، لقمان: ٦.

باتیں خریدتے ہیں کہ بے سمجھے اللہ کی راہ سے بہکادیں اور اسے ہنسی بنالیں، ان کے لیے ذلّت کا عذاب ہے"۔ اس آیتِ مبارکہ میں ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ سے کیا مراد ہے؟ اس بارے میں حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے پوچھا گیا، تو آپ نے فرمایا: «الْغِنَاءُ، وَالَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ!»[1] "اُس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! (کھیل کود سے مراد) غناء (گانا بجانا) ہے"۔

﴿لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾ "کھیل کی باتوں" میں بازاری قصے کہانیاں، اَفسانے، ڈرامے(Drama)، ناول (Novel) اور سنسنی خیز لٹریچر (Thriller literature)، رسالے اور بے حیائی کا پرچار کرنے والے اخبارات، اور جدید ترین ایجادات ریڈیو (Radio)، ٹی وی (TV)، موبائل فون (Mobile Phone)، فلمیں (Movies)، ڈش انٹینا (Dish Antenna) وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔

حضراتِ گرامی قدر! عصرِ حاضر میں بعض حضرات موسیقی کو رَواج دینے پر تلے ہوئے ہیں، اور خانہ ساز دلائل کے ساتھ رقص وموسیقی کو رُوح کی غذا وتسکین بھی قرار دیتے ہیں، خود بھی گمراہ ہوئے اور قوم وملّت کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔ ایسے حالات میں علمائے حق اور دیگر اَربابِ اختیار کی ذمّہ داری ہے، کہ رقص وموسیقی کی حرمت کے حوالے سے شرعی دلائل پیش کریں، اور مختلف عہدوں پر فائز حضرات اپنے اختیارات استعمال کرکے ان برائیوں کا سدِّباب کریں؛ تاکہ قوم وملّت کو جہنم کے عذاب سے بچایا جاسکے، نیز کفّار مشرکین اور یہود ونصاریٰ کی طرف سے اس شیطانی یلغار کا مقابلہ کیا جاسکے!۔

---

(١) "مصنَّف ابن أبي شَيبة" كتاب البُيوع والأقضِية، ر: ٢١٥٣٧، ١١/ ١٠١.

رقص وموسیقی کی بڑھتی نحوست

حضراتِ محترم! آج ہمارے مُعاشرے میں گانے باجوں، رقص وموسیقی اور فحاشی وعریانی نے پوری قوت سے ڈیرے جمالیے ہیں، زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو اس نحوست کے اثرات سے محفوظ ہو، جبکہ ہمارے دینِ اسلام میں موسیقی اور گانے بجانے کی شدید مذمت کرتے ہوئے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے واضح الفاظ میں وعید ارشاد فرمائی، حضرت سیّدنا ابو عامر یا سیّدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ کریم ﷺ نے فرمایا: «لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الحِرَّ وَالحَرِيرَ وَالخَمْرَ وَالمَعَازِفَ»[1] "میری اُمت میں ایسی قومیں ضرور ہوں گی، جو زِنا، ریشم، شراب اور گانے باجوں کو حلال جانیں گی"۔ اس حدیث میں صراحت ہے کہ مذکورہ اشیاء شریعتِ مطہّرہ میں حرام ہیں، کہ وہ لوگ انہیں حلال کر لیں گے، انہی اشیاء میں "مَعازِف" یعنی گانے بجانے کے آلات بھی ہیں، کہ جن کا استعمال شرعاً حرام ہے؛ کہ حلال اسی چیز کو کیا جاسکتا ہے جو پہلے حرام ہو!۔

ڈھول اور بانسری کی حرمت

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: «إِنَّ اللهَ حَرَّمَ عَلَيَّ -أَوْ حُرِّمَ- الْخَمْر، وَالْـمَيْسِر، وَالْكُوبَة» "یقیناً اللہ تعالی نے مجھ پر شراب، جُوا اور کُوبہ حرام کیا ہے" اس حدیثِ پاک کے راوی علی بن بذِیمہ فرماتے ہیں کہ "کوبہ" سے مراد ڈھول ہے[2]۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأشربة، ر: ٥٥٩٠، صـ٩٩٢.

(٢) "سنن أبي داود" كتاب الأشربة، ر: ٣٦٩٦، صـ٥٣٠، ملتقطاً.

امام نافع نے فرمایا کہ حضرت سیّدنا ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بانسری کی آواز سُنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور ارشاد فرمایا: «كُنْتُ مَعَ رسول الله ﷺ فَسَمِعَ مِثْلَ هَذَا، فَصَنَعَ مِثْلَ هَذَا»[1] "میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا، تو آپ نے ایسی آواز سن کر اسی طرح کیا تھا" یعنی اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں۔

گانے باجوں کی کثرت علامتِ قیامت ہے

میرے محترم بھائیو! زمین وآسمان اور جن واِنس اور فرشتے سب ایک دن فنا ہونے والے ہیں، صرف ایک اللہ تعالی کے لیے ہمیشگی اور بقاء ہے، مگر اس دنیا کے فنا ہونے سے پہلے چند نشانیاں ظاہر ہوں گی، جن میں سے ایک یہ ہے کہ گانے باجے کی کثرت ہوگی، چنانچہ قیامت کی نشانیوں کے بارے میں حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «...ظَهَرَتِ القَيْنَاتُ وَالمَعَازِفُ!»[2] "(قربِ قیامت میں) گانے والیاں اور گانے باجے کا سامان عام ہوگا!"۔

گانا دل میں نِفاق پیدا کرتا ہے

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «الْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِفَاقَ فِي القَلبِ، كَمَا يُنبِتُ الـمَاءُ البَقْلَ»[3] "گانا دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتا ہے، جس طرح پانی سبزہ اُگاتا ہے"۔

---

(۱) المرجع نفسه، باب كراهية الغناء والزمر، ر: ٤٩٢٤، صـ٦٩٤.

(۲) "سنن الترمذي" أبواب الفِتن، ر: ٢٢١١، صـ٥٠٨.

(۳) "ذَمّ الملاهي" باب المخنّثين، ر: ٣٩، صـ٤٥.

ذکرواذکار اور مُحافظ فرشتہ

جانِ برادر! جب کبھی سفر میں ہوں تو ذکر ودُرود سے اپنی زبان تر رکھیں، اگر ہم دَورانِ سفر ذکر اللہ میں مصروف رہیں گے، تو فرشتہ راستے بھر ہماری حفاظت کرے گا، اور اگر (معاذاللہ) گانے باجے سنتے رہے، یا لہو ولعب میں مصروف رہے تو شیطان شریکِ سفر ہوگا، حضرت سیّدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، نبئ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَا مِنْ رَاكِبٍ يَخْلُو فِي مَسِيرِهِ بِاللهِ وَذِكْرِهِ إِلَّا رَدِفَهُ مَلَكٌ، وَلَا يَخْلُو بِشِعْرٍ وَنَحْوِهِ إِلَّا رَدِفَهُ شَيْطَانٌ»[1] "جو شخص سفر میں اللہ کی طرف توجہ رکھے اور اس کے ذکر میں مشغول رہے، تو اس کے ساتھ ایک فرشتہ مُحافِظ ہوتا ہے، اور جو کوئی بیہودہ اَشعار اور اسی طرح کی بیہودہ باتوں میں مصروف رہے، تو اس کے پیچھے ایک شیطان لگ جاتا ہے"۔

دو قسم کی آوازوں پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے

عزیزانِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «صَوْتَانِ مَلْعُونَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ: (١) مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ (٢) وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيبَةٍ»[2] "دو ۲ آوازوں پر دنیا وآخرت میں لعنت ہے: (۱) خوشی کے وقت باجے کی آواز (۲) اور غم کے وقت شور مچانا"۔

مذکورہ آیتِ مبارکہ اور احادیثِ مبارکہ سے واضح ہوا، کہ گانے باجے اور اُن کے آلات کا استعمال، اور انہیں جان بوجھ کر سننا حرام ہے۔

---

(١) "المعجم الكبير" عبد الله بن شراحيل عن عقبة بن عامر، ر: ٨٩٥، ١٧/ ٣٢٤.

(٢) "مُسند البزّار" مسند أبي حمزة أنس بن مالك، ر: ٧٥١٣، ١٤/ ٦٢.

پبلک ٹرانسپورٹ اور شادی بیاہ کی تقریبات میں گانے باجوں کا شور

حضراتِ گرامی قدر! ایک مسلمان جسے علم ہے کہ گانا بجانا حرام ہے، وہ اپنے آپ کو ہر ممکنہ طریقے سے اس حرام فعل سے بچاتا ہے، اب اگر وہ کہیں شادی بیاہ کی کسی تقریب میں شرکت کرتا، یا سفر کے لیے کسی پبلک بس(Public Bus) وغیرہ میں سوار ہوتا ہے، تو تقریب کے میزبان اور گاڑیوں کے ڈرائیور حضرات اسے گانا سنانے پر ہٹ دھرمی سے ڈٹے رہتے ہیں، ایسی صورت میں کیا کرے؟ کیا مہمان ایسی تقریب سے واپس لَوٹ جائے؟ اور مسافر کیا گاڑی سے اُتر جائے؟ یا پھر اپنی استطاعت کے مطابق حرام کام کو روکے؟ ایسے مُعاملات کے لیے حضرت سیّدنا ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: «مَنْ رَأَى مُنْكَراً فَاسْتَطَاعَ أَنْ يُغَيِّرَهُ بِيَدِهِ فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ»[1] "جو کوئی برائی دیکھے اور استطاعت رکھتا ہو کہ اُسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، تو اسے چاہیے کہ بدل دے، اگر اس کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اپنی زبان سے وعظ ونصیحت کرے، اور اگر اس بات کی بھی استطاعت نہ ہو، تو کم از کم اپنے دل میں اُسے بُرا جانے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے"۔

بلکہ خود ان فاسق وفاجر میزبانوں، ڈرائیوروں (Drivers) اور ان کے مُعاونین کو چاہیے، کہ اپنی ان غیر شرعی حرکات سے عام مسلمانوں کو تکلیف نہ پہنچائیں، اور اپنی آخرت کی فکر کرتے ہوئے ایسے کاموں سے اجتناب کریں۔

---

(١) "سنن أبي داود" كتاب الصّلاة، باب الخطبة يوم العيد، ر: ١١٤٠، صـ١٧١.

فحاشی وعریانیت سے بچنا

حضراتِ ذی وقار! ہم لوگوں کے ہُجوم میں ہوں یا تنہائی میں ہوں، ہر حال میں گناہوں سے بچنا لازم وضروری ہے، ظاہراً نیک رہنا اور چُھپ کر گناہ کرنا تقویٰ نہیں بلکہ یہ رِیاکاری ہے، تقویٰ یہ ہے کہ ہم ہر حال میں فِسق وفجور سے بچتے رہیں، اللہ ربّ العالمین نے ارشاد فرمایا: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾[1] "ظاہر وپوشیدہ کسی بے حیائی کے پاس مت جاؤ" لہذا جو کام خود اپنے لیے، اور اپنے ملک وقوم کے لیے فساد ونقصان کا باعث ہو، اس سے ہر حال میں بچتے رہنا چاہیے!۔

عزتوں کا تحفُّظ

برادرانِ اسلام! ہمارا دین پاکدامنی اور طہارت کے ساتھ ساتھ پاکیزہ زندگی گزارنے کا حکم دیتا ہے، زِناکاری (Adultery)، ہم جنس پرستی (Homosexuality)، فحش کلامی، بے حیائی، گمراہی وبے راہ رَوِی کے تمام اَسباب ومحرّکات سے ہمیشہ دُور رہنے کا حکم دیتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾[2] "بدکاری کے پاس مت جاؤ! یقیناً وہ بے حیائی اور بہت ہی بُرا راستہ ہے"۔ مفسّرِ شہیر حکیم الاُمت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ "زِنا کے اسباب سے بھی بچو! لہٰذا بدنظری، غیر عورت سے خلوَت اور خواتین کی بے پردگی وغیرہ سب کام حرام ہیں، پردے کی فرضیت، گانے بجانے کی حُرمت اور نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم، یہ سب اَحکام زِنا سے روکنے ہی کے لیے ہیں"[3]۔

(۱) پ۸، الأنعام: ۱۵۱.
(۲) پ۱۵، بني إسرائيل: ۳۲.
(۳) "تفسیر نور العرفان" پ۱۵، بنی اسرائیل، زیرِ آیت: ۳۲، صـ۴۵۴، ملتقطاً۔

لہو ولعب اور شیطانی باجوں سے بچنے کا صلہ

میرے محترم بھائیو! ایک تابعی بزرگ محمد بن مُنکدر رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا: "يُقَالُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَيْنَ الَّذِينَ كَانُوا يُنَزِّهُونَ أَنْفُسَهُمْ وَأَسْمَاعَهُمْ عَنِ اللَّهْوِ وَمَزَامِيرِ الشَّيْطَانِ؟ اجْعَلُوهُمْ فِي رِيَاضِ المِسْكِ ثُمَّ يُقَالُ لِلْمَلَائِكَةِ: أَسْمِعُوهُمْ حَمْدِي وَالثَّنَاءَ عَلَيَّ وَأَخْبِرُوهُمْ أَنْ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ"[1] "قیامت کے دن ندا کی جائے گی، کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو اپنے آپ کو اور اپنے کانوں کو لہو ولعب اور شیطانی باجوں سے بچاتے تھے؟! انہیں خوشبودار باغیچوں میں لے جاؤ! پھر فرشتوں سے کہا جائے گا کہ انہیں میری حمد وثناء سناؤ! اور خوشخبری دے دو کہ انہیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم!"۔

فحاشی وعریانیت کا سدِّباب

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! بے شمار بُرائیوں کی طرح کفّار ومنافقین کی سازشوں کے باعث، مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی بھی مسلسل پھیلتی جارہی ہے، گندے اور فحش گانوں کی لعنت کیا کم تھی، کہ اب ٹی وی (TV)، ڈش انٹینا (Dish Antenna)، کیبل(Cable) ، انٹرنیٹ کیفے (Internet Cafe)، موبائل فون (Mobile Phone) کی شیطانیاں اور ننگی تصاویر (Nude Pictures) کی بہتات ہورہی ہے! ارشاد باری تعالی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[2] "وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں فحاشی پھیلے، اُن کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے! اللہ سب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے!"۔

---

(١) "تحريم النرد والشطرنج والملاهي" باب تنزيه ...إلخ، ر: ٦٦، صـ٢١٧.
(٢) پ١٨، النور: ١٩.

اس آیتِ مبارکہ کا حکم اپنے عموم سے، فحاشی پھیلانے والی ہر چیز پر یکساں لاگو ہے، لہٰذا بدکاری کے اَڈّے (Base of Immorality)، سینما ہالز (Cinema Halls)، گندی فلمیں (Dirty Movies)، کلب (Clubs)، ہوٹل (Hotels)، رقص گاہیں (Dance Halls)، گندے قصے کہانیاں (Dirty Stories) اور فحش و بیہودہ اَشعار (Porn Poems)، غرض فحاشی وعریانی پھیلانے والے تمام اُمور حرام ہیں۔ اگر حکمرانی نیک اور سچے مسلمانوں کے ہاتھ میں ہو، تو ان پر لازم ہے کہ فحاشی کے یہ تمام اَڈّے اور ذرائع مکمل طور پر ختم وبند کریں، اور ان افعالِ فاحشہ کا ارتکاب کرنے والوں کو شدید سزا دی جائے؛ تاکہ آئندہ کسی کو اس طرح کی حرکات کے ارتکاب کی ہمّت نہ ہونے پائے!!۔

نیز ہم سب پر بھی بحیثیت مسلمان لازم ہے کہ فحاشی وعریانی، گانے باجوں اور گناہوں سے بچیں، نیک اعمال کے پابند ہوں، صدقہ وخیرات دیں، اور تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کریں۔

دعا

اے اللہ! تمام مسلمانوں میں تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل کا جذبہ فرما، گانے باجے اور ان کے لیے استعمال ہونے والے ہر قسم کے آلات سے محفوظ فرما، ہر طرح کی فحاشی وبے حیائی سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

طلاق کا بڑھتا ہوا رُجحان اور اس کی وُجوہ

(جمعۃ المبارک ۸ ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۷/۱۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

خاوند اور بیوی کے باہمی حقوق

برادرانِ اسلام! کامیاب اور خوشگوار اِزدِواجی زندگی کے لیے ضروری ہے، کہ خاوند اور بیوی دونوں ایک دوسرے کا احترام اور ایک دوسرے کے حقوق کا پاس رکھیں، لیکن پہلے اس کے لیے ضروری ہے کہ دونوں اپنے اپنے حقوق کی آگاہی حاصل کریں، ورنہ لاعلمی یا کم علمی میں ایک دوسرے کے حقوق کی پامالی کی صورت میں، جہاں اُخروی نقصان وخُسران ہے، وہیں دنیاوی زندگی میں بھی باہمی اختلافات اور نفرتیں پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[1] "عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا اُن پر شریعت کے مُوافق ہے، اور مَردوں کو اُن پر فضیلت ہے" یعنی جس

(۱) پ۲، البقرة: ۲۲۸.

طرح بیوی پر شوہر کے حقوق ہیں، اسی طرح شوہر پر بھی بیوی کے حقوق ہیں، عورت پر مرد کی خدمت کا حق ہے، اور مرد پر عورت کی کفالت و حفاظت وقدردانی کا حق ہے، لہذا زَوجَین باہمی حقوق ادا کرتے رہیں، اور بالخصوص خواتین مَردوں کی اس فضیلت کا لحاظ کرتے ہوئے، اپنے شَوہروں کی کامل اِطاعت کی کوشش کریں، اور ایک دوسرے کی اچھائیوں پر نظر رکھیں؛ کہ اللہ تعالی اور اس کے پیارے رسول ﷺ نے زوجَین کے حقوق مقرّر فرمائے، اور انہیں رہن سہن کا طریقہ بتایا؛ تاکہ ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں، اور دینِ اسلام کے راستے پر چلتے رہیں، تو دونوں کی زندگی اچھی اور خوشگوار گزرے گی، اگر کسی کی کوئی بات ناگوار ہو تو درگزر کرنا چاہیے!۔

شوہر پر لازم ہے کہ اگر بیوی بد خُلق یا بد مزاج ہے، تو سزا دینے یا جُدائی میں جلدی نہ کرے، بلکہ اُس کے ساتھ حسنِ خُلق کا مُظاہرہ کرے؛ کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾[1] "اُن سے اچھا برتاؤ کرو! پھر اگر وہ تمہیں پسند نہ آئیں، تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو، اور اللہ اس میں بہت بھلائی رکھے!"۔

خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم

عزیزانِ محترم! زندگی کا سُکون وقرار قائم رکھنے، اور گھر والوں سے حسنِ سُلوک سے پیش آنے کے بارے میں نبئ کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِالله وَالْيَوْمِ الآخِرِ، فَإِذَا شَهِدَ أَمْراً فَلْيَتَكَلَّمْ بِخَيْرٍ أَوْ لِيَسْكُتْ، وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً؛ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ

(١) پ ٤، النساء: ١٩.

شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، إِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، اسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْراً!»[1] "جو اللہ تعالی اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے جب بھی کوئی مُعاملہ درپیش ہو تو اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے، خواتین سے اچھا برتاؤ رکھو؛ کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں سب سے زیادہ ٹیڑھا اوپر والا حصہ ہے، اگر تم اُسے سیدھا کرنے جاؤ گے تو توڑ ڈالو گے، اور اگر چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہذا خواتین کے ساتھ خیر خواہی کرو!"۔

یعنی عورتوں کی کج خُلقی، اور اُن کی طرف سے اِیذاء رَسانی پر صبر کرنا چاہیے، ہر صورت نبھانے کی کوشش ہونی چاہیے، اگر کسی میں کچھ خامیاں ہیں تو ضرور اس میں کچھ خوبیاں بھی ہوں گی! انہیں خوبیوں پر نظر رکھتے ہوئے زندگی گزارنی ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالیٰ عَنْہ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لاَ يَفْرَكْ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً، إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقاً، رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ»[2] "کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے دشمنی نہ رکھے، اگر کوئی ایک عادت اسے ناپسند ہے، تو دوسری پسند آجائے گی!"۔

ناچاقی کی صورت میں احسن انداز سے علیحدگی وطلاق

حضراتِ گرامی قدر! جب تک باہمی حقوق کی ادائیگی احسن انداز سے ہوتی رہتی ہے، چَین اور سُکون سے گھر آباد اور زوجَین شاد رہتے ہیں، تاہم بعض اوقات ان حقوقِ باہمی میں کسی جانب سے کوتاہی، اس عظیم رشتے میں دراڑیں ڈال دیتی ہے، اور اُلفت ومحبت کی جگہ نفرت وکُدورت لے لیتی ہے، بالآخر اسلام اجازت دیتا

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء، ر: ٣٦٤٤، صـ٦٢٦.

(٢) المرجع نفسه، ر: ٣٦٤٥، صـ٦٢٦.

ہے کہ طلاق (Divorce) کے ایک معیّن طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے، مرد وزَن ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں، شاید کہ جدائی کے بعد اللہ تعالی اُن کے لیے خوشگوار زندگی کا کوئی اَور سبب بنادے!۔

طلاق کے بڑھتے واقعات اور اس کی وُجوہ

حضراتِ ذی وقار! اگر دَورِ حاضر میں طلاق کے بڑھتے ہوئے واقعات، اور ان کے اَعداد وشمار کا جائزہ لیا جائے، تو انتہائی خطرناک صورت حال سامنے آتی ہے، بعض اوقات معمولی سی بات پر نَوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے، اور پھر ہنستا بستا گھر برباد ہو کر رہ جاتا ہے۔ لہذا ہمیں سب سے پہلے یہ جاننے کی ضرورت ہے، کہ آخر کثرتِ طلاق کی وجوہات کیا ہیں؟ اور کیوں اس طرح کے واقعات میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہا ہے؟ ویسے تو طلاق کی وجوہات بہت ساری ہیں، لیکن ہم یہاں چند اہم وُجوہ کا ذکر کریں گے، اور پھر ان کے حل پر بھی غور کریں گے؛ تاکہ ایسے اسباب پیدا ہی نہ ہوں جن کے نتیجے میں زَوجَین کے درمیان علیحدگی ہو جائے، ان میں سے چند اہم وُجوہات یہ ہیں: (۱) گناہ اور برائیوں کی کثرت، (۲) باہمی شکوک وشُبہات اور بدگمانیاں، (۳) عورت کی طرف سے خاوند کی نافرمانی، اور اس کے مقام ومرتبہ سے ناواقفیت، (۴) شوہر کی طرف سے بے انتہاء مَلامت، بے جامُطالبات اور شدید تنقید کا سامنا ... وغیرہ وغیرہ۔

اگر بیوی زبان دراز، بداَخلاق اور ضدی ہے، تو ایسی صورت میں بیوی اپنے اَخلاق درست کرے، اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے، اور بچوں کی صحیح تربیت کے لیے خوب محنت وکوشش کرے، اور خاوند کی ہر وہ بات مانے جو اللہ تعالی کی ناراضگی کا باعث نہ ہو، حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن عَوف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

نے فرمایا: «إذا صلّتِ المرأةُ خَمْسَها، وصامَتْ شهرَها، وحَفِظتْ فَرْجَها، وأطاعَتْ زَوجَها، قِيل لها: اُدخلِي الجنّةَ مِن أيِّ أبوابِ الجنّةِ شِئتِ!»[1] "جب کوئی عورت پانچوں نمازیں ادا کرتی رہے، ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے، اور اپنے خاوند کی اِطاعت کرے، تو اسے کہا جائے گا کہ جنّت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہوجا!"۔

زَوجین کے مابین صلح کی کوشش

میرے محترم بھائیو! کبھی کسی وجہ سے اگر آپس میں اختلاف ہوجائے، اگرچہ کتنی ہی شدّت اختیار کر جائے، اس کے اِزالہ کی صورت صرف طلاق نہیں، بلکہ شریعتِ اسلامیہ نے اس مقام پر بھی ہماری بہترین رَہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾[2] "اگر تمہیں میاں بیوی کے جھگڑے کا خوف ہو، تو ایک ثالث مرد والوں کی طرف سے بھیجو، اور ایک عورت والوں کی طرف سے، یہ دونوں اگر صلح کرانا چاہیں گے تو اللہ تعالی ان میں مُوافقت کر دے گا"؛ کیونکہ عام طور پر اَقارِب اپنے رشتہ داروں کے گھریلو حالات سے واقف ہوتے ہیں، اور زَوجین کے درمیان مُوافقت کی خواہش بھی رکھتے ہیں، نیز فریقَین کو ان پر اطمینان بھی ہوتا ہے، اُن سے اپنے دل کی بات کہنے میں تامُّل بھی نہیں کرتے، لہذا اس طریقہ سے بھی صلح کی بھرپور کوشش کی جائے، پھر بھی اگر نہ بن پائے تو بصورتِ مجبوری، احسن انداز سے طلاق یا خُلع کی طرف پیش قدمی کی جائے!۔

(۱) "مُسند الإمام احمد" حديث عبد الرحمن بن عَوف، ر: ١٦٦١، ١/ ٤٠٦.
(۲) پ٥، النساء: ٣٥.

مرد کو طلاق اور عورت کو خُلع کا حق حاصل ہے

میرے محترم بھائیو! جہاں انتہائی مجبوری کی صورت میں مرد کو یہ اختیار دیا گیا ہے، کہ وہ طلاق کے ذریعے اس رشتہ کو ختم کردے، وہیں اسلام نے ایسی صورت میں عورت کو بھی خُلع حاصل کرنے کا حق دیا ہے۔ آج کل اپنی بیویوں کو طلاق دینے کے خواہشمند حضرات کے مقابل، ایسی خواتین کی شرح زیادہ ہوتی جارہی ہے، جو مختلف وُجوہات کی بنا پر اپنے شوہروں سے قانونی طریقہ سے علیحدگی کی غرض سے، کورٹ (Court) سے رجوع کررہی ہیں، اگر وہ واقعی مظلوم ہیں تو ان کا یہ اِقدام درست وحق ہے، بصورتِ دیگر ایسا کرنا جائز ومناسب نہیں!!۔

گھریلو ناچاقیوں کا حل

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! والدین کی سب سے بڑی ذمّہ داری ہے، کہ اپنی اولاد کی اس اعتبار سے بھی ضرور تربیت کریں، کہ بیٹا بحیثیت شَوہر کیا مقام وحق رکھتا ہے، اور اس کی ذمّہ داریاں کیا کیا ہیں! اسی طرح بچیوں کو ان کے شَوہروں کے حقوق ومقام سے، اسلامی تعلیمات کی رَوشنی میں خوب اچھی طرح واقِف کرائیں؛ تاکہ ہر دو جانب سے حقوق میں کوتاہی نہ ہونے پائے، اور خوش اُسلوبی کے ساتھ اُمورِ خانہ داری ادا ہوتے رہیں۔

دعا

اے اللہ! تمام مسلمانوں میں تعلیماتِ اسلامیہ پر عمل کا جذبہ بیدار فرما، باہمی اختلافات سے محفوظ فرما، اور زَوجین کو ہر طرح کے باہمی حقوق کی پامالی سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

قومِ مسلم کو درپیش چیلنجز (Challenges) اور ان کا حل

(جمعۃ المبارک ۱۵ ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۷/۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اُمّتِ مسلمہ کا عدمِ اتفاق اور باہمی اِفتراق

برادرانِ اسلام! اسلام ایک عالمگیر آفاقی مذہب، کامل واکمل دِین، اَبدی ضابطۂ حیات اور اَمن وسلامتی کا علمبردار ہے، اسلام اتحاد، اتفاق اور یکجہتی کی دعوت ودَرس دیتا ہے، اتحاد کا معنی آپس میں متحد واکٹھے ہو کر رہنا ہے۔ لفظِ اتحاد اتنا جامع واکمل ہے جو اپنے اندر مَعانی کا ایک سمندر لیے ہوئے ہے، اتفاق واتحاد کی بدَولت اِنفرادی، فکری، مُعاشَرتی، اقتصادی، علمی وفنی اور سائنسی قوّت میں یکجہتی حاصل ہوتی ہے، باہمی تعلقات مضبوط ہوتے ہیں، اور بہترین فِضاء قائم ہوتی ہے۔

اِتحاد ہر طرح کی سعادت وبھلائی کی بنیاد، انسانیت کی تعمیر وترقی کا سُتون، مُعاشی ومُعاشرتی کثیر فوائد، کسی بھی ملک وقوم کے لیے راحت وسُکون، ترقی وکامیابی کا سبب، اور ایک عظیم وعمدہ نعمت ہے۔ خالقِ کائنات عزّوجلّ نے اتحاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد

فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾(۱) "سب مل کر اللہ تعالی کی رَسّی مضبوط تھام لو، اور آپس میں فرقوں میں نہ بٹ جانا!" یعنی دینِ اسلام کے اُصول وقواعد اور اللہ ورسول کے فرامین پر عمل پیرا رہنا ہے؛ کیونکہ اتفاق وہی اچھا ہے جو اللہ ورسول کی اِطاعت پر کیا جائے، ان کا راستہ چھوڑ کر اتفاق اتفاق نہیں، بلکہ کمزوری وبدبختی ہے!۔

آج مسلمانوں کی نااتفاقی اور باہمی اِفتراق بھی ایک بہت بڑا چیلنج (Challenge) ہے، جس کے سبب عالَمِ کفر ہر سَمت سے مسلمانوں کی تباہی وبربادی کے درپَے ہے، جس کی نشاندہی احادیثِ مبارکہ میں کی گئی ہے، حضرت سیّدنا ثَوبان رضي الله تعالى عنه سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلى الله تعالى عليه وسلم نے ارشاد فرمایا: «يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَصْعَتِهَا» "عنقریب دیگر اقوام تم پر یُوں ٹُوٹ پڑیں گی، جیسے بھوکا کھانے سے بھرے پیالے پر ٹُوٹتا ہے" کسی نے عرض کی کہ کیا ایسا ہماری قلّت کے باعث ہوگا؟ فرمایا: «بَلْ أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ كَثِيرٌ، وَلَكِنَّكُمْ غُثَاءٌ كَغُثَاءِ السَّيْلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللهُ مِنْ صُدُورِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوَهْنَ» "بلکہ اُن دنوں تم اکثریت میں ہوگے، لیکن ایسے بے کار ہوگے جیسے سیلاب کا لایا ہوا کُوڑا! اللہ تعالی تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رُعب نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں بزدلی ڈال دے گا!" سائل عرض گزار ہوا کہ یا رسولَ اللہ! بزدلی کیا ہے؟ فرمایا: «حُبُّ الدُّنْيَا، وَكَرَاهِيَةُ المَوتِ!»(۲) "دنیا کی محبت اور موت کو ناپسند کرنا!"۔

---

(۱) پ٤، آل عمران: ١٠٣.

(۲) "سنن أبي داود" باب في تداعي الأمم على الإسلام، ر: ٤٢٩٧، صـ٦٠٣، ٦٠٤.

لہذا ضروری ہے کہ تمام مسلمان اپنے باہمی اختلافات بھلا کر، اتفاق واتحاد کی لڑی میں جُڑ جائیں، اور کفّار کے آلۂ کار بن کر کہیں بھی مسلمانوں کے خلاف کسی بھی قسم کی کارَروائی میں شریک نہ ہوں، بلکہ جہاں کہیں مسلمانوں پر حملہ ہو تو تمام مسلمان مل کر ان کی مدد کریں! ہمارے کسی بھی مسلمان ملک یا مسلمان بھائی کو تکلیف، پریشانی یا کوئی بھی مصیبت پیش آئے، تو دنیا بھر کے تمام مسلمان اور مسلم ممالک اسے اپنی تکلیف سمجھیں؛ کہ مسلمان سب ایک جان کی مانند ہیں، حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ، يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضاً» "مسلمان مسلمان کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کے سہارے مضبوط رہتا ہے"۔ رَحمت عالمیان صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے اشارہ فرمایا[1]۔ لہذا ہم مسلمانوں کو باہم تعاوُن ومدد کرنی ہے، چاہے وہ ہمارا رشتہ دار ہو، یا پڑوسی، شہری، ہم وطن یا دینی بھائی ہو۔ اسی طرح ہر اسلامی ملک دیگر اسلامی ممالک کی، ہر مصیبت وپریشانی وناگہانی آفات وتکالیف میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے؛ کہ وہ ہمارے بھائی ہیں!۔

اِقتصادی زبُوں حالی

حضراتِ ذی وقار! آج اُمّتِ مسلمہ کو جن چیلنجز (Challenges) کا سامنا ہے، ان میں سے ایک مسلم ممالک کی اِقتصادی زبُوں حالی (Current Economic Situation) بھی ہے، اللہ تعالی پر توکُّل وبھروسا کے بجائے، کفّار

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، باب نصر المظلوم، ر: ٢٤٤٦، صـ٣٩٤.

ومشرکین سے مدد کی امید قائم رکھنا بھی، اس مصیبت کی ایک بڑی وجہ ہے، حالانکہ جب یہ حکمِ خداوندی نازل ہوا: ﴿ يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ﴾[1] "اے ایمان والو! مشرک نِرے ناپاک ہیں، تو اس برس کے بعد وہ مسجدِ حرام کے پاس نہ آنے پائیں!"، "نہ حج کے لیے، نہ عمرہ کے لیے، اور اس سال سے مراد ۹ ہجری ہے، اور مشرکین کے منع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمان ان کو روکیں!۔ اس پر کچھ لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ مشرکین کو حج سے روک دینے سے تجارتوں کو نقصان پہنچے گا، اور اہلِ مکّہ کو مالی تنگی پیش آئے گی"[2] تب انہیں بتایا گیا: ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ﴾[3] "اگر تمہیں محتاجی کا ڈر ہے، عنقریب اللہ اگر چاہے تو اپنے فضل سے تمہیں دَولتمند کردے گا"۔

"حضرت سیّدنا عِکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا، اللہ تعالی نے مسلمانوں کو غنی کر دیا، بارشیں خُوب ہوئیں، اور پیداوار بھی کثرت سے ہوئی۔ حضرت مُقاتل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ خطۂ یمن کے لوگ مسلمان ہوئے، اور انہوں نے اہلِ مکّہ پر اپنی کثیر دَولتیں خرچ کیں۔

"اگر چاہے" فرمانے میں یہ تعلیم ہے، کہ بندے کو چاہیے کہ طلبِ خیر اور دفعِ آفات کے لیے، ہمیشہ اللہ کی طرف متوجہ رہے، اور تمام اُمور کو اُسی پروَردگار کی مشیئت سے متعلق جانے"[4]۔

---

(۱) پ ۱۰، التوبة: ۲۸ .

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۰، التوبۃ، زیرِ آیت: ۲۸، ص۳۵۳۔

(۳) پ ۱۰، التوبة: ۲۸ .

(۴) "تفسیر خزائن العرفان" پ۱۰، التوبۃ، زیرِ آیت: ۲۸، ص۳۵۳۔

اسلامی نظامِ معیشت اور امام احمد رضا

عزیزانِ مَن! عالمِ اسلام کے عظیم مفکر و مدبّر، ماہرِ فقہِ اسلامی، و مُعاشیات واِقتصادیات، امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے، اپنے ایک تاریخی فتویٰ میں مسلمانوں کو مُعاشی پسماندگی سے نکلنے کی تدبیرِ فلاح واِصلاح اور نَجات کے اُصول بیان کرتے ہوئے لکھا کہ "(مسلمان) اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدتے؛ کہ گھر کا نفع گھر ہی میں رہتا، اپنی حرفت (پیشہ) وتجارت کو ترقی دیتے؛ کہ کسی چیز میں کسی دوسری قوم کے محتاج نہ رہتے، یہ نہ ہوتا کہ یورپ وامریکہ (Europe and America) والے چھٹانک بھر تانبا، کچھ صناعی کی گڑھنت کرکے، گھڑی وغیرہ نام رکھ کر آپ کو دے جائیں، اور اس کے بدلے پاؤ بھر چاندی آپ سے لے جائیں!!۔

تونگر (مالدار) مسلمان اپنے بھائی مسلمانوں کے لیے بنک کھولتے، سُود شریعت نے حرامِ قطعی فرمایا ہے، مگر دیگر سَو طریقے نفع لینے کے حلال فرمائے ہیں، جن کا بیان کتبِ فقہ میں مفصَّل ہے، ان جائز طریقوں پر نفع بھی لیتے؛ کہ انہیں بھی فائدہ پہنچتا، اور ان کے بھائیوں کی بھی حاجت بَرآتی، اور آئے دن جو مسلمانوں کی جائدادیں (ہندُو) بنیوں کی نذر ہوئی چلی جاتی ہیں، ان سے بھی محفوظ رہتے، اگر مدیونی (مقروض) کی جائداد ہی لی جاتی، مسلمان ہی کے پاس رہتی، یہ تو نہ ہوتا کہ مسلمان ننگے اور بنیے چنگے"[1]۔ واقعی اگر آج بھی ان اُصول وضوابط پر ہم کاربند ہوجائیں، تو کچھ کچھ بعید نہیں کہ کامیابی، کامرانی اور خوشحالی ہمارے قدم چُومے!۔

---

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب السیر، رسالہ "تدبیرِ فلاح ونَجات واِصلاح" ۱۱/۶۰۱، ملتقطاً۔

تکفیریت (مسلمان کو کافر کہنا)

میرے محترم بھائیو! عالَمِ اسلام کو درپیش ایک بڑا چیلنج (Challenge) تکفیریت اور تکفیری سوچ بھی ہے، جس نے اسلام کی بنیادوں اور بنیادی اُصول کو نشانہ بنا رکھا ہے۔ تکفیری سوچ مکمل طور پر اسلام دشمن اور اسلام مخالف مکتبِ فکر ہے، بعض لوگ غلط تجزیہ وتحلیل کے ذریعے، تکفیری مکتبِ فکر کو اسلام سے نسبت دینے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ تکفیری فکر کا دینِ اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

سرورِ کائنات، فخرِ موجودات ﷺ ساری زندگی اصلاحِ اُمّت میں کوشاں رہے، اور اسی کا درس بھی دیتے رہے، حجۃ الوَداع کے موقع پر میدانِ عرَفات میں اپنی اُمّت کو ایک یادگار وعظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں تعلیماتِ اسلامیہ کی رَوشنی میں زندگی کا لائحہ عمل پیش کیا۔ اس خطبہ کا ہر ہر جملہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، ہر جملہ میں ہدایت ورَہنمائی کے بہت سے پہلو نمایاں ہیں، اس خطبہ میں ایک اہم وصیت، یعنی انسانی جانوں کی حرمت بھی بیان فرمائی، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا تَرْجِعُوْا بَعْدِيْ كُفَّاراً، يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ»[۱] "میرے بعد کفر کی طرف مت لَوٹ جانا، کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو!"۔ محدثینِ کرام اس حدیث پاک کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "کافروں جیسے مت ہو جانا، اسلام پر ثابت قدم رہنا، اور مسلمانوں کی جان ومال کو مُباح (حلال) مت جاننا؛ کہ ان سے لڑائی کرکے انہیں قتل کرو، اور ان کا مال چھینو! یہ کام مسلمان کا نہیں کفّار کا ہے"[۲]۔

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب العلم، باب الإنصات للعلماء، ر: ۱۲۱، صـ۲٦.

(۲) "نزہۃ القاری" کتاب العلم، ۱/۴۱۴، ملخصًا۔

کسی مسلمان کو کافر کہنا، گویا اس کے قتل کو حلال ٹھہرانا ہے

جانِ برادر! کسی بھی غلطی یا گناہ پر کفر کا فتویٰ لگانا، یا کسی کو کافر کہہ دینا، دین اسلام میں غُلو ہے، یہ کفر کا فتوی مسلمان کے جان ومال کی حِلّت کا سبب بنتا ہے، اور اسے دینِ اسلام سے جبراً خارج کرتا ہے، اور یہ اُس مسلمان پر بہت بڑا ظلم ہے؛ کہ کسی کو کافر قرار دینے کے سبب، اس سے اس کی بیوی بھی جُدا ہوگی، وہ شخص وراثت کے حق سے بھی محروم ہوگا، مرنے کے بعد غسل وکفن، نمازِ جنازہ ودعا سے بھی محروم ہوگا، اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن نہیں کیا جائے گا، اور اُس پر مرتَّب ہونے والے تمام اُمور واَحکام کا ذمّہ دار وہ شخص ہوگا، جس نے اسے کافر قرار دیا!!۔

مسلمان کو کافر کہنا سخت حرام اور اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، حضرت سیّدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «إِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِأَخِيْهِ: يَا كَافِرُ! فَهُوَ كَقَتْلِه، وَلَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِه!»[۱] "آدمی اپنے مسلمان بھائی کو "کافر" کہہ کر پکارے، تو یہ اسے قتل کرنے کے مترادِف ہے، اور مؤمن پر لعنت کرنا بھی ایسا ہی ہے!"۔

مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر جاننا بھی بے حد ضروری ہے، فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ "کسی کو بطورِ گالی کافر کہا تو وہ کافر نہ ہوگا، اور اگر کافر جان کر کہا تو کہنے والا خود کافر ہوگیا"[۲]۔ تو معلوم ہوا کہ مسلمان کتنا ہی گنہگار ہو اسے کافر نہیں کہہ سکتے، اور جو مسلمان کو کافر کہے تو اسے حاکمِ وقت سزا دے۔ لہٰذا ہمیں اس سنگین جُرم سے ہمیشہ بچتے رہنا ہے!!۔

---

(۱) "المعجم الكبير" أبو قلابة عن عمّه ...إلخ، ر: ٤٦٣، ١٨/ ١٩٤.
(۲) "الفتاوى الهنديّة" كتاب السِير، الباب ٩ أحكام المرتدّين، ٢/ ٢٧٨.

درپیش مسائل کا حل

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! اس ضمن میں درج ذیل تجاویز اہمیت کی حامل ہیں:

(۱) عالَمِ اسلام کو درپیش گلوبلائزیشن (مختلف ممالک کے درمیان مُعاشی تعلقات کا وہ پھیلاؤ جس کے نتیجے میں ایک عالَمی معیشت وُجود میں آئی، جس نے ہر قومی معیشت کو دیگر معیشتوں کا محتاج بنادیا ہے، کوئی بھی ملک خود کفیل نہیں، سب کو دوسرے ممالک کے ساتھ پیداواری اشیاء کے تبادلے کی ضرورت پیش آتی ہے) کے چیلنج (Challenge) سے نمٹنے کے لیے، جامع پالیسی اور سفارشات مرتّب کرکے، ایک عالمگیر اسلامی بھائی چارگی پر مبنی نظریہ پیش کیا جائے، جو اُخوّت، مشترکہ مُعاشی واقتصادی منڈی، اسلامک یو - این - او (United Nations Organization) پر مشتمل ہو۔

(۲) حج کے موقع پر پورے عالَمِ اسلام کی خارجہ پالیسی تشکیل دے کر، مستقبل کا مشترکہ لائحۂ عمل مرتّب کیا جائے۔

(۳) نَوجوان نسل کو گلوبلائزیشن (Globalization) کے مضرّ اثرات سے بچانے کے لیے، مسلم یوتھ پالیسی (Muslim Youth Policy) کے نام سے ایک نظامِ عمل تشکیل دے کر، انہیں بے راہ روی سے بچایا جائے۔

(۴) سوشل میڈیا (Social Media) کے مثبت ومنفی پہلوؤں کا اِحاطہ کرکے، نوجوانوں کو انٹرنیٹ (Internet) اور جدید ذرائعِ اِبلاغ (Modern Media) کے مثبت اور درست سَمت استعمال کی جانب راغب کیا جائے۔

(۵) گلوبلائزیشن (Globalization) کے چیلنج (Challenge) سے نمٹنے کے لیے مسلم نوجوانوں کو جدید عصری علوم، اور سائنس و ٹیکنالوجی (Science and Technology) سے آراستہ کرنے کے لیے، نصابِ تعلیم کو ہنگامی بنیادوں پر عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کرکے، قدیم و جدید کا اِمتزاج پیدا کیا جائے۔

(۶) دہشتگردی (Terrorism)، انتہاء پسندی (Extremism) اور تکفیریت کے مُہلِک زہر سے بچنے کے لیے، اسلام کے تصوُرِ امن وامان کی رَوشنی میں اسلام کی اصل رُوح، اور تعلیمات کو دنیا کے سامنے اُجاگر کیا جائے، اس کے لیے عالمی سطح پر بالعموم، اور ملکی سطح پر بالخصوص سیمینارز (Seminars)، مذاکرات اور کانفرنسز (Conferences) کا اہتمام کرکے، صالح بحث وتمحیص کے ذریعے، اسلام کے آفاقی پیغامِ امن ومحبت کی ترویج کی جائے۔

(۷) اسکولز (Schools)، کالجز (Colleges) اور یونیورسٹیز (Universities) کی سطح پر، "درپیش عالَمی مسائل اور دینِ اسلام" کے عنوانات پر مُباحثوں، تقریری وتحریری مقابلوں، اور تحقیقی مقالہ جات کے ذریعے عالمِ اسلام کو وَحدت کی لڑی میں پرَونے کی کوشش کی جائے۔

(۸) موضوعِ تحقیق کے ذریعے ایک راہِ عمل کا تعیُن کرکے، محققین اور اسکالرز (Researchers and Scholars) کو نئے فکری زاویوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، مزید تحقیق کی طرف راغب کیا جائے۔

ان کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً رُونما ہونے والے حالات، واقعات اور جدید درپیش مسائل پر علماء، مشائخ اور مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والے ماہرین سے رَہنمائی حاصل کرکے، ان چیلنجز (Challenges) کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

دعا

اے اللہ! تمام مسلمانوں کو باہمی اختلافات سے محفوظ فرما، ہم سب کو باہمی حقوق کی پامالی سے بچا، ہمیں اچھے کام کی توفیق و سعادت عطا فرما، باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت واُلفت کو اَور زیادہ فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

حجِ بیت اللہ

(جمعۃ المبارک ۲۹ ذی القعدہ ۱۴۴۰ھ - ۲۰۱۹/۰۸/۰۲ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

ذوالحجہ کے پہلے عشرہ کی فضیلت

برادرانِ اسلام! ماہِ ذوالحجہ کی آمد آمد ہے، یہ بہت ہی مبارک اور مقدّس مہینہ ہے، اللہ تعالی نے اس مبارک ماہ میں بہت سی بھلائیاں جمع فرمادی ہیں، اس مہینہ میں کچھ ایسے مبارک ایام بھی ہیں، جنہیں اللہ تعالی نے دیگر ایام پر فضیلت دی ہے، وہ ایام ذوالحجہ کے ابتدائی دس ۱۰ دن ہیں، ان دنوں کو اللہ تعالی نے بڑی برکتوں سے نوازا ہے، جن میں ہم اعمالِ صالحہ اور تقویٰ وپرہیزگاری اختیار کرکے قربِ الٰہی حاصل کرسکتے ہیں۔

اس ماہِ مبارک کے پہلے عشرہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «مَا مِنْ عَمَلٍ أَزْكى عِنْدَ الله ﷻ وَلَا أَعْظَمَ أَجْراً مِنْ خَيْرٍ يَعْمَلُه فِي عَشْرِ الْأَضْحٰى»[1] "ذوالحجہ کے ابتدائی عشرے میں

---

(١) "سنن الدارمي" كتاب الصَوم، باب في فضل العمل في العَشر، ر: ١٧٧٤، ٢/ ٤١.

جو نیک عمل کیا جائے، اللہ تعالی کے ہاں اس سے بڑھ کر پاکیزہ اور اجر و ثواب والا کوئی عمل نہیں"، لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان مبارک اوقات کو غنیمت جانے، اور ان میں زیادہ سے زیادہ نیک اعمال انجام دے، اللہ تعالی کی فرمانبرداری، اس کے ذکر، روزوں اور صدَقات وخیرات کی کثرت کرے۔

فریضۂ حج کی ادائیگی

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کا زمین پر سب سے پہلا گھر کعبۂ معظمہ ہے، جس کی حاضری کا شرف حاصل کرنے والے ان دنوں (پہلے عشرہ ذی الحجہ میں) فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے حاضر ہوتے ہیں، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝٩٦ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾[1] "یقیناً سب میں پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کو مقرّر ہوا، وہ ہے جو مکّہ میں ہے برکت والا، اور سارے جہان کا رَہنما، اس میں کھلی نشانیاں ہیں ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ، اور جو شخص اس میں آئے امان میں ہو، اور اللہ کے لیے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا فرض ہے جو اس تک چل سکے، اور جو انکار کرے تو اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے"۔

فرضیتِ حج

حضراتِ گرامی قدر! خالقِ کائنات جلّ جلالہ کے عطا کردہ مبارک اَیام میں سے آٹھ ۸ سے بارہ ۱۲ ذی الحج تک کے ایام بھی ہیں، انہیں "ایامِ حج" کہا جاتا ہے۔ انہی دنوں میں اسلام کا ایک اہم ترین رُکن "حجِ بیت اللہ" ادا کیا جاتا ہے، جو اس مبارک سفر کا اصل

(١) پ٤، آل عمران: ٩٦، ٩٧.

مقصد ہے۔ ان ایام میں ربِ کائنات جَلَّ جَلَالُہٗ نے ہمارے لیے بھلائی کے مواقع مہیا فرمائے ہیں، کہ ہم ان مبارک لمحات میں زیادہ سے زیادہ آخرت کا سامان کر سکتے ہیں، لہٰذا ہم میں سے ہر ایک کو فریضۂ حج کی ادائیگی کے لیے ہر وقت تیار و مستعد رہنا چاہیے۔

تعمیرِ کعبہ معظمہ کے بعد حضرت سیّدنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے باری تعالی نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝۲۷ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ ۝۲۸ ثُمَّ لْیَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَ لْیُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَ لْیَطَّوَّفُوْا بِالْبَیْتِ الْعَتِیْقِ﴾[1] "(اے ابراہیم) لوگوں میں حج کی عام ندا کر دو! وہ تمہارے پاس پیادہ بھی حاضر ہوں گے، اور ہر دُبلی اُونٹنی پر بھی، دُور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے؛ تاکہ وہ اپنا فائدہ پائیں اور مقرّرہ دنوں میں اللہ کا نام لیں، اس پر کہ اللہ تعالی نے انہیں روزی دی بے زبان چوپایوں کی صورت میں، تواِن میں سے تم خود بھی کھاؤ، اور مصیبت زدہ محتاجوں کو بھی کھلاؤ! پھر (حاجی) اپنا میل کچیل دُور کریں، اور اپنی منّتیں پوری کریں، اور اس آزاد گھر (خانۂ کعبہ) کا طواف کریں"۔

مفسرینِ کرام فرماتے ہیں: "چنانچہ حضرت سیّدنا ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جبلِ ابو قُبیس پر کھڑے ہو کر، چاروں طرف آواز دی کہ "اے اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ!" قیامت تک پیدا ہونے والوں نے یہ آواز سُنی، جس نے جتنی بار لبَّيك کہا وہ اُتنی بار حج ادا کرے گا، اور جو رُوح خاموش رہی وہ حج نہ کر سکے گی۔ اس آیتِ مبارکہ میں نبئ کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بھی حکم ہے کہ آپ لوگوں میں حج کی فرضیّت کا اعلان فرما دیجیے"[2]۔

---

(۱) پ۱۷، الحجّ: ۲۷- ۲۹.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۱۷، الحج، زیرِ آیت: ۲۷، صـ۵۳۴۔

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے

عزیزانِ مَن! حج دینِ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، آقائے نامدار، سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بُنِيَ الإِسْلاَمُ عَلَى خَمْسٍ: (١) شَهَادَة أَنْ لاَ إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّداً رَسُولُ الله، (٢) وَإِقَامِ الصَّلاَةِ، (٣) وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ، (٤) وَالحَجِّ، (٥) وَصَوْمِ رَمَضَانَ»[1] "اسلام کی بنیاد پانچ ۵ سُتونوں (Pillars) پر رکھی گئ: (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اور جنابِ محمد ﷺ اس کے رسول ہیں، (۲) نماز قائم کرنا، (۳) زکاۃ دینا، (۴) حج کرنا (۵) اور رمضان کے روزے رکھنا"۔

حجِ مبرور (مقبول حج) اور اس کے ثمرات

میرے محترم بھائیو! حجِ مبرور سے مراد وہ حج ہے، جس میں اللہ رب العزّت کی نافرمانی نہ کی گئی ہو، اور حج کے بعد حاجی نیک اعمال زیادہ سے زیادہ بجالائے اور حتّی المقدور گناہوں سے بچتا رہے۔ حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ سے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! ہم یہ سمجھتی ہیں کہ جہاد سب سے افضل عمل ہے، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَكِنْ أَفْضَلُ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ»[2] "(تم خواتین کے لیے) افضل ترین جہاد حجِ مبرور ہے"۔

حضراتِ گرامی قدر! جو مسلمان حج کی ادائیگی صرف اللہ جلّ جلالہ کی رضا وخوشنودی کے لیے کرتا ہے، اللہ تعالی اس کے سارے گناہ مُعاف فرماکر، اُسے گناہوں

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب دعاؤكم إيمانكم ...إلخ، ر:٨، صـ٥.
(٢) المرجع نفسه، كتاب الحجّ، باب فضل الحج المبرور، ر: ١٥٢٠، صـ٢٤٧.

سے بالکل پاک وصاف فرما دیتا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ حَجَّ لله فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ»(۱) "جس نے اللہ تعالی کی خاطر حَج کیا، اور اس میں کوئی فحش وگناہ کا کام نہیں کیا، وہ گناہوں سے اَیسا پاک ہو کر لَوٹے گا جیسے آج ہی پیدا ہوا ہو"، محدثینِ کرام فرماتے ہیں کہ "حجِ مبرور کا حصول اس طرح ہوتا ہے، کہ دَورانِ حج حاجی کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرے، نہ کسی کو گالی دے، نہ کسی گناہ کا اِرتکاب کرے"(۲)۔

قیامت تک حج کا ثواب

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ خَرَجَ حَاجّاً فَمَاتَ، كَتَبَ اللهُ لَهُ أَجْرَ الْحَاجِّ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ»(۳) "جو حج کے ارادے سے نکلا اور راستے میں مر گیا، تو اللہ تعالی قیامت تک اس کے لیے حج کا ثواب لکھ دیتا ہے"۔

حج کی تعریف اور اس کے چند شرعی اَحکام

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! "حج اِحرام باندھ کر نویں ۹ ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے، اور کعبۂ معظمہ کے طواف کا نام ہے، اس کے لیے ایک خاص وقت مقرّر ہے کہ اس میں یہ افعال کیے جائیں تو حج ہے۔ حج نو ۹ ہجری میں فرض ہوا، مگر عمر بھر میں صرف ایک بار فرض ہے، جو اس کی فرضیت کا انکار کرے کافر ہے۔ دکھاوے کے لیے حج کرنا، اور مالِ حرام سے حج کو جانا حرام ہے۔ حج کو جانے کے

(۱) المرجع السابق، ر: ۱۵۲۱، صـ۲٤٧.

(۲) "نزہۃ القاری" "کتاب المناسک"، ۴/۲۶۵۔

(۳) "مُسند أبي يَعلى" الأعرَج عن أبي هريرة، ر: ٦٣٥٠، ٥/ ٤٤، ٤٥.

لیے جس سے اجازت لینا واجب ہے، بغیر اس کی اجازت کے جانا مکروہ ہے، مثلاً ماں باپ اگر اس کی خدمت کے محتاج ہوں، اگر ماں باپ نہ ہوں تو دادا، دادی کا بھی یہی حکم ہے، یہ حجِ فرض کا حکم ہے، اور نفل ہو تو مطلقاً والدین کی اِطاعت لازم ہے"[1]۔

حج واجب ہونے کی شرائط

حضراتِ گرامی قدر! حج واجب ہونے کی آٹھ ۸ شرائط ہیں، جنہیں صدر الشریعہ بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ

(۱) "اسلام: یعنی مسلمان ہونا، اگر اسلام لانے سے پیشتر صاحبِ استطاعت تھا، پھر فقیر ہو گیا اور اسلام لایا، تو زمانۂ کفر کی استطاعت کی بناء پر، اسلام لانے کے بعد حج فرض نہ ہوگا۔ اور مسلمان کو استطاعت تھی اور حج نہ کیا تھا، اب فقیر ہو گیا تو اس پر اب بھی فرض ہے۔

(۲) دار الحرب میں ہو تو یہ بھی ضروری ہے، کہ یہ بات جانتا ہو کہ اسلام کے فرائض میں سے حج بھی ہے، لہٰذا جس وقت استطاعت تھی اس وقت یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، اور جب معلوم ہوا اُس وقت استطاعت نہ تھی، تو حج فرض نہ ہوا۔

(۳) عاقل ہونا، مجنون (پاگل) پر حج فرض نہیں۔

(۴) بالغ ہونا؛ کیونکہ نابالغ اَحکامِ شرعیّہ کا مکلَّف نہیں ہوتا، لہٰذا بالغ ہونے تک اس پر حج فرض نہیں، اور بالغ ہونے سے قبل حج کرلے، تو بالغ ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں، اسے دوبارہ فرض حج کرنا ہوگا۔

(۵) آزاد ہونا: باندی، غلام پر حج فرض نہیں، یعنی حج فرض ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے، کہ حج کرنے والا آزاد ہو، غلام نہ ہو۔ اگر حالتِ غلامی میں حج کیا تو

(۱) "بہارِ شریعت" "حج کا بیان، مسائلِ فقہیّہ، حصّہ ۶، ۱/۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ملخصًا۔

حج نفل ہوا، لہٰذا آزادی حاصل ہونے کے بعد مستطیع (قادِر) ہونے کی صورت میں فرض حج دوبارہ کرنا ہوگا۔

(۶) تندرست ہو کہ حج کو جاسکے، اس کے اعضاء سلامت ہوں۔ انکھیارا ہو یعنی دیکھ سکتا ہو۔ اَپاہج اور فالج والے، اور جس کے پاؤں کٹے ہوں اور بوڑھے پر کہ سواری پر خود نہ بیٹھ سکے، حج فرض نہیں۔

(۷) صاحبِ استطاعت ہونا: یعنی سفر خرچ کا مالک ہو، اور سواری پر قادِر ہو، خواہ سواری اس کی مِلک ہو، یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرایہ پر لے سکے۔

(۸) وقت: یعنی حج کے مہینوں میں تمام شرائط پائے جائیں۔ اور اگر دُور کا رہنے والا ہے، تو جس وقت وہاں کے لوگ جاتے ہوں، اُس وقت شرائط پائی جائیں، اور اگر شرائط ایسے وقت میں پائے گئے کہ اب نہیں پہنچے گا، تو حج فرض نہ ہوا"[1]۔

سفرِ حج سے متعلق چند ضروری آداب

حضراتِ ذی وقار! حج کی نیّت سے رختِ سفر باندھنے والے کو چاہیے کہ

(۱) اپنے اس مبارک سفر سے فقط رِضائے الٰہی کا قصد اور تقرُّب کی نیّت کرے؛ کیونکہ ہر عملِ صالح میں اِخلاص قبولیت کی اہم شرط ہے؛ اس لیے دنیاوی شہرت اور واہ واہ کی خواہش کو ہرگز اپنے دل کے کسی کونے میں بھی جگہ نہ دے، ورنہ ساری محنت، مشقّت رائیگاں وبے کار جائے گی!۔

(۲) تمام صغیرہ کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کرے، اور آئندہ کبھی نہ کرنے کا عہد کرے۔

(۳) جن لوگوں کا قرض دینا ہو، یا امانت پاس ہو، ادا کردے۔

(۱) ایضاً، حج واجب ہونے کے شرائط، حصّہ ۶، ۱/۱۰۳۶ - ۱۰۴۳، ملتقطاً۔

(۴) جن کے مال ناحق لیے ہوں، واپس کرے یا مُعاف کروالے۔

(۵) ضرورت سے زائد توشہ لے کر اپنے ہم سفر اَحباب کی مدد، اور فقراء کو بطورِ صدقہ دیتا رہے؛ کہ یہ حجِ مبرور کی علامت ہے۔

(۶) مَصارفِ سفرِ حج کے لیے اپنی حلال کمائی استعمال کرے؛ کیونکہ مالِ حرام کا لُقمہ یا لباس وغیرہ، دعاؤں اور عبادات کی قبولیت میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔

(۷) قرآن و سنّت کی رَوشنی میں حج سے متعلق ضروری اَحکامِ شرعیہ سے آگاہی حاصل کرے، اور انہیں خوب ذہن نشین کرلے۔

(۸) حج کے لیے گھر سے نکلتے ہوئے یہ تصوُّر کرے کہ جیسے دنیا سے جارہا ہے۔

(۹) واپسی تک اپنی، اہل وعِیال اور مال کی حفاظت کے لیے دعا کرے۔

(۱۰) حالتِ اِحرام میں فُضول گفتگو سے پرہیز کرے، اور اپنی زبان کی خصوصی طَور پر حفاظت کرے، کسی کی دل آزاری ہرگز نہ کرے، کسی کی طرف سے ناحق تکلیف پہنچنے پر، لڑنے جھگڑنے کے بجائے عفو ودرگزر سے کام لے۔

(۱۱) نماز ہرگز ترک نہ کرے، کہ ہمیشہ بہت بڑا گناہ ہے، اور اس حالت میں مزید سخت تر، اور خدا عزّوجلّ کی ناراضگی مول لینے کا باعث ہے۔ بہت سے حُجّاج کرام چھوٹی چھوٹی تکلیف پر نماز ترک کر دیتے ہیں، جو انتہائی ناپسند اور اشد حرام ہے[1]۔

عزیزانِ مَن! لَغویات میں پڑنے کے بجائے ذکرِ الٰہی کے ساتھ اپنا دل بہلائیں؛ کہ فرشتہ ساتھ رہے گا، بالخصوص دَورانِ حج موبائل فون (Mobile Phone) کا استعمال شدید ضرورت کے بغیر ہرگز نہ کریں۔ خشوع وخضوع کے ساتھ ذکر واَذکار کے بجائے، جگہ جگہ سیلفی (Selfie) بنا کر سوشل میڈیا (Social

---

(۱) ایضاً، آدابِ سفر ومقدّماتِ حج کا بیان، حصّہ ۶، ۱/۱۰۵۱-۱۰۶۷، ملتقطاً۔

(Media) پر اَپلوڈ (Upload) کرنے میں اپنا وقت ہرگز ضائع نہ کریں! کیا آپ نے لاکھوں روپے اور رو رو کر اِس پاک دَر کی حاضری کے لیے دعائیں، فقط اس فوٹو بازی (Photography) کے لیے کی تھیں؟ یقیناً نہیں! کیا معلوم زندگی میں دوبارہ یہ سعادت نصیب ہو یا نہ ہو، لہذا ان مقدّس ساعتوں کو غنیمت جانیے، اور اپنے ربّ تعالی کو اس طرح راضی کرنے کی کوشش کیجیے کہ کبھی ناراض نہ ہو!۔

عرَفہ ومزدلفہ میں بِشارتیں

برادرانِ اسلام! ایامِ حج کی یہ مقدّس ساعتیں اس قدر بابرکت ہیں کہ اس پروَردگار رحمٰن ورحیم کا دریائے رحمت خُوب جوش میں ہوتا ہے، اور خدائے بزرگ وبرتر کی طرف سے اس کے گنہگار بندوں کو جہنم سے آزادی کے پروانے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ امّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہَا سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيْهِ عَبْداً مِنَ النَّار، مِنْ يَوْمِ عَرَفَة، وَإِنَّهُ لَيَدْنُوْ ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمُ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُوْلُ: مَا أَرَادَ هؤُلاَءِ؟»(۱) "یومِ عرَفہ سے زیادہ کوئی دن ایسا نہیں، جس میں اللہ تعالی بندوں کو جہنم سے رہائی دے، اللہ تعالی اپنی رحمت کے ساتھ ان بندوں کے قریب ہوجاتا ہے، پھر فخر کے طَور پر فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟!"۔

حضرت سیّدنا عبّاس بن مِرداس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عرفہ کی شام اپنی اُمّت کے لیے دعا کی، تو جواب دیا گیا: «إِنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ مَا خَلاَ الظَّالِمَ، فَإِنِّي آخُذُ لِلْمَظْلُومِ مِنْهُ» "میں نے ظالم کے سوا سب کی مغفرت

(۱) "صحيح مسلم" كتاب الحجّ، ر: ۳۲۸۸، صـ۵٦۸، ۵٦۹.

فرمادی؛ کیونکہ میں مظلوم کا حق لینے کے لیے ظالم کی پکڑ ضرور فرماؤں گا!" نبئ کریم ﷺ نے عرض کیا: «أَيْ رَبِّ إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَ الْمَظْلُومَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ» "یارب! اگر تُو چاہے تو مظلوم کو جنّت عطا فرمادے، اور ظالم کو بخش دے!"۔ اُس دن یہ دعا قبول نہ ہوئی، پھر مزدلفہ میں صبح کے وقت حضور ﷺ نے اِسی دعا کا اِعادہ کیا، اُس وقت یہ دعا قبول ہوئی، اس پر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا، حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق اور حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہما نے عرض کی، کہ ہمارے ماں باپ حضور پر قربان! اس وقت تبسم فرمانے کا کیا سبب ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ عَدُوَّ اللهِ إِبْلِيسَ، لَـمَّا عَلِمَ أَنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ اسْتَجَابَ دُعَائِي، وَغَفَرَ لِأُمَّتِي، أَخَذَ التُّرَابَ فَجَعَلَ يَحْثُوهُ عَلَى رَأْسِهِ، وَيَدْعُو بِالْوَيْلِ وَالثُّبُورِ، فَأَضْحَكَنِي مَا رَأَيْتُ مِنْ جَزَعِهِ»[1] "دشمنِ خدا ابلیس کو جب یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے میری دعا قبول فرمالی ہے، اور میری اُمت کی مغفرت کر دی ہے، تو اپنے سر پر خاک ڈال کر واویلا کرنے لگا، اس کی یہ گھبراہٹ دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی"۔

مناسکِ حج ایک نظر میں

عزیزانِ گرامی قدر! حج کے کل پانچ ۵ ایام ہیں، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

یوم الترویہ

پہلا دن آٹھ ۸ ذو الحجہ ہے جسے "یوم الترویہ" بھی کہا جاتا ہے۔ اس دن سے مناسکِ حج کی ادائیگی شروع ہوتی ہے، اس لیے جس نے اِحرام نہ باندھا ہو وہ باندھ لے۔ "نہا دھو کر مسجدِ حرام میں آئے، اور طواف کرے، اور اس کے بعد

(۱) "سنن ابن ماجه" باب الدّعاء بعرَفة، ر: ۳۰۱۳، صـ۵۱۳، ۵۱٤.

طواف کی نماز بدستور ادا کرے، پھر دو ۲ رکعت سنّتِ احرام کی نیّت سے پڑھے، اس کے بعد حج کی نیّت کرے اور لبیک کہے۔ جب آفتاب نکل آئے تو منیٰ کی طرف چلے، اور اگر آفتاب نکلنے سے پہلے ہی چلا گیا تب بھی جائز ہے، اور زوال کے بعد بھی جا سکتا ہے، مگر ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے"[1]۔

یوم عرَفہ

حج کا دوسرا دن نو ۹ ذی الحجہ ہے جسے "یومِ عرفہ" بھی کہتے ہیں۔ نو ۹ ذی الحجہ کو منیٰ میں نمازِ فجر ادا کر کے میدانِ عرَفات پہنچنا ہے۔ بعد اَزاں خطبہ سن کر نمازِ ظہر وعصر ملا کر پڑھنا ہے، اور غروبِ آفتاب کے بعد مزدلفہ کے لیے روانہ ہونا ہے، مزدلفہ پہنچ کر نمازِ مغرب اور عشاء کو بھی ملا کر ادا کیا جائے گا۔ اگر کوئی شخص آفتاب ڈُوبنے سے پہلے، اِزدِہام کے خوف سے حدودِ عرفات سے باہر نکل گیا، تو اس پر دَم واجب ہے، اور اگر غروبِ آفتاب سے قبل پھر واپس لَوٹ آیا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا تو دَم مُعاف ہو گیا، اور سورج ڈُوبنے کے بعد واپس آیا، تو دَم ساقط نہ ہوا[2]۔ وُقوفِ عرفہ حج کا رُکنِ اَعظم ہے کہ اس کے بغیر حج ادا نہ ہو گا۔

یوم النحر (بقر عید)

حج کے تیسرے دن یعنی دس ۱۰ ذی الحجہ کو "یوم النحر یا بقر عید" کہتے ہیں۔ وُقوفِ مزدلفہ سے فارغ ہو کر طُلوعِ آفتاب کے وقت منیٰ کی طرف چلیں، اور چلنے سے قبل رَمی کے لیے سات ۷ کنکریاں یہیں سے لے کر تین ۳ مرتبہ اچھی طرح دھو لی جائیں۔ منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے جَمرۃ العُقبیٰ جائیں، اور رَمی کریں (یعنی کنکریاں

---

(۱) "بہار شریعت "حج کا بیان، منیٰ کی روانگی اور عرَفہ کا وُقوف، حصّہ ۶، ۱/۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ملتقطاً۔
(۲) ایضًا، صـ ۱۱۲۰- ۱۱۳۰، ملتقطاً۔

ماریں) رَمی سے فارغ ہونے کے بعد قربانی میں مشغول ہوں۔ واضح رہے کہ یہ قربانی وہ نہیں جو بقر عید میں ہوا کرتی ہے؛ کہ وہ تو مسافر پر اَصلاً نہیں ہے، اور مقیم مالدار پر واجب ہے، اگرچہ حج کی ادائیگی کے لیے منیٰ میں ہو، بلکہ یہ قربانی حج کا شُکرانہ ہے۔ حج کی قربانی قارِن اور متمتّع پر واجب ہے اگرچہ فقیر ہو، اور مُفرِد کے لیے مستحب ہے، اگرچہ غنی ہو۔ قربانی کے بعد مرد حَلْق کریں کہ افضل ہے، یا بال کتروائیں کہ رُخصت ہے۔ عورتوں کو بال منڈوانا حرام ہے، وہ فقط ایک پَورہ کے برابر بال کتروالیں۔ اس کے بعد افضل یہ ہے کہ دَس ۱۰ ذی الحجہ ہی کو بیت اللہ جاکر طوافِ زیارت کیا جائے، یہ طواف حج کا دوسرا رُکن ہے، اِس کے سات ۷ پھیرے کیے جائیں گے، جن میں چار پھیرے فرض ہیں کہ بغیر اِن کے طواف ہوگا، نہ حج[۱]۔

مِنیٰ میں قیام اور تینوں جَمرات کی رَمی

میرے محترم بھائیو! "دَسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ کی راتیں منیٰ ہی میں بسر کرنا سنّت ہے، نہ مزدلفہ میں، نہ مکہ میں، اور نہ راہ میں، لہٰذا جو شخص دس ۱۰ یا گیارہ ۱۱ کو طواف کے لیے گیا، واپس آکر رات مِنیٰ میں ہی گزارے۔ گیارہ ۱۱ اور بارہ ۱۲ ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں جَمروں کی رَمی کرے[۲]۔

مکہ سے روانگی کے وقت طوافِ وَداع

(حج کے) پانچویں دن، یعنی بارہ ۱۲ ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں جَمرات کی رَمی پر حج مکمل ہوجائے گا، البتہ مکہ سے روانگی کے وقت طوافِ وَداع واجب ہے"[۳]۔

---

(۱) ایضًا، ص ۱۱۳۸- ۱۱۴۴، ملتقطاً۔

(۲) ایضًا، باقی دنوں کی رَمی، حصّہ ٦، ۱/۱۱۴٦، ملتقطاً۔

(۳) ایضًا۔

زوال سے قبل رَمی کرنا کیسا؟

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! عموماً دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ بلاعذرِ شرعی، اور بعض بأمرِ مجبوری زوال سے قبل ہی رَمی کرکے واپسی کے لیے چل پڑتے ہیں، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اِس کے متعلق امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ ایک استفتاء کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "بارہویں تاریخ قبلِ زوال (رَمی کرکے) چل دینے کی ضرور اَب وہاں عادت نکالی ہے، اور یہ ہمارے مذہب اور ظاہر الروایہ میں گناہ ہے... اندیشۂ صحیح ہو تو یہ صورت مجبوری کی ہے، ضعیف روایت پر عمل کرکے قبل زوال رَمی کر سکتا ہے"[1]۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بھی بار بار حج کی باادب سعادت نصیب فرما، شریعتِ مطہّرہ کے اَحکام پر عمل کی توفیق مرحمت فرما، اِن مقدّس ایامِ حج کے صدقے ہمارے صغیرہ کبیرہ گناہوں کو مُعاف فرما، ہم سب کے کاروبار، مال، جان اور عزّت وآبرُو کی حفاظت فرما، اور اپنے ظاہری و باطنی خزانوں سے ڈھیروں برکتوں کا نزول فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحج، نویں ذی الحجہ کو آفتاب نکلنے کے بعد منی... الخ، ۸/۵۰۶، ملتقطاً۔

عیدالاضحیٰ

(جمعۃ المبارک ۷ ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ - ۰۹/۰۸/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمٰنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

مسلمانوں کے سالانہ دو بڑے مذہبی تہوار

برادرانِ اسلام! دنیا کے تقریباً تمام مذاہب واَدیان میں خوشی منانے کے لیے تہوار کے کچھ ایام مقرّر ہیں، اسلام چونکہ ایک کامل ومکمل دین اور انسانی فطرت کے عین مطابق ضابطۂ حیات ہے، لہذا اس نے بھی اپنے ماننے والوں کو خوشی منانے کے لیے سال میں دو ۲ مذہبی تہوار: (۱) عید الفطر (۲) اور عیدالاضحیٰ کی صورت میں عطا کیے ہیں۔ نبئ کریم ﷺ جب مکۂ مکرّمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منوّرہ تشریف لائے، تو وہاں زمانۂ جاہلیت سے کچھ تہوار منانے کا سلسلہ جاری تھا، جس میں لوگ لہو ولعب میں مبتلا ہوتے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے اس کے بدلے میں اپنی اُمّت کو خوشی منانے کے لیے دو ۲ مذہبی تہوار عطا کیے، خوشی کے یہ دونوں تہوار اسلام کے دو ۲ بڑے رُکن کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں، اور ان اَرکان کی ادائیگی کے بعد خوشی کے طَور پر

مسلمان یہ تہوار مناتے ہیں، عید الاضحیٰ حج کی ادائیگی اور عید الفطر رمضان المبارک کے روزوں کی تکمیل کے بعد منائی جاتی ہے۔ روزہ اور حج جیسی عظیم عبادات کے باعث، عیدَین کے ایام کی فضیلت بھی عام دنوں سے بہت بڑھ جاتی ہے، مگر عید الاضحیٰ کے ساتھ قربانی کا عملِ مبارک بھی جُڑا ہوا ہے، لہذا اسے عیدِ قرباں بھی کہا جاتا ہے۔

قربانی تاریخ کے آئینہ میں

حضراتِ گرامی قدر! تاریخ میں پہلی قربانی حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو ۲ بیٹوں: ہابیل اور قابیل نے پیش کی تھی، قابیل کی قربانی مسترد اور ہابیل کی بارگاہِ الٰہی عزّوجلّ میں قبول ہوئی۔ پھر مسلمان جو قربانی کرتے ہیں یہ عمل حق تعالیٰ سے سچی محبت رکھنے والے، حضرت سیّدنا ابراہیم اور ان کے صاحبزادے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہما السلام کی تاریخی قربانی کی یادگار ہے۔ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب بیٹے کی قربانی کا حکم دیا گیا، اور انہوں نے اپنے لختِ جگر سے اِس بابت مشورہ کیا، تو فرمانبردار بیٹا فوراً ہی راہِ حق میں قربان ہونے کو تیار ہو گیا۔

یہ دراصل حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کڑا امتحان تھا، جس میں وہ سُرخرو ہوئے، بحکمِ الٰہی انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے لِٹایا، مگر حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بجائے جنّت کا مینڈھا ان کے ہاتھوں قربان ہو گیا، اس کے بعد رب تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل (گہرا دوست) بنایا۔ یہ منظر چشمِ فلک نے پہلی بار دیکھا تھا کہ ایک شفیق بوڑھا باپ، اپنے ہاتھوں نَوخیز لختِ جگر کو رب کی رِضا کے لیے قربان کر رہا تھا، اور بیٹا بھی اپنے خالق عزّوجلّ کے نام پر کٹنے کے لیے اپنی گردن پیش کر رہا تھا،

باپ بیٹے کا یہ جذبۂ اِیثار رب تعالی کو اتنا پسند آیا، کہ رہتی دنیا تک حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس یادگار کو زندہ رکھا!۔

قربانی کے لیے شرطِ قبولیت

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کے نام پر جانور ذبح کرنے کا مقصد تقویٰ، اِطاعت وفرمانبرداری اور رب تعالی کی رِضا کا حصول ہے، جبکہ قربانی کا دوسرا اہم مقصد یہ ہے کہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے اُسوہ پر عمل کرتے ہوئے، ہم نے اپنا سب کچھ خدا کے لیے قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ مقصد ہی نہ ہو، یا کسی کوتاہی کی وجہ سے یہ مقصد حاصل نہ کر سکیں، تو ہماری قربانی حق تعالی کے نزدیک رائیگاں ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالی کو ان جانوروں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، اُسے تو صرف ہمارا تقویٰ پہنچتا ہے، قرآنِ کریم کی سورۂ مائدہ میں ہابیل اور قابیل کی قربانیوں کا ذکر ہے، اس میں یہی الفاظ آئے ہیں کہ ﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ﴾[1] "اللہ تعالی صرف متقی لوگوں کی قربانی قبول فرماتا ہے"۔

قربانی کی تعریف اور اس کے فضائل

حضراتِ گرامی قدر! صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالی اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "بہارِ شریعت" میں قربانی کی تعریف، اور اس کے فضائل بیان فرماتے ہیں کہ "مخصوص جانور کو مخصوص دن میں، بنیّتِ تقرُّب ذبح کرنا قربانی ہے، اور کبھی اس جانور کو بھی اُضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ قربانی حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنّت ہے، جو اس اُمّت کے لیے باقی رکھی گئی، اور نبئ کریم

---

(۱) پ٦، المائدة: ٢٧.

ﷺ کو قربانی کا حکم دیا گیا، ارشاد فرمایا: ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾[۱] "تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو!"۔

اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدّیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ، أَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ، إِنَّه لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُونِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلافِهَا، وَإِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ أَنْ يَقَعَ مِنَ الأَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً»[۲] "قربانی کے دن اللہ تعالی کی بارگاہ میں مسلمان کا کوئی عمل، خُون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں، قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کُھروں سمیت آئے گا، اور یقیناً اس کا خُون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کے یہاں مقامِ قبولیّت حاصل کرلیتا ہے، تو خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو!"۔

حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَا أُنْفِقَتِ الْوَرِقُ فِي شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَى اللهِ تَعَالَى، مِنْ نَحِيرٍ يُنْحَرُ فِي يَوْمِ عِيدٍ»[۳] "جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا، اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں"[۴]۔

عیدالاضحیٰ کا بنیادی فلسفہ

عزیزانِ محترم! عیدالاضحیٰ کا بنیادی فلسفہ قربانی، اِیثار، خُلوص اور راہِ خدا میں اپنی عزیز ترین چیز قربان کرنا ہے۔ اگر عیدالاضحیٰ سے اس فلسفے کو نکال دیا جائے، تو پھر

---

(۱) پ ۳۰، الكوثر: ۲.

(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في فضل الأضحِية، ر: ۱٤۹۳، صـ۳٦۳.

(۳) "الجامع الصغير" حرف الميم، ر: ۷۸٤۵، الجزء الثاني، صـ٤۸۰.

(۴) "بہارِ شریعت" اُضحیہ یعنی قربانی کا بیان، حصہ ۱۵، ۳/۳۲۷، ۳۲۸۔

اس عید کا مفہوم بے معنی ہو جاتا ہے، لہٰذا قربانی کرتے وقت یہ بات ہمارے پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ حضرت سیّدنا ابراہیم وحضرت سیّدنا اسماعیل علیہما السلام کا، قربانی سے مقصود ومطلوب ذاتی مقصد وخواہشات یا نمود ونمائش ہرگز نہیں تھا، بلکہ ان حضرات نے خالصۃً رِضائے الٰہی کے لیے اپنی ذات کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لیے پیش کیا۔ ان حضرات مقدّسہ کی یہ قربانی انسانیت کے لیے ایک رَوشن مثال اور مسلمانوں کے لیے اِطاعت واِیثار کا ایک حسین نمونہ ہے!۔

سُنّتِ ابراہیمی کو پورا کرنے کے لیے جانوروں کی قربانی کے ساتھ ساتھ، ذاتی خواہشات، مفادات اور اپنی اَنا کو بھی قربان کرنا ضروری ہے؛ کیونکہ بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے، کہ ربّ تعالی کو ہمارے جانوروں کے گوشت اور خُون کی حاجت نہیں، بلکہ وہ ہمارا جذبۂ قربانی، اِیثار اور تقویٰ ملاحظہ فرماتا ہے۔

جانور کی قربانی تو محض ایک علامت ہے، در حقیقت اس میں یہ درس پوشیدہ ہے، کہ بوقتِ ضرورت راہِ خدا میں اگر ہمیں اپنی قیمتی سے قیمتی، اور عزیز ترین چیز ہی کیوں نہ قربان کرنی پڑے، ہمیں ہرگز دریغ نہیں کرنا چاہیے، اور فوراً سے پیشتر اس چیز کو حق تعالی کی راہ میں قربان کرنے کے لیے پیش کر دینا چاہیے!۔

نمازِ عیدَین سے متعلق بعض شرعی مسائل

حضراتِ ذی وقار! عیدَین کی نماز واجب ہے، مگر سب پر نہیں، بلکہ انہیں پر (واجب ہے) جن پر جمعہ فرض ہے۔ اور اِس کی ادا کی وہی شرطیں ہیں جو جمعہ کے لیے ہیں، صرف اتنا فرق ہے کہ جمعہ میں خطبہ پڑھنا شرط یعنی واجب ہے، اور عیدَین میں سنّت۔ اگر جمعہ میں خطبہ نہ پڑھا تو جمعہ نہ ہوا، اور عید میں نہ پڑھا تو نماز ہو گئی مگر بُرا کیا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ جمعہ کا خطبہ قبلِ نماز ہے اور عیدَین کا بعدِ نماز عیدَین میں اگر خطبہ پہلے پڑھ لیا تو بُرا کیا مگر نماز ہوگئی، لَوٹائی نہیں جائے گی، اور خطبے کا بھی اِعادہ نہیں۔ عیدَین میں نہ اذان ہے، نہ اِقامت، صرف دو ۲ بار اتنا کہنے کی اجازت ہے: "الصّلاةُ جامعةٌ!".

نمازِ عید کا وقت بقدر ایک نیزہ آفتاب بلند ہونے سے، ضحوۂ کبریٰ یعنی نصف النہار شرعی تک ہے، مگر عید الفطر میں دیر کرنا، اور عید الاضحیٰ میں جلد پڑھنا مستحب ہے، اور سلام پھیرنے سے پہلے زوال ہوگیا تو نماز جاتی رہی۔ زوال سے مراد نصف النہار شرعی ہے[1]۔

نمازِ عید کا طریقہ

برادرانِ اسلام! نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو ۲ رکعت واجب عید الاضحیٰ کی نیّت کرکے کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے، پھر ثناء پڑھے، پھر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، اسی طرح تیسری تکبیر میں بھی یونہی کرے، یعنی پہلی تکبیر میں ہاتھ باندھ لے، اس کے بعد دو ۲ تکبیروں میں ہاتھ لٹکائے، پھر چوتھی میں باندھ لے۔ اِس کو یوں یاد رکھیے کہ جہاں تکبیر کے بعد کچھ پڑھنا ہے وہاں ہاتھ باندھ لیے جائیں، اور جہاں نہیں پڑھنا وہاں ہاتھ چھوڑ دیے جائیں۔ پھر امام اعوذ باللہ اور بسم اللہ آہستہ پڑھ کر جہر (یعنی بلند آواز) کے ساتھ الحمد اور سورت پڑھے، پھر رکوع کرے۔

دوسری رکعت میں پہلے فاتحہ اور سورت پڑھے، پھر تین ۳ بار کان تک ہاتھ لے جاکر اللہ اکبر کہے، اور ہاتھ نہ باندھے، اور چوتھی بار بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہتا ہوا رُکوع میں جائے۔

(۱) "بہارِ شریعت" "عیدَین کا بیان، مسائلِ فقہیّہ، حصّہ ۴، ۱/۷۷۹-۷۸۱، ملتقطاً۔

اس سے معلوم ہوا کہ عیدَین میں زائد تکبیریں چھ ٦ ہیں، تین ۳ پہلی رکعت میں، قراءَت سے پہلے اور تکبیرِ تحریمہ کے بعد، اور تین ۳ دوسری رکعت میں، قراءَت کے بعد اور تکبیرِ رُکوع سے پہلے۔ اور ان چھ ٦ تکبیروں میں ہاتھ اُٹھائے جائیں گے۔ امام نے چھ ٦ تکبیروں سے زائد کہیں تو مقتدِی بھی امام کی پیَروی کرے، مگر تیرہ ۱۳ تکبیروں سے زیادہ میں امام کی پیَروی نہیں ہے۔

بعد نمازِ عید مصافحہ ومُعانقہ کرنا (جیسا کہ مسلمانوں میں رائج ہے) بہتر ہے؛ کہ اس میں اظہارِ مسرّت ہے۔ نو ۹ ذی الحجہ کی فجر سے تیرہ ۱۳ کی عصر تک ہر نماز فرض پنجگانہ کے بعد، جو جماعتِ مستحبہ کے ساتھ ادا کی گئی، ایک بار تکبیر بلند آواز سے اور فوراً کہنا واجب ہے، اور تین ۳ بار کہنا افضل ہے، اسے تکبیرِ تشریق کہتے ہیں، وہ یہ ہے: اَللهُ أَكْبَرُ اللهُ أَكْبَر، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، اَللهُ أَكْبَر وَلله الحمد[1]۔

عیدالاضحیٰ کے دن روزہ رکھنے کا شرعی حکم

حضراتِ گرامی قدر! بعض اَحباب لاعلمی اور ناواقفیت کی بناء پر، عید کے دن روزہ رکھنا باعثِ ثواب سمجھتے ہیں، جو کہ سراسر جہالت اور شرعًا حرام ہے، ایسا کرنے والا سخت گنہگار ہے۔ امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ عید کے ایام میں روزہ رکھنے سے متعلق حکمِ شرعی بیان فرماتے ہیں کہ "عید کے دن روزہ (رکھنا) حرام ہے، ہاں پہلی سے نویں (ذی الحجہ) تک کے روزے بہت افضل ہیں، (خواہ) اس پر قربانی (واجب) ہو یا نہ ہو، اور سب نفلی روزوں میں بہتر روزہ عرَفہ کے دن کا ہے۔ ہاں قربانی والے کو مستحب ہے کہ عید کے دن قربانی سے پہلے کچھ نہ کھائے، قربانی ہی کے

(۱) "بہارِ شریعت" "عیدَین کا بیان، نمازِ عید کا طریقہ، حصہ ۴، ۱/۷۸۱، - ۷۸۵، ملتقطاً۔

گوشت میں سے پہلے کھائے، مگر یہ روزہ نہیں، نہ اس میں روزہ کی نیّت جائز؛ کہ اس دن (یعنی عیدالاضحیٰ) اور اِس کے تین ۳ دن (بعد تک) روزہ حرام ہے"[1]۔

نمازِ عید سے قبل شہر میں قربانی کا حکم

عزیزانِ مَن! بعض اَحباب عجلت (جلدی کے چکر) میں نمازِ عید سے قبل ہی قربانی کا جانور ذبح کر دیتے ہیں، جو کہ بعض صورتوں میں انتہائی نامناسب، اور اپنی قربانی کو ضائع کرنے کے مترادِف ہے؛ کیونکہ حکمِ شرعی کے مطابق قربانی کا جانور ذبح کرنے سے قبل ضروری ہے، کہ شہر میں کم از کم کسی ایک جگہ نمازِ عید ادا کی جا چکی ہو، اگر شہر میں کسی جگہ نمازِ عید ادا ہو جانے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کیا تو قربانی ہو جائے گی، اور اگر شہر میں کسی بھی جگہ نمازِ عید نہ ہوئی، اور قربانی کا جانور ذبح کر لیا تو قربانی نہیں ہوگی!!۔

حضرت سیّدنا بَراء بن عازِب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قربانی کے دن خطبہ دیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «لَا يَذْبَحَنَّ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُصَلِّيَ» "نمازِ عید ادا کرنے سے پہلے کوئی شخص (قربانی کا جانور) ذبح نہ کرے" کہتے ہیں کہ میرے ماموں نے اُٹھ کر عرض کی: یا رسولَ اللہ! آج کے دن گوشت کھانا پسند ہوتا ہے، اور میں نے قربانی میں جلدی کی؛ تاکہ اپنے گھر والوں اور ہمسایوں کو کھلاؤں، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «فَأَعِدْ ذَبْحَكَ بِآخَرَ»[2] "دوسرا جانور ذبح کرنے کا بندوبست کرو!"۔

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" کتاب الاُضحیہ، خصّی کی قربانی افضل ہے اور اس میں ثواب زیادہ ہے، ۶۱۶/۱۴۔
(۲) "سنن الترمذي" باب ما جاء في ذبح بعد الصلاة، ر: ١٥٠٨، صـ٣٦٦.

حضرت علّامہ، صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مسئلہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "شہر میں قربانی کی جائے، تو شرط یہ ہے کہ نمازِ عید ہو چکے، لہٰذا نمازِ عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی، اور دیہات میں چونکہ نمازِ عید نہیں ہے، یہاں طُلوعِ فجر کے بعد قربانی ہوسکتی ہے۔ اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طُلوعِ آفتاب قربانی کی جائے، اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہو چکنے کے بعد قربانی کی جائے، یعنی نماز ہو چکی اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے، اور اس صورت میں قربانی ہو جائے گی، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

اگر شہر میں متعدّد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہو چکنے کے بعد قربانی جائز ہے، یہ ضروری نہیں کہ عید گاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے، بلکہ کسی مسجد میں ہوگئی اور عید گاہ میں نہ ہوئی جب بھی (قربانی) ہوسکتی ہے"[۱]۔

دیہات میں نمازِ عید سے قبل قربانی جائز ہے

امام اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں ایک استفتاء کی صورت میں یہ سوال پیش کیا گیا، کہ کس قریہ (دیہات) میں قربانی قبل اَز عید، بعد طُلوعِ آفتاب عند الحنفیہ جائز ہے؟ تو آپ علیہ الرحمۃ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "جو شہر نہ ہو اس میں نہ نمازِ جمعہ ہے، نہ نمازِ عید، سَو دو سَو کی آبادی کا کچھ اعتبار نہیں، بلکہ اس میں متعدّد محلّے ہوں، دائم بازار ہوں، وہ پرگنہ (ضلع کا حصہ) ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں، اُس میں فصلِ مقدّمات پر کوئی حاکم مقرّر ہو، وہ شہر ہے۔ جہاں ایسا نہیں (وہاں) صبح سے قربانی جائز ہے"[۲]۔

---

(۱) "بہارِ شریعت" "اُضحیہ یعنی قربانی کا بیان، مسائلِ فقہیّہ، حصّہ ۱۵، ۳/۳۳۷۔
(۲) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب الاُضحیہ، فقیر اگر بنیّتِ قربانی خریدے اس پر خاص... الخ، ۶۲۳/۱۴۔

مقدّس فریضہ اور ہمارا طرزِ عمل

برادرانِ ملّت اسلامیہ !دینِ اسلام کی تمام عبادات، رُسوم اور تہوار دنیا کے دیگر تمام مذاہب اور اَقوام سے نہ صرف منفرِد ہیں، بلکہ ان کے پسِ پردہ مقاصد بھی سب سے اعلیٰ واَرفع ہیں۔ نماز ہو یا روزہ، زکات ہو یا حج، عید الفطر ہو یا عیدِ قرباں، سب کا مقصد مسلمانوں کو تقویٰ وپرہیزگاری سکھانے کے ساتھ ساتھ رِیاکاری (Showing off) سے بچانا بھی ہے، مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، کہ آج ہمارے ہاں قربانی سمیت دیگر تمام عبادتوں، ریاضتوں کو پامالی کا بھرپور اہتمام کیا جاتا ہے!!۔

رِیاکار (Show off) کا انجام

میرے محترم بھائیو! یاد رکھیے! نیکی چاہے بڑی ہو یا چھوٹی، رِیاکاری سے وہ کالعدم ہوکر رہ جاتی ہے، اور عبادت کی محنت مشقّت اٹھانے اور ہزاروں روپیہ پیسہ خرچ کرنے کے باوُجود، ایسے اعمال نہ صرف اکارت ہوجاتے ہیں بلکہ اس کی سزا کے طَور پر وہ عمل گناہوں کے دفتر میں لکھ دیا جاتا ہے۔

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے، سرکارِ دوجہاں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: «إِنَّ أَوَّلَ النَّاسِ يُقْضَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ، رَجُلٌ اسْتُشْهِدَ، فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعْمَتَهُ فَعَرَفَهَا، قَالَ: فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا؟ قَالَ: قَاتَلْتُ فِيكَ حَتَّى اسْتُشْهِدْتُ، قَالَ: كَذَبْتَ، وَلَكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِأَنْ يُقَالَ: جَرِيءٌ، فَقَدْ قِيلَ، ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلَى وَجْهِهِ حَتَّى أُلْقِيَ فِي النَّارِ»[1] ...الحديث.

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩٢٣، صـ٨٥٢، ٨٥٣.

"روزِ قیامت سب سے پہلے جس شخص کا فیصلہ کیا جائے گا، وہ آدمی ہوگا جو شہید کیا گیا، اسے لایا جائے گا اور اس سے اللہ تعالی اپنی نعمت کی پہچان کرائے گا، تو وہ اسے پہچانے گا، تب اس سے پوچھا جائے گا کہ تُونے اس کے شکر میں کیا کیا؟ وہ کہے گا کہ میں نے تیری خاطر جہاد کیا، یہاں تک کہ شہید کردیا گیا، فرمایا جائے گا کہ تُونے جھوٹ کہا، تُونے قِتال اس لیے کیا کہ تجھے بہادر کہا جائے، تو وہ کہہ لیا گیا، پھر اس کے بارے میں حکم ہوگا کہ اسے منہ کے بل اَوندھا گھسیٹ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے!!"۔

اسی طرح جس آدمی نے علم سیکھا اور سکھایا، اور قرآن پڑھا؛ تاکہ اسے عالم اور قاری کہا جائے، اور ایسا شخص جسے اللہ تعالی نے وسعت عطا فرمائی، اور اسے ہر طرح کا مال عطا کیا، لیکن اس نے اس لیے خرچ کیا کہ وہ سخی کہلائے، تو انہیں بھی منہ کے بل اَوندھا گھسیٹ کر جہنّم میں ڈال دیا جائے گا۔(مختصراً)

قربانی کے مقدّس فریضہ میں رِیاکاری کی جھلک

حضراتِ گرامی قدر! قربانی جیسی عظیم عبادت کے سلسلے میں بھی عوام کا مجموعی طرزِ عمل رِیاکاری کا مَظہر بنا ہوا ہے، جانوروں کے حوالے سے دیکھا جائے تو گویا مقابلے کی فضاء قائم ہے، ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے مہنگے سے مہنگا جانور خریدنا، فیشن (Fashion) بن چکا ہے۔ بچے تو ایک طرف، پختہ عمر کے لوگ بھی اپنی شان وشَوکت ظاہر کرنے کے لیے، قربانی کے جانوروں کو لے کر لوگوں کو اُن کی قیمت بتاتے پھرتے ہیں۔ بعض جگہ قناتیں (Tent) لگاکر گلیوں میں ہی جانوروں کو نمائش کے لیے باندھ دیا جاتا ہے۔ جانور کی حفاظت کے نام پر مسلح گارڈز (Armed Guards) کی خدمات بھی فخریہ انداز سے حاصل کی جاتی ہیں۔ شہرت کے بھوکوں کی

جانب سے مہنگے جانوروں کی تشہیر کے لیے باقاعدہ میڈیا ٹیم (Media Team) بُلانے کا رَواج بھی چل نکلا ہے۔ اِس نمود ونمائش اور تشہیر کے لیے ذرائعِ اِبلاغ (Media) بھی ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی دَوڑ میں ہیں۔ اب سوشل میڈیا (Social Media) پر ہر کس وناکس کی رَسائی نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی ہے، فیس بک (Facebook) وغیرہ کے صارفین نے تو قربانی کے جانوروں کی تشہیر کو گویا واجب سمجھ رکھا ہے۔ خدارا! ان لَغو وفُضولیات سے باہر نکلیں، تشہیر ودکھاوے کے چُنگل سے جان چھڑائیں، اور قربانی کے اصل مقصد کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

دعا

اے اللہ! ہمیں سنّتِ ابراہیمی کو خوش دلی سے ادا کرنے کی توفیق عطا فرما، رِیاکاری سے بچتے ہوئے خالصۃً اپنی رِضا کے لیے اپنی عبادت کی توفیق مرحمت فرما، نمود ونمائش کے ذریعے ہمارے نیک اعمال کو اکارت ہونے سے بچا، عیدالاضحیٰ کے فلسفے کو سمجھتے ہوئے ہمیں اِیثار کا پیکر بنا، اور اپنی عزیز سے عزیز چیز کو بھی تیری راہ میں قربان کرنے کا جذبہ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

اسلام کا تصوُّرِ جہاد

(جمعۃ المبارک ٦ محرّم الحرام ١٤٤١ھ - ٢٠١٩/٠٩/٠٦ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

جہاد کے لُغوی واصطلاحی معنی

برادرانِ اسلام! امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ جہاد کی لُغوی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "دشمن کے مقابلہ ومُدافعت میں فوراً اپنی پوری قوّت وطاقت صرف کرنا جہاد کہلاتا ہے"[1]۔ جبکہ اصطلاحِ شریعت میں اس کا معنی یہ ہے کہ "مسلمان شخص کا خالص اللہ تعالی کے لیے کافر حربی (جو مسلمان کی جان کے درپَے ہو) کے خلاف جنگ کرنا جہاد ہے"[2]۔

جہاد کی اہمیت

حضراتِ گرامی قدر! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سیرتِ طیّبہ کا ہر پہلو اگرچہ انتہائی اہم اور ہدایت بخش ہے، لیکن کلمۂ حق کو بلند کرنے کے لیے سروَرِ عالَم ﷺ کی

---

(١) "المفرَدات" الجيم، جهد، صـ٩٩.

(٢) "النِّهاية في الغريب" ابن الأثير، باب الجيم مع الهاء، جهد، ١/ ٣١٩، ملتقطاً.

جدو جہد، جسے جہاد یا غزوات سے تعبیر کیا جاتا ہے، اُمّتِ مسلمہ کے سیاسی استحکام اور ترقی کے لحاظ سے اَز حد اہمیت کا حامل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خیرُ القرون کے اکابرِ اُمّت نے اس (جہاد) پر بڑی توجہ دی، وہ حضرات اپنی اولاد کو سرفروشی اور قربانی کے محیّر العقول واقعات سنا کر اَز بَر کرایا کرتے؛ تاکہ اللہ تعالی کے نام کو بلند کرنے کے لیے اگر اپنے زمانہ کی طاغوتی قوّتوں سے انہیں ٹکرانا پڑے، تو انہیں ذرّا برابر جھجک محسوس نہ ہو۔ جب اس راہ میں سروں کا نذرانہ پیش کرنے کی ضرورت پڑے، تو اپنے اَسلاف کی طرح وہ بصد ذَوق وشَوق یہ سعادت حاصل کے لیے تڑپ اٹھیں؛ کیونکہ اسی میں ان کی دنیاوی زندگی کی کامرانی، اور اُخروی حیات کی سُرخروئی کا راز پنہاں ہے[1]۔

جہاد کے فضائل

عزیزانِ محترم! قرآن واَحادیث میں جہاد کے اس قدر فضائل بیان ہوئے، جن کی تفصیل میں دفتر کے دفتر لکھے اور بیان کیے جا سکتے ہیں، ہم یہاں چند فضائل بیان کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں؛ کیونکہ مختصر اور محدود وقت میں یہاں اُن سب کا اِحاطہ تقریبًا ناممکن ہے!۔

حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، کہ ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسولَ اللہ! آدمی مالِ غنیمت وشہرت اور اپنا مرتبہ دکھانے کو لڑتا ہے، تو اللہ تعالی کی راہ میں لڑنا کونسا لڑنا ہے؟ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَنْ قَاتَلَ لِتكُونَ كَلِمَةُ اللهِ أَعْلَى، فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللهِ»[2] "جو اللہ تعالی کا کلمہ بلند کرنے کے لیے لڑے، تو

(۱) "ضیاء النبی" غزواتِ رسالت مآب صلی اللہ تعالی علیہ وسلم، اسلامی جہاد... الخ، ۲۷۸/۳، ۲۷۹، ملتقطاً۔
(۲) "صحيح مسلم" كتاب الإمارة، ر: ٤٩١٩، صـ٨٥٢.

وہ اللہ کی راہ میں لڑتا (جہاد کرتا) ہے"۔

حضرت سیّدنا عبد اللہ بن حُبَشی خثعمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ جَاهَدَ المشرِكِينَ بِمَالِهِ وَنَفْسِهِ»[1] "جس نے مشرکوں کے خلاف اپنے مال اور اپنی جان کے ساتھ جہاد کیا"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ، وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهِ نَفْسَهُ، مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنْ نِفَاقٍ»[2] "جو شخص بنا جہاد کیے مر گیا، اور اس کے دل میں جہاد کی خواہش بھی نہ ہو، وہ منافقت کے ایک درجہ پر مرا"۔

مجاہدینِ اسلام... سچے لوگ

عزیزانِ محترم! اسلام کی ہمہ جہت آفاقی تعلیمات کا دائرۂ کار ہر شعبۂ حیات کو محیط ہے، اسلام نے قیامِ امن، نفاذِ عدل، حقوقِ انسانی کی بحالی، اور ظلم وستم کے خاتمے کے لیے جہاد کا حکم دیا، اور مجاہدینِ اسلام کو سچے لوگوں میں شمار فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾[3] "یقیناً وہی لوگ ایمان والے ہیں جو اللہ تعالی اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پھر اس میں کوئی شک نہیں کیا، اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہی لوگ سچے ہیں"۔

(١) "سنن أبي داود" كتاب الصّلاة، باب [طول القيام] ر: ١٤٤٩، صـ٢١٦.
(٢) "صحيح مسلم" باب ذمّ من مات ولم يغز، ر: ٤٩٣١، صـ٨٥٤.
(٣) پ٢٦، الحجرات: ١٥.

اذنِ جہاد کا پسِ منظر

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! دعوتِ توحید کے آغاز کے بعد سے تقریبًا ۱۳ سال تک کفّارِ مکّہ، مسلمانوں پر طرح طرح کے مَظالم ڈھاتے رہے، اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ انہوں نے پتھر سے گھڑے ہوئے اندھے، بہرے بُتوں کو اپنا خدا ماننے سے انکار کر دیا تھا، اور ان کے بجائے وہ اللہ وحدَہ لاشریک کی اُلوہیت (خدائی) پر صدقِ دل سے ایمان لاچکے تھے، جو حیّ و قیّوم، سمیع و بصیر اور عزیز و حکیم ہے، ان کا دامن ہر قسم کے اَخلاقی عُیوب سے مبرّا اور منزَّہ تھا۔ اس جرم میں انہیں اتنا ستایا گیا کہ وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر مکّہ مکرّمہ سے ۴۵۰ کلومیٹر دُور یثرب نامی بستی (مدینہ منوّرہ) میں غریبُ الوطنی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوئے، لیکن کفّار نے انہیں وہاں بھی سُکھ کا سانس نہ لینے دیا، کبھی یہودی قبائل سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے ساز باز کرتے، کبھی مسلمانوں کو علی الاِعلان دھمکی دیتے کہ ہم طوفانِ برق و باد بن کر آئیں گے! اور تمہاری امیدوں کے گلشن جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیں گے! لیکن جسے سارے عالمِ انسانیّت کی فلاح و بہبود کے لیے زندہ رہنا ہو، وہ ان مُہیب طوفانوں کے سامنے بے بس تماشائی کی طرح کھڑا نہیں رہ سکتا، کہ وہ آئیں اور خس و خاشاک کی طرح ان کی امیدوں کے نشیمن کو اُڑا لے جائیں، بلکہ اس کی زندگی کا اعلیٰ وارفع مشن اس بات کا تقاضا کرتا ہے، کہ وہ ان طوفانوں کے سامنے چٹان کی طرح سر اونچا کرکے، سینہ تان کر کھڑا ہو جائے، یہاں تک کہ اس طوفان کی بے رحم مَوجیں اس چٹان سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں!۔

اسلام کی شمعِ نور کا پاسبان کسی سے امن پسند ہونے کا تمغہ لینے کے لیے، کسی بزدلی اور نامَردی کا مُظاہرہ نہیں کر سکتا! وہ اپنی امیدوں کی کروڑوں شمعوں کو تو نثار کر

سکتا ہے، لیکن جب تک اس کے جسم میں جان ہے، کوئی ظالم آگے بڑھ کر اس شمع کو گُل کردے، یہ ناممکن اور قطعاً مُحال ہے!۔

رفیقانِ ملّتِ اسلامیہ! رحمتِ عالَمیان ﷺ اگر اس شَوق میں رہتے کہ آنے والے مؤرّخ آپ ﷺ کو امن پسند، اور امن دوست کے اَلقاب سے نوازیں گے، اور بروقت مؤثّر اِقدامات نہ کرتے، دشمن کی عددی کثرت، وسائل کی فراوانی، اَسلحہ کے اَنبار سے سہم کر بیٹھ جاتے، تو صحابۂ کِرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں شیروں جیسی جرأت، چیتوں جیسی چستی وپھرتی، شاہین کی بلند پروازی، اور شجاعت وبہادری جیسی خُوبیاں کیونکر نشوونما پاسکتیں تھیں؟! عزیمت واستقامت کے یہ پہاڑ مشرکینِ عرب کی فرعونیت کی سرکش مَوجوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے نہ ہوتے، تو وہ اس دینِ فطرت کے نام ونشان کو بھی مٹا کر رکھ دیتیں[1]۔

تصوُرِ جہاد ... قبلِ بعثتِ نبوی

حضرات گرامی قدر! حضور اکرم کی آمد سے قبل بھی دیگر حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام، اِعلائے کلمۃ الحق کی خاطر کفّار ومشرکین کے خلاف جہاد کا عَلم بلند کرتے رہے۔ قرآنِ پاک کی سورۂ مائدہ میں بنی اسرائیل کے حوالے سے جہاد کے ایک حکم کا ذکر موجود ہے، کہ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام فرعون کے چُنگل سے بنی اسرائیل کو نکال کر صحرائے سینا (Sinai Desert) میں خیمہ زَن ہوئے، تو بنی اسرائیل کو اللہ تعالی کی طرف سے حکم ملا کہ وہ بیت المقدس کو عمالقہ سے آزاد کرانے کے لیے جہاد کریں! اور آگے بڑھ کر حملہ آور ہوں! مگر غلامی کے دائرہ سے تازہ تازہ نکلنے والی مرعوب قوم کو اس

(۱) "ضیاء النبی "سلسلہ غزواتِ رسالت مآب علیہ الصلوات والتسلیمات، ۲۷۸/۳، ملتقطاً۔

بات کا حوصلہ نہ ہوسکا، اور پھر اس کے چالیس ۴۰ سال بعد بنی اسرائیل کی نئی نسل نے حضرت سیّدنا یُوشع بن نُون علیہ الصلوۃ والسلام کی قیادت میں جہاد کرکے بیت المقدس کو آزاد کرایا۔

جہاد کا حکمِ شرعی

حضرات گرامی قدر! اللہ رب العالمین نے جہاد ہم مسلمانوں پر فرض کیا ہے، ہمیں ہرگز اس سے جی نہیں چُرانا چاہیے، نہ ہی اس پر کسی قسم کی ناگواری کا اظہار کرنا چاہیے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1] "تم پر اللہ کی راہ میں لڑنا فرض ہوا، اور وہ تمہیں ناگوار ہے، اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو، اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے، اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے!"۔

صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت جہاد کا حکمِ شرعی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "جہاد فرض ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں، اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں، تو جہاد فرضِ عین ہو جاتا ہے، ورنہ فرضِ کفایہ"[2]۔

شرعی جہاد سے متعلق بعض مسائل اور شرائط

عزیزانِ مَن! "جہاد ابتداءً فرضِ کفایہ ہے کہ ایک جماعت نے کرلیا تو سب بریُ الذمّہ ہیں، اور سب نے چھوڑ دیا تو سب گنہگار ہیں، اور اگر کفّار کسی شہر پر ہُجوم

(۱) پ۲، البقرۃ: ۲۱۶.

(۲) "تفسیر خزائن العرفان" پ۲، البقرۃ، زیرِ آیت: ۲۱۶، ص۵۹۔

(حملہ) کر دیں، تو وہاں والے مقابلہ کریں، اور اُن میں اتنی طاقت نہ ہو تو وہاں سے قریب والے مسلمان ان کی مدد کریں، اور ان کی طاقت سے بھی باہر ہو تو جو اُن سے قریب ہیں وہ بھی شریک ہو جائیں... وعلیٰ ہذا القیاس!۔

بچوں، خواتین اور غلاموں پر جہاد فرض نہیں، یونہی بالغ شخص کے ماں باپ اگر اجازت نہ دیں تو وہ نہ جائے، یونہی اندھے، اَپاہج، لنگڑے اور جس کے ہاتھ کٹے ہوں، ان پر بھی جہاد فرض نہیں، شہر میں جو سب سے بڑا عالم ہو وہ بھی جہاد کو نہ جائے، یونہی اگر اُس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں، اور وہ لوگ موجود نہیں، تو کسی دوسرے شخص سے کہہ دے کہ "جن کی امانتیں ہیں انہیں دے دینا" تو اب جا سکتا ہے۔

اگر کفّار ہُجوم کر آئیں، تو اس وقت جہاد فرضِ عین ہے، یہاں تک کہ عورت پر بھی فرض ہے، اور اس کی کچھ ضرورت نہیں کہ عورت اپنے شوہر سے اجازت لے، بلکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں بھی جائیں، اور شوہر پر منع کرنے کا گناہ ہوا۔ یونہی ماں باپ سے بھی اجازت لینے کی، اور مدیون (مقروض) کو دائن (قرض خواہ) سے اجازت کی حاجت نہیں۔

جہاد واجب ہونے کے لیے شرط ہے کہ اسلحہ اور لڑنے پر قدرت ہو، اور کھانے پینے کے سامان اور سواری کا مالک ہو، نیز اس کا غالب گمان ہو کہ اس جہاد سے مسلمانوں کی شَوکت بڑھے گی"[1]۔

نظریۂ جہاد اور مہذّب دنیا کی انسان دشمنی

عزیزانِ محترم! اسلام کے نظریۂ جہاد پر سیخ پا ہونے والے، اور رسول اللہ ﷺ پر خونریزی اور لُوٹ مار کی تہمتیں لگانے والے، اگر حقائق کی آنکھوں میں

---

(۱) "بہارِ شریعت" "کتاب السیر، مسائلِ فقہیہ، حصّہ نہم ۹، ۴۲۸/۲، ملتقطاً۔

آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت رکھتے ہیں، تو آئیں نتائج کی زبان سے حقائق کی داستان سنیں! وہ یقینًا تسلیم کریں گے کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے جہاد کی صورت میں جو قدم اٹھایا، وہ صرف عرب کے مکینوں یا اُمّتِ مسلمہ کے لیے نہیں تھا، بلکہ اس میں دنیا بھر کی بہتری اور فلاح و بہبود کا راز پوشیدہ تھا!!۔

میرے محترم بھائیو! رسولِ اکرم ﷺ نے بعثت کے بعد مکّہ مکرّمہ میں تیرہ ۱۳سال گزارے، اور اس تمام عرصہ میں شرک وکفر کے علمبرداروں نے جو ظلم کیے، نبئ کریم ﷺ اور آپ کے جاں نثار صحابہ نے محیّر العقول حد تک صبر واِستقامت کا مُظاہرہ کیا۔ اس کے بعد تقریبًا دس ۱۰سال مدینہ طیّبہ میں بھی گزارے، اس تمام عرصہ میں کفّار کے حملوں سے دِفاع کے لیے جنگیں بھی ہوئیں، جانبَین (دونوں طرف) کے لوگ قتل بھی ہوئے اور زخمی بھی، لیکن آپ یہ سن کر ششدر رہ جائیں گے کہ دس ۱۰ سال کے عرصہ میں لڑی جانے والی تمام جنگوں میں، فریقَین کے مقتولین کی تعداد تقریبًا گیارہ سو چالیس ۱۱۴۰ بنتی ہے، اتنی قلیل جانی قربانیوں اور نقصانات سے بنی نَوعِ انسان کو جو فائدہ پہنچا، وہ بے مثال وبے عدیل ہے! کوشش وبسیار کے باوُجود بھی اقوام وممالک کی جنگوں کی تاریخ میں آپ کو ایسی مثال ہرگز نہیں مل سکے گی![1]۔

اس کے مقابلے میں جدید تہذیب اور سائنسی ترقی کی آغوش میں پرورش پانے والے، یورپ (Europe) کے دانشوروں اور حکمرانوں نے صرف اپنے اہلِ وطن ہی کو نہیں، بلکہ ساری انسانی برادری کو نصف صدی سے کم عرصہ میں، جن دو ۲ عالمگیر جنگوں کا تحفہ دیا، صرف ان کی تباہ کاریوں کا اندازہ لگانے سے انسانی عقل

---

(۱) "ضیاء النبی "غزواتِ رسالت مآب علیہ الصلوات والتسلیمات، ۳/۲۸۰-۲۸۲، ملخصًا۔

ودانش قاصر ہے۔ پُرامن شہری آبادیوں، ہسپتالوں، درسگاہوں، بلکہ مذہبی عبادت گاہوں کو بھی جس سنگ دلی سے اپنی بہیمانہ بمباری کا نشانہ بنایا گیا، اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی، اس کے تصوُر ہی سے انسانیت اور شرافت کا سر بارِ نَدامت سے خم ہے! دیگر ہر قسم کے نقصان کو لمحہ بھر کے لیے اگر نظرانداز بھی کر دیں، تو صرف انسانی جانوں کے نقصانات کا سُن کر آپ پر لرزہ طاری ہو جائے گا! ناگاساکی (Nagasaki) اور ہیروشیما (Hiroshima) پر امریکہ (United States) کے ایٹم بم (atomic bomb) نے جو قیامت برپا کی، کیا اس خُون آلُود داستان کو سننے کا آپ میں حَوصلہ ہے؟ علاوہ اَزیں دوسری جنگِ عظیم میں اتحادی ممالک (برطانیہ، امریکہ وغیرہ) کا جانی نقصان تقریباً ایک کروڑ چھ لاکھ پچاس ہزار ہے، فریقَین کا مجموعی جانی نقصان ڈیڑھ دو کروڑ کے قریب ہے۔ صرف رُوس (Russia) کے پچھتر ۷۵ لاکھ فوجی مارے گئے، جاپان کے پندرہ ۱۵ لاکھ پچاس ۵۰ ہزار جوانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا گیا، جرمنی (Germany) کے اٹھائیس ۲۸ لاکھ پچاس ۵۰ ہزار فوجیوں نے اپنی قیمتی زندگیوں کو جنگ کی بھینٹ چڑھایا[1]۔

عزیزانِ مَن! انسانی جانوں کی اَن گنت قربانیوں، بے انتہاء خون ریزیوں اور تباہ کن بمباریوں کے نتیجے میں، ہزاروں بارَونق شہروں کو راکھ کا ڈھیر بنانے کے بعد، انسانیت کو کئی رکاوٹوں، کمر توڑ مہنگائی، بے روزگاری اور بے حیائی کا تحفہ ملا!۔

اس کے بعد رُوس (Russia) کی بے رحم آمریت (Dictatorship) کی ایڑیوں میں برِّاعظم ایشیاء (Greater Asia) کے کئی ممالک پچاس ۵۰ سال سے

---

(۱) ایضاً، صـ۲۸۲، ملتقطاً۔

زائد عرصہ تک پستے رہے، اس سے جان چھوٹی تو امریکہ (United States) نے دَبوچ لیا، افغانستان (Afghanistan)، عراق (Iraq)، لیبیا (Libya)، بوسنیا (Bosnia) میں لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کا خون بہا کر انسانیت کا جنازہ نکالا گیا!۔

اسی طرح ہندوستان (India)، کشمیر (Kashmir)، فلسطین (Palestine)، شام (Syria) اور برما (Burma) کے مسلمانوں کی کس طرح نسل کشی کی جارہی ہے، اس سے ساری دنیا واقف ہے! خود وطنِ عزیز پاکستان (Pakistan) کو دہشتگردی (Terrorism) کی پرائی جنگ میں دھکیلا جا چکا ہے، اب تک ہمارے ستّر ۷۰ ہزار سے زائد فوجی جوان اور عام شہری شہید ہو چکے ہیں، اربوں ڈالرز (Billions of Dollars) کا نقصان اور معیشت کا بیڑہ غرق ہو چکا ہے، اس کے باوُجود لوگ امن کی آشا اور انسانیت کے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں! غریب ممالک اور غیر ترقی یافتہ اقوام کا بے رحیمانہ مُعاشی استحصال (Economic Exploitation)، اور انسانیت کی قبائے کرامت کو کئی بار تار تار کرنے والے مہذّب دنیا کے بدمُعاش، اور دہشتگرد حکمرانوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا، کہ وہ نقطۂ جہاد کو بنیاد بنا کر، ہمارے نبئ کریم مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر اُنگشت نمائی یا بدگوئی کریں!!۔

اسلامی جہاد کی امتیازی خصوصیات

برادرانِ اسلام! دو جہاں کے سردار، سروَرِ کائنات ﷺ نے جنگ و جہاد کو اس مقصد کے لیے جائز رکھا، کہ کوئی کسی پر ظلم وجبر نہ کرے! تشدُد سے کسی کو اپنا عقیدہ یا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے! اگر کوئی بلا جَبر واِکراہ دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہے، تو کوئی اسے اسلام قبول کرنے سے جبراً نہ روکے! آپ ﷺ نے اپنے

ماننے والوں کو بے دریغ قتل وغارتگری، اور بے فائدہ لشکرکشی سے منع فرمایا! بحالتِ جنگ بھی شرفِ انسانیت کا خیال رکھنے کا حکم دیا! کسی مقتول کا مُثلہ کرنے، یعنی ناک وہونٹ کاٹنے، آنکھیں نکالنے، پیٹ چیرنے سے سخت ممانعت فرمائی! دَورانِ جنگ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، معذروں، ان کے پُر امن (مقابلے میں نہ آنے والے) مذہبی رہنماؤں پر تلوار اٹھانے سے منع فرمایا، کھیتیاں درخت وغیرہ، اور دشمن کے دینی مراکز پر حملہ کرنے کی بھی اجازت نہیں دی! بلکہ مجاہدینِ اسلام کو جنگ سے متعلق قرآنِ پاک میں واضح ہدایات دیں، ارشاد فرمایا: ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾[1] "اللہ تعالی کی راہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں! اور حد سے نہ بڑھو! اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں رکھتا!"۔

انسانی حقوق کے نام نہاد علمبردار، اور ترقی یافتہ وشائستہ کہلوانے والے، آج بھی اپنے دشمن کے ساتھ ایسا رحیمانہ وکریمانہ سُلوک کرنے کے روادار نہیں! یہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ ہی کی شان ہے کہ آپ نے جنگ جیسی الم ناک چیز کو بھی رحم وکرم کا آئینہ دار بنادیا!!۔

شرعی جہاد کا مقصد وہدف

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اسلام میں جہاد کا مقصد ہرگز یہ نہیں، کہ بلاوجہ غیر مسلموں کو قتل کیا جائے! بلکہ اس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی، رُوئے زمین پر دینِ اسلام کا نفاذ، اور لوگوں کو شرک کے دَلدَل سے نکال کر اللہ وحدَہ لاشریک کی عبادت کی طرف لے جانا ہے، اللہ عزّوجلّ کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی

(۱) پ۲، البقرة: ۱۹۰.

﴿لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ﴾[1] "تم اُن سے اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کوئی فتنہ باقی نہ رہ جائے! اور سارے کا سارا دین اللہ تعالی کا ہی ہو جائے!"۔

جانِ برادر! اس آیتِ مبارکہ میں جہاد کا مقصد واضح طور پر یہ بیان فرمایا گیا ہے، کہ اللہ کی راہ میں لڑنے کا مقصد غیر مسلموں کا خون بہانا، یا ان کا مال حاصل کرنا نہیں، بلکہ اس کا عظیم مقصد تمام باطل اَدیان پر اللہ وحدَہ لا شریک کے سچے دین کا غلبہ ہے، اور جب تک یہ مقصد حاصل نہیں ہو جاتا، اُس وقت تک طاغوتی و باطل قوّتوں کے خلاف مذہبی، سیاسی، سفارتی اور عسکری، الغرض ہر مَحاذ پر مختلف صورتوں میں جہاد جاری رہے گا!!۔

عزیزانِ مَن! قرآنِ پاک میں بہت سے مقامات پر جہاد بمعنی جنگ استعمال ہوا ہے، لیکن اسلام میں لفظ جہاد کا اِطلاق تحفُظِ دین کی دیگر مَساعی پر بھی جا بجا کیا گیا ہے، جیسا کہ منافقین سے جہاد کی بیشتر صورتیں بنا تلوار کے ہیں۔ اسی طرح ہجرت سے قبل مکّی سورتوں میں بھی جہاد کا ذکر ملتا ہے، جو قطعًا جنگ کے معنی میں نہیں، لہذا جہاد کے مقصد کی تعبیر وتشریح، دینِ اسلام میں جہاد کی ضرورت کی حد تک تو درست ہے؛ کہ اسلامی جہاد کا اصل مقصد و ہَدف ظالم وجابر کو ظلم وجبر سے روکنا، اور مظلوم کو اُس کا حق دلا کر، مُعاشرے میں امن وامان قائم کرنا ہے!۔

لیکن اس سے اگر کوئی یہ نتیجہ اَخذ کرے کہ "اسلام فقط ایک عسکری دِین ہے" تو یہ تعبیر یقینًا غلط وباطل ہے؛ کیونکہ اسلام امن وسلامتی کا علمبردار اور مُعاشرے کی سلامتی کا ضامن دِین ہے، اسی لیے بلا ضرورتِ شرعیّہ اسلام کسی قسم کی مہم جُوئی، یا جنگ وجدال کی اجازت نہیں دیتا!!۔

---

(۱) پ۹، الأنفال: ۳۹.

عالمی طاقتوں کا دوہرا معیار

حضراتِ گرامی قدر! آج امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے طرزِ عمل ہی کو دیکھ لیجیے، کہ افغانستان اور دیگر اسلامی ممالک میں نفاذِ اسلام کی بات کرنے والوں کے خلاف نیٹو (NATO) کے ذریعے جو وَحشیانہ کاروائی جاری ہے، اس کے جواز میں ماسوائے اس کے کوئی دلیل نہیں دی جاسکتی، کہ ان مبیّنہ انتہاء پسندوں سے عالمی تہذیب وثَقافت، اور بینَ الاقوامی نظام کو خطرہ ہے، اس لیے ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ مذہب کے نام پر لڑنے کو دہشتگردی کہنے والے، خود مذہبِ اسلام اور اس کے ماننے والوں کے خلاف صف آرا ہیں!!۔

جنابِ والا! اگر نسلی برتری، طبقاتی بالادستی اور تہذیب وثقافت کے تحُفظ کے لیے ہتھیار اٹھانا، اور اسے اندھادُھند استعمال کرکے لاکھوں انسانوں کو مَوت کے گھاٹ اُتار دینا دہشتگردی نہیں ہے، تو آسمانی تعلیمات کے فَروغ اور وحیٔ الٰہی کی بالادستی کے لیے ہتھیار اٹھانے کو کونسے قاعدہ وقانون کے تحت دہشتگردی قرار دیا جارہا ہے؟!

یورپ میں "جہاد" کی غلط تشریح

حضراتِ گرامی قدر! انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دنیا بھر میں اسلام اور جہاد کے نام پر ہونے والی، انتہاء پسندی اور دہشتگردی کے سبب، آج یورپ میں تصوُرِ جہاد کو قصداً غلط انداز میں سمجھا اور پیش کیا جا رہا ہے! فی زمانہ جہاد کے نظریے کو، نظریۂ امن اور نظریۂ عدم تشدُد کے متضاد سمجھا جاتا ہے، جوکہ حقیقت کے بالکل برعکس ہے!!۔

جہاد کے نام پر ہونے والی دہشتگردی

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! جس طرح اسلامی فلسفۂ جہاد کا مقصد مالِ غنیمت، کشوَرکشائی اور ہوَسِ ملک گیری نہیں، بالکل اسی طرح جہاد کے نام پر ہونے والی دہشتگردی کا بھی جہاد سے کوئی تعلق نہیں ہے!!

افسوس! یورپی میڈیا (European media) لفظِ جہاد کو صرف قتل وغارتگری اور دہشتگردی کے مترادِف کے طَور پر استعمال کرتا ہے، حالانکہ اَساسی وبنیادی طَور پر جہاد ایک ایسی پُراَمن، تعمیری، اَخلاقی اور رُوحانی جدوجہد ہے، جو حق وصداقت اور انسانیت کی فلاح وبہبود کے لیے عمل میں لائی جاتی ہے!! لہٰذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کے تصوُرِ جہاد کو حقیقی وصحیح معنی کے مطابق پیش کیا جائے؛ تاکہ جہاد کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کا سدِّباب کیا جاسکے!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں بھی جہاد کی سعادت سے بہرہ مند فرما، جہادِ اصغر کے ساتھ ساتھ جہادِ اکبر کی بھی توفیق عطا فرما، ہمیں بھی ہمارے اکابر جیسا جذبہ مرحمت فرما، دینِ اسلام کے لیے اپنی جان، مال، عزّت، آبرُو سمیت سب کچھ قربان کرنے کا جذبہ اور توفیق عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

یزیدی لشکر کا ظلم وستم (واقعۂ حَرّہ)

(جمعۃ المبارک ۱۳ محرّم الحرام ۱۴۴۱ھ - ۲۰۱۹/۰۹/۱۳ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

واقعہ حَرّہ کی وجہِ تسمیہ

برادرانِ اسلام! کربلا میں حضرت سیّدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد، مدینہ منوّرہ میں بغاوت کی ایک ایسی آندھی اٹھی، جس سے یہ محسوس ہونے لگا کہ بنی اُمیّہ کے خلاف پوراعالمِ اسلام اُٹھ کھڑا ہوگا، اور حکومت تبدیل ہوجائے گی، ایسے میں اہلِ مدینہ کو خاموش کرانے کے لیے، یزید نے مسلم بن عقبہ کی سپہ سالاری میں ایک ایسا لشکر بھیجا، جس نے مدینہ منوّرہ میں گھس کر اتنے ظلم ڈھائے، اور مسلمانوں کا اس قدر بے دردی سے قتلِ عام کیا، جسے کماحقُّہ بیان کرنے سے زبان وقلم قاصر ہیں۔ یہ واقعہ ۶۳ ہجری میں پیش آیا، اور تاریخ کے سیاہ اَوراق میں "واقعۂ حَرّہ" کہلاتا ہے۔

میرے محترم بھائیو! "حَرّہ" پتھریلی زمین کو کہتے ہیں، چونکہ مدینہ منوّرہ کا ایک حصّہ پتھریلا اور آتش فشانی پتھروں سے ڈھکا ہوا ہے، جسے "حَرّہ" کہتے ہیں۔

"حرہ واقِم" کے راستے یزیدی اَفواج نے مدینہ طیّبہ پر چڑھائی کی، جس کے سبب یہ سانحہ "واقعہ حَرّہ" کہلاتا ہے[۱]۔

واقعۂ حَرہ کا پس منظر

عزیزانِ گرامی قدر! اس عظیم سانحے کا پَس منظر یہ ہے کہ سانحۂ کربلا کے بعد حجازِ مقدّس میں یزید کے خلاف نفرت، اور غم وغصہ اپنے عُروج پر پہنچ چکا تھا، اہلِ مدینہ نے یزید کی فرمانبرداری چھوڑ کر اِس کے خلاف کاروائیاں شروع کردی تھیں، اور باہم صلاح مشورے کے بعد قریش پر عبداللہ بن مُطیع، اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ کو امیر مقرّر کردیا۔ یزید کو اہلِ مدینہ کے اس عمل سے خوب طیش آیا، اس نے فَوری طَور پر مدینہ منوّرہ کے ایک نمائندہ وفد کو اپنے پاس دار الحکومت دِمشق (Damascus) بلوایا، بات چیت کے ذریعے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی، شرکائے وفد کے ساتھ حُسنِ سُلوک سے پیش آیا، اور انہیں خوب انعام واِکرام سے نواز کر رخصت کیا، لیکن سانحۂ کربلا کے سبب لوگوں میں جو نفرت پیدا ہو چکی تھی وہ جُوں کی تُوں برقرار رہی، نتیجۃً اہلِ مدینہ اُمویوں کے مقابلے میں کھلم کھلا مخالفت پر آ گئے، اور انہیں مدینہ منوّرہ سے نکال باہر کرنے کے منصوبے بنانے لگے، بنواُمیّہ مَروان بن حکم کے گھر جمع ہو گئے، اہلِ مدینہ نے مروان کے گھر کا مُحاصرہ کرلیا، بنواُمیّہ نے اپنی بھوک، پیاس اور مُحاصرے کا حال یزید کو لکھ بھیجا، جب اِن واقعات کا علم یزید کو ہوا تو اُس نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منوّرہ پر فَوج کَشی کا حکم دے دیا۔ مُسلم بن عقبہ یزید کے حکم پر دَس ۱۰ ہزار سوار اور پندرہ ۱۵ ہزار پیادہ لشکر لے کر مدینہ منوّرہ کی جانب

---

(۱) "معجم البُلدان" حرف الحاء، لفظ: حرّة واقِم، الجزء ۳، صـ ۱۴۱.

روانہ ہوا، لشکر کی روانگی کے وقت یزید نے بذاتِ خود چند اَحکام کی پابندی کا حکم دیا، جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) تین ۳ دن تک اہلِ مدینہ کو مہلت دینا؛ تاکہ اِس عرصہ میں وہ کوئی فیصلہ کرسکیں۔

(۲) تین ۳دن کے بعد اگر وہ اِطاعت نہ کریں تو اُن سے جنگ کرنا۔

(۳) جنگ میں کامیابی کی صورت میں تین ۳روز تک اُن کا قتلِ عام جاری رکھنا، اور ان کے مال واَسباب لُوٹنا۔

(۴) امام زَین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی نقصان نہ پہنچانا؛ کیونکہ وہ اس بغاوت میں شریک نہیں ہیں۔

اہلِ مدینہ کا قتلِ عام

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! اِن اَحکام پر عمل کا وعدہ کرکے مسلم بن عقبہ اپنے لشکر کے ہمراہ مدینہ منوّرہ کی جانب روانہ ہوا، مدینہ منوّرہ کے قریب پہنچ کر ابنِ عقبہ نے اہلِ مدینہ کو یزید کا اِطاعت گزار بننے کی دعوت دی، اور ساتھ ہی تین ۳ دن کی میعاد بھی مقرّر کردی، لیکن اِس عرصہ میں اہلِ مدینہ خاموش رہے، تین ۳ دن کے بعد ابنِ عقبہ نے اہلِ مدینہ کو جنگ یا صلح میں سے ایک راستہ اختیار کرنے کا حکم دیا، اہلِ مدینہ یزید کی اِطاعت کرنے پر ہرگز تیار نہیں تھے، لہذا انہوں نے جنگ کو ترجیح دی، گھمسان کا رَن پڑا، اہلِ مدینہ نے ڈٹ کر مقابلہ کیا، اہلِ مدینہ کی تعداد یزیدی فَوج کے مقابلے میں بہت کم تھی، اس کے باوُجود انہوں نے دادِ مردانگی لی، مگر بالآخر شکست کھائی، مدینہ منوّرہ کے چیدہ چیدہ بہادر، نیز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس ہنگامۂ آفت میں

شہید ہوئے، یزیدی فوج شہرِ مدینہ میں گھس گئی، وہاں مزارات کو مسمار کیا، ہزاروں خواتین اور کنواری لڑکیوں سے بدکاری کی گئی، شہر بھر کو لُوٹا گیا، تین ۳دن تک قتلِ عام کیا، دَس ۱۰ہزار سے زائد باشندگانِ مدینہ کو یزیدی فوج نے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا، زمین پر گرے ہوئے خون کی اتنی فراوانی تھی کہ قدم تک رکھنے کو جگہ نہیں تھی[۱]۔

علّامہ سمہودی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فرماتے ہیں کہ "علّامہ قُرطبی نے بیان کیا، کہ مدینہ منوّرہ کے قتلِ عام میں ایک ہزار سات ۷ سو مہاجرین، انصار اور تابعین شہید کیے گئے، خواتین اور بچوں کے علاوہ دَس ۱۰ہزار عام اَفراد کو شہید کیا گیا، قرآن مجید کے سات ۷ سو قاری اور ستانوے ۹۷ قریش شہید کیے گئے، ان دنوں میں رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسجد میں گھوڑے باندھے گئے، جو قبرِ انور اور منبر شریف کے درمیان (ریاض الجنّۃ میں) پیشاب اور لید کرتے رہے[۲]۔

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا سعید بن مسیّب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بیان کرتے ہیں، کہ حَرّہ کے دنوں میں جب بھی نماز کا وقت آتا، قبر شریف سے اذان کی آواز آتی، پھر اقامت کہی جاتی، میں آگے بڑھ کر نماز پڑھتا، اور اس وقت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مسجد میں میرے سوا کوئی نہیں تھا[۳]۔

مؤرّخین لکھتے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے اس قدر بے گناہوں کا خون بہایا کہ اسے "مُسرِف" کہا جانے لگا[۴]۔

---

(۱) "البداية والنهاية" ثمّ دخلتْ سَنَة ثلاثٍ وَسِتّين، ٨/ ٢٣٧-٢٤٥، ملتقطاً.

(٢) "وفاء الوفاء" الباب ٢، الفصل ١٥ ...إلخ، وقعة الحرّة، ١/ ١٠٢.

(٣) المرجع نفسه، صـ١٠٨.

(٤) المرجع السابق، صـ١٠٦.

"معجم البلدان" میں ہے کہ مسلم بن عقبہ نے خواتین کو اپنے فوجیوں کے لیے مُباح (جائز) کر دیا تھا، جس کے سبب ہزاروں خواتین کو جبری زِنا (Forced Adultery) کانشانہ بنایا گیا، اور ان سے بِن باپ کے آٹھ ۸ سو بچے پیدا ہوئے[1]۔

اہلِ مدینہ کو خوف زدہ کرنے سے متعلق وعیدیں

عزیزانِ مَن! یزیدی لشکر نے اہلِ مدینہ کو اَذیتیں دینے اور تکالیف پہنچانے میں ہر شرعی حُدود کو پامال کیا، باوُجودیکہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے اہلِ مدینہ کو اِیذاء پہنچانے پر سخت بددعا فرمائی ہے، حضرت سیّدنا عُبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے دعا کی: «اللَّهُمَّ مَنْ ظَلَمَ أَهْلَ الْمَدِينَةِ وَأَخَافَهُمْ فَأَخِفْهُ، وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ الله وَالمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَلَا عَدْلٌ»[2] "اے اللہ! جو اہلِ مدینہ پر ظلم کرے، اور انہیں خَوف زدہ کرے، تُو اسے خوف زدہ کر! اور اُس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے! اُس کا نہ فرض قبول ہوگا اور نہ نفل!"۔

اسی طرح حضرت سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «مَنْ أَرَادَ أَهْلَ المَدِينَةِ بِسُوءٍ، أَذَابَهُ اللهُ كَمَا يَذُوبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ»[3] "جو اہلِ مدینہ کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے گا، اللہ عزّوجلّ اُسے ایسے گھلا دے گا جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے"۔

---

(۱) "معجم البُلدان" حرف الحاء، لفظ: حرّة واقِم، ۲/ ۱٤۱.

(۲) "المعجم الأوسط" باب الراء، من اسمه روح، ر: ۳۵۸۹، ۲/ ۳۷۹.

(۳) "صحيح مسلم" باب تحريم إرادة أهل المدينة بسوءٍ، ر: ۳۳٦۱، صـ۵۸۰.

امام سُیوطی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ خواجہ حَسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ اِس واقعے کو یاد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ میں کسی کو بھی نَجات نہیں ملی، زیادہ تر صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر مسلمان مارے گئے، مدینہ منوّرہ کو لُوٹا گیا، اور ایک ہزار کنواری لڑکیوں کے ساتھ بدکاری کی گئی، إنّا لله وإنّا إليه راجعون!"[١].

یزید کے کارہائے سیاہ

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! تاریخِ اسلام میں یزید وہ پہلا شخص ہے جس نے اپنے اِقتدار کو دَوام بخشنے کے لیے نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امامِ حسین اور اہلِ بیت اَطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کربلا کی تپتی ریت پر بھوکا پیاسا شہید کروایا، شہادت کے بعد اُن حضرات کے اَجساد کی ہونے والی توہین پر خاموش رہا، صرف اِسی پر بس نہ کی، بلکہ سانحۂ کربلا کے رَدِّعمل میں اپنے خلاف مدینہ منوّرہ سے اُٹھنے والی تحریک کو کچلنے کے لیے شریعتِ مطہّرہ کی حُدود کو پامال کیا، اس کے لشکروں نے آلِ بیتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور مدینہ شریف کی بے حرمتی کی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مسجد میں گھوڑے داخل کیے، "ریاض الجنّہ" کو گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے ناپاک کیا، اپنے ہی کلمہ گو ہزاروں مسلمان بھائیوں کا قتلِ عام کروایا، اپنے سپاہیوں کے ذریعے ہزارہا باپردہ مسلمان خواتین کی عصمت دری کروائی، ہزاروں انصار ومہاجرین، تابعین علماء اور حفّاظِ کرام شہید کروائے۔

بحیثیت حکمران یزید کی شخصیت اور کردار

بطورِ حکمران اگر یزید کی شخصیت اور کردار کا جائزہ لیا جائے، تو وہ ظالم وجابر اور فاسق وفاجر ہونے کے ساتھ ساتھ، حکمرانی کے لیے انتہائی ناموزُوں اور نااہل

---

(١) "تاريخ الخلفاء" عهد بن أمية، يزيد بن معاوية أبو خالد الأموي، صـ١٥٨.

شخص تھا۔ یزید کے شخصی کردار سے متعلق حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، کہ یزید مزامیر سنتا، شراب پیتا تھا، گانے سنتا، لڑکوں اور کتوں کا شَوقین تھا، بندر، ریچھ وغیرہ لڑاتا، اور دیگر منکَرات کا مرتکب تھا(۱)۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! پہلے پہل ناصبیت کی بڑی علامت یہ ہوا کرتی تھی، کہ امیر المؤمنین سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالی عنہ یا اہلِ بیتِ اَطہار پر لعن طعن کرتے تھے، لیکن ہمارے زمانے میں پائے جانے والے ناصبیوں کی پہچان یہ ہے، کہ یہ لوگ یزید کا ناجائز دِفاع کرتے ہیں، امامِ حسین اور اہلِ بیت رضی اللہ تعالی عنہم کو غلط بتاتے، اور واقعہ حَرّہ میں اَصحابِ رسول کو باغی قرار دیتے ہیں۔ یاد رکھیے! ایسے لوگ یزید ناصبی جیسے خیالات ونظریات کے حامل ہیں، ایسوں سے کوسوں دُور رہیے اور اپنے ایمان کو بچانے کی تدبیر کیجیے۔

دعا

اے اللہ! ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، ہمیں ایمان کے لٹیروں سے محفوظ فرما، شہدائے کربلا اور شہدائے مدینہ کے درَجات بلند فرما، اُن کے صدقے ہماری مغفرت فرما، اور اُن کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی خاطر اپنا تَن مَن دھن سب کچھ قربان کرنے کا سچا جذبہ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) انظر: "البداية والنهاية" ثمّ دخلتْ سَنةُ ثنتين وسِتّين، ۸/ ۲۳٦، ملخّصاً.

ظلم اور اس کا انجام

(جمعۃ المبارک ۲۰ محرّم الحرام ۱۴۴۱ھ - ۲۰/۰۹/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُر نور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

ظلم کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! انسان کے ظلم سے مراد، کسی چیز کو اس کی جگہ سے ہٹا کر رکھنا، حد سے تجاوُز کرنا، ناحق قتل کرنا، گالی دینا، بُرا بھلا کہنا، کسی کو تکلیف دینا یا کسی کا حق ادا نہ کرنا ہے۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ظلم کے تین ۳ معنی ہیں: (۱) کسی کا حق مارنا، (۲) کسی کو غیر محل میں خرچ کرنا، (۳) اور کسی کو بغیر قصور کے سزا دینا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہم کسی پر ذرّہ بھر ظلم نہیں کرتے۔ یہاں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دینا ہے"[۱]۔

حضراتِ گرامی قدر! ظلم کی چاہے کوئی بھی قسم اور صورت ہو، بہرحال وہ حرام وممنوع اور اللہ عزّوجلّ کے غضب کو للکارنے کے مترادِف ہے، ہمیں چاہیے کہ

(۱) "مرآۃ المناجیح" کتاب الآداب، ظلم کا بیان، پہلی فصل، ۶/۵۲۱۔

ظلم کی ہر صورت سے بچیں، اور اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی بچائیں۔ رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: «انْصُرْ أَخَاكَ ظَالِماً أَوْ مَظْلُوماً» "اپنے بھائی کی مدد کرو، چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم!" صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- نے عرض کی: یا رسولَ اللہ! ہم مظلوم کی تو مدد کر سکتے ہیں، لیکن ظالم کی مدد کس طرح ہوگی؟ ارشاد فرمایا: «تَأْخُذُ فَوْقَ يَدَيْهِ»(۱) "اس کا ہاتھ پکڑ لو، یعنی اسے ظلم سے روک لو!"۔

ظلم کی مُمانعت

حضراتِ ذی وقار! اللہ تعالی خالقِ کائنات ہے، اس ارض وسماء کا وہ تنہا مالک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، وہ جو چاہے کرے، کوئی اسے روکنے ٹوکنے والا نہیں، لیکن اس کے باوُجود وہ اپنی ذاتِ والا سے ظلم کی نفی فرماتا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا﴾(۲) "یقیناً اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں فرماتا"۔

لیکن ظلم وزیادتی کرنے والوں کو اُن کے انجام سے باخبر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾(۳) "جو ظلم وزیادتی سے ایسا کرے گا، تو عنقریب ہم اُسے آگ میں داخل کریں گے، اور یہ اللہ کے لیے آسان ہے"۔

اسی طرح ایک حدیثِ قدسی میں ہے کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا، کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: «يَا عِبَادِي! إِنِّي حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلَى نَفْسِي، وَجَعَلْتُهُ بَيْنَكُمْ مُحَرَّماً، فَلَا تَظَالَمُوا»(٤) "اے میرے بندو! میں نے

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب المظالم، باب أعن أخاك ...إلخ، ر: ٢٤٤٤، صـ٣٩٤.
(٢) پ١١، يونس: ٤٤.
(٣) پ٥، النساء: ٣٠.
(٤) "صحيح مسلم" باب تحريم الظلم، ر: ٦٥٧٢، صـ١١٢٨.

ظلم کو اپنے اُوپر حرام کیا، اور تم پر بھی حرام کیا، لہٰذا تم ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو!"۔

علّامہ ماذری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی ظلم سے پاک ہے؛ کیونکہ مقرّرہ حُدود سے تجاوُز کرنے کو ظلم کہتے ہیں، اور اللہ تعالی کے اوپر کوئی نہیں جو اُس کے لیے حُدود مقرّر کر سکے"[1]۔

ظلم کا انجام

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ، لَأَكَبَّهُمُ اللهُ فِي النَّارِ!»[2] "اگر تمام آسمان وزمین والے ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوجائیں، تو اللہ عزوجل ان سب کو منہ کے بل جہنم میں ڈالے گا!"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ایک اَور روایت میں ہے، کہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا: «أَتَدْرُونَ مَا الْمُفلِسُ؟» "کیا تم جانتے ہو کہ مفلِس کون ہے؟" صحابۂ کرام -علیہم الرضوان- نے عرض کی کہ جس کے پاس دراہم وسامان نہ ہو وہ مفلِس ہے، ارشاد فرمایا: «إِنَّ الْمُفلِسَ مِنْ أُمَّتِي يَأْتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِصَلَاةٍ، وَصِيَامٍ، وَزَكَاةٍ، وَيَأْتِي قَدْ شَتَمَ هَذَا، وَقَذَفَ هَذَا، وَأَكَلَ مَالَ هَذَا، وَسَفَكَ دَمَ هَذَا، وَضَرَبَ هَذَا، فَيُعْطَى هَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، وَهَذَا مِنْ حَسَنَاتِهِ، فَإِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهُ قَبْلَ أَنْ يُقْضَى مَا عَلَيْهِ، أُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ، فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ»[3]

---

(١) "المعلم بفوائد مسلم" كتاب البرّ والصِلة، تحت ر: ١١٨٣، ٣/ ٢٩٠.

(٢) "سنن الترمذي" باب الحكم في الدماء، ر: ١٣٩٨، صـ٣٣٩.

(٣) "صحيح مسلم" باب تحريم الظلم، ر: ٦٥٧٩، صـ١١٢٩، ١١٣٠.

"میری امّت میں مفلِس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز، روزے اور زکات لے کر آئے گا، اور یُوں آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا، کسی کو مارا ہوگا، لہذا اس کی نیکیوں میں سے کچھ کسی ایک مظلوم کو دے دی جائیں گی، کچھ دوسرے مظلوم کو۔ پھر اس کے ذمّہ جو حقوق تھے، اگر اُن کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں، تو اُن مظلوموں کی خطائیں لے کر اس ظالم پر ڈال دی جائیں گی، پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا"۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو دنیا میں کسی کے تقریبًا تین ۳ پیسے دَین (قرض) دبا لے گا، بروزِ قیامت اس کے بدلے سات سو ۷۰۰ باجماعت نمازیں دینی پڑ جائیں گی"[1]۔

اللہ جلّ جلالہ کی شدید پکڑ

عزیزانِ محترم! دنیا میں جب بھی ظلم و ستم، اور جبر و اِستبداد کا روِیہ اختیار کیا گیا، اور جب بھی طاقت کے نشے میں اس حقیقت کو فراموش کیا گیا، کہ اللہ رب العالمین اس کائنات کا خالق و مالک ہے، جو ظلم و ستم اور زیادتی کرنے والوں کو کسی طَور پر پسند نہیں فرماتا، وہ جب چاہے ظالموں کو آنِ واحد میں اپنے غضب سے نشانۂ عبرت بنا سکتا ہے، اقوامِ عالَم کی تاریخ گواہ ہے کہ جب جب ایسا ہوا، بڑے دردناک اور بھیانک نتائج دیکھنے کو ملے، قومِ نُوح، قومِ ابراہیم، اصحابِ مدیَن اور عاد و ثمود کی سرکشی، اور ان کے عبرتناک انجام کو خود اللہ رب العالمین نے قرآنِ پاک میں بیان فرمایا: ﴿اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب المُداینات، تقریبًا تین ۳ ...الخ، ۲۸۱/۱۷، بحوالہ "درِّ مختار" وغیرہ۔

اِبْرٰهِیْمَ وَ اَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ﴾[1] "کیا انہیں اپنوں سے اگلوں کی خبر نہ آئی ؟ نُوح کی قوم اور عاد اور ثمود، اور ابراہیم کی قوم، اور مدیَن والے، اور وہ بستیاں جو اُلٹ دی گئیں ! ان کے رسول رَوشن دلیلیں ان کے پاس لائے تھے، تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا، بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظالم تھے"۔

حضرت سیّدنا ابو موسیٰ اَشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، مصطفی جانِ رحمت صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: «إِنَّ اللهَ لَيُمْلِي لِلظَّالِمِ حَتَّى إِذَا أَخَذَهُ لَمْ يُفْلِتْه» "اللہ تعالی ظالم کو ڈھیل دیے رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ پکڑتا ہے تو بچ کر نکل نہیں پاتا"۔ اس کے بعد آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ آیت مبارکہ[2] تلاوت فرمائی: ﴿وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ﴾[3] "ایسے ہی تیرے پروَردگار کی گرفت ہے، جب وہ ظالم بستی والوں کو گرفت میں لیتا ہے، یقیناً اس کی گرفت سخت دردناک ہے"۔

جانِ برادر! اس کے باوُجود بھی سرکش انسان اگر اللہ تعالی کے قانون کو نہ سمجھے، اور اپنے سے پہلی قَوموں کے بھیانک انجام سے عبرت حاصل نہ کرے، تو بہت جلد خود وہ شخص دوسروں کے لیے نشانِ عبرت بنادیا جاتا ہے، اور ظالموں کا بالآخر یہی انجام ہوتا ہے!۔

ظالم کی حمایت کرنے والوں کی سزا

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! ظالموں کی مدد وحمایت کرنے والے بھی اس گناہ

---

(١) پ١٠، التوبة: ٧٠.

(٢) پ١٢، هود: ١٠٢.

(٣) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، ر: ٤٦٨٦، صـ٨٠٧.

میں شریک ہیں، ایسوں کو تنبیہ کرتے ہوئے اللہ رب العزّت نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾[1] "ظالموں کی طرف نہ جھکو؛ کہ تمہیں آگ چُھوئے گی، اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر مدد نہ پاؤ گے!"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں کہ "ظلم پر مدد (اور حمایت) کرنے کی کئی صورتیں ہیں: (ا) ظالموں کو ظلم کی رغبت دینا، (۲) ان کے ظلم پر مبنی قانون کو رائج کرنا، (۳) ان کے ظلم میں ان کا ہاتھ بٹانا، (۴) ان کے ظلم کی حمایت کرنا، یہ کہنا کہ یہ اَحکام حق ہیں۔ غرض کہ اس میں بہت وسعت ہے"[2]۔

غیر مسلموں پر ظلم کی ممانعت

حضرات گرامی قدر! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، یہ ایک عالمگیر، آفاقی اور تاقیامت رہنے والا دِین ہے، لہٰذا اس میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق چھوٹے بڑے اُمور کو بالتفصیل بیان کیا گیا، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے ساتھ ساتھ، مسلم ممالک میں رہنے والی اَقلیتوں (Minorities) کے حقوق کا بھی خاص خیال رکھا ہے، اور انہیں بھی ان کے حقوق اور تحفُّظ کی ضمانت دی ہے۔ دینِ اسلام میں جس طرح کسی عام مسلمان شہری کے ساتھ بلاضرورتِ شرعیہ، ظلم وزیادتی ناجائز وحرام ہے، اسی طرح کسی غیر مسلم ذِمّی پر بھی ظلم وستم حرام ہے۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «أَلَا مَنْ ظَلَمَ مُعَاهِداً، أَوِ انْتَقَصَهُ، أَوْ كَلَّفَهُ فَوْقَ طَاقَتِهِ، أَوْ أَخَذَ مِنْهُ شَيْئاً بِغَيْرِ طِيبِ نَفْسٍ، فَأَنَا حَجِيجُهُ

---

(۱) پ۱۲، هود: ۱۱۳.

(۲) "مرآۃ المناجیح" حاکم اور قاضی بننے کا بیان، دوسری فصل، ۵/۴۱۷۔

يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1] "خبردار! جو کسی ذِمّی (یعنی وہ غیر مسلم جو مسلمانوں کے ملک میں ماتحت ہوکر رہتا ہو) پر ظلم وزیادتی کرے گا، یا اس کے حق میں کمی کرے گا، یا اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لے گا، یا اس کی کوئی چیز اس کی مرضی کے بغیر لے گا، اُس ذِمّی کی طرف سے اُس (ظلم وزیادتی کرنے والے) شخص کے ساتھ خُصومت (جھگڑا) کرنے والا میں خود ہوں گا!"۔

مسلمانوں پر ہونے والا ظلم وستم اور اَقوامِ عالم کی مجرِمانہ خاموشی

عزیزانِ مَن! آج ہمارے مسلمان بھائی پوری دنیا میں ظلم کی چکی میں پس رہے ہیں، اس کے باوُجود ہم مسلمان اپنے ملک میں رہنے والی کسی بھی اَقلیت کو ناحق مُوردِ اِلزام ٹھہرا کر، اپنے ظلم وستم کا نشانہ نہیں بناتے، جبکہ یہود، نصاریٰ اور ہُنود کے ہاں مُعاملہ اس کے برعکس ہے، وہاں مسلمانوں کے ساتھ جس طرح نارَوا سُلوک کیا جاتا ہے، انہیں بے گناہ قتل کیا جاتا ہے، ان کی عصمت مآب خواتین کی آبرُو ریزی کی جاتی ہے، ان کے گھربار اور کاروبار کو نذرِ آتش کیا جاتا ہے، اس سے ساری دنیا واقف ہے! اس کے باوُجود سب خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، کوئی اس کے خلاف آواز بلند نہیں کرتا، کوئی اس کا سوشل بائیکاٹ (Social Boycott) نہیں کرتا، آخر کیوں؟؛ اس لیے کہ سارے کے سارے کفّار مسلمانوں کے خلاف ملّتِ واحدہ ہیں!! حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چودہ ۱۴ سو سال قبل ہی مسلمانوں پر یہ واضح کر دیا تھا کہ «الْكُفْرُ كُلُّهُمْ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ»[2] "تمام کفّار ایک قوم وملّت ہیں" لہٰذا آج ان سے کسی خیر کی توقُّع رکھنا فُضول ہے!!۔

(١) "سنن أبي داود" كتاب الخراج، ر: ٣٠٥٢، صـ٤٤٧.
(٢) "الآثار" لأبي يوسف، في الفرائض، ر: ٧٨١، صـ١٧١.

میرے محترم بھائیو! جو بھی کرنا ہے تمہیں خود ہی کرنا ہے، اَغیار کی طرف دیکھنا چھوڑ دو! بلکہ اپنے اندر ظلم وجبر کے خلاف ڈَٹ جانے کی ہمت پیدا کرو! ظلم وبربریت کے خلاف قانونی آواز بلند کرو!۔

رفیقانِ ملّت اِسلامیہ! بعض لوگ صرف ظلم دیکھتے اور سہتے ہیں، مگر اس کے خلاف آواز بلند نہیں کرتے، یہ بات ہرگز کسی مسلمان کی شان کے لائق نہیں، غلبۂ حق کے لیے ظلم کے خلاف سیّدنا امام حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کی جد وجہد اور کردار، ہمارے سامنے ہے، انہوں نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے، قیامت تک کے لیے ظالم کے خلاف آواز بلند کرنے اور ڈَٹ جانے کا درس دیا، لہٰذا جو مظلوم کا ساتھی ہے گویا وہ امام حسین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ساتھی ہے، اور جو ظالم کا طرفدار ہے، گویا وہ یزید کا پیرو کار ہے!۔

قومِ مسلم کے خلاف کفّار کا وَحشیانہ طرزِ عمل

حضراتِ محترم! ہر دَور میں اپنے مذہبی اور عالمی قوانین کو رَوند کر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے والوں کی بھی کبھی کمی نہیں رہی۔ چند شرپسند عناصر اپنے مذموم مقاصد کے حُصول کے لیے، جائز وناجائز کی تمیز کیے بغیر، ہر حد کو پامال کرتے نظر آتے ہیں! کشمیر (Kashmir)، برما (Burma)، شام (Syria) اور فلسطین (Palestine) کی مثال آپ کے سامنے ہے، وہ کونسا ظلم وستم ہے جو وہاں بسنے والے مظلوم مسلمانوں پر نہیں ڈھایا جارہا؟! مسلمان نوجوانوں کا دن دَہاڑے قتلِ عام کیا جارہا ہے، بچوں کو یتیم کیا جارہا ہے، ان کی نسل کُشی کی جارہی ہے، خواتین کی عصمت دری کی جارہی ہے، انہیں وطن بدر کیا جارہا ہے، ان کی اکثریت کو اَقلیت میں بدلنے کی مذموم کوشش کی جارہا ہے، وہاں کرفیو (Curfew) لگا کر کھانے پینے کی اشیاء تک رَسائی بھی مشکل بنادی گئی ہے، تمام ذرائعِ

اِبلاغ کی بندش کے ذریعے دنیا کو وہاں کے حالات سے بے خبر رکھا جا رہا ہے، لیکن اس کے باوُجود اَقوامِ متّحدہ (United Nations)، او آئی سی (OIC) اور انسانی حقوق کے تمام عالمی ادارے خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں، اُن کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہے!!۔

حسینی کردار اور تقاضائے وقت

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! آج مشرق سے مغرب تک اُمّتِ مسلمہ کے خلاف ایک میدانِ کربلا برپا ہے! ضرورت اس امر کی ہے کہ حسینی کردار کے ذریعے ظلم وستم کا خاتمہ کیا جائے، اسلام کا حقیقی عادلانہ نظام رائج کیا جائے؛ تاکہ مُعاشرہ امن کا گہوارہ بنے! ہمارے حکمران اور علماء ومشائخ بھی اپنی اپنی ذمّہ داری کو سمجھیں، اور حالات کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھالیں، اور قومی دھارے میں رہتے ہوئے حکمت اور جرءت کے ساتھ اپنا کردار ادا کریں۔

نواسۂ رسول حضرت سیّدنا امام حسین رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ نے اپنے کردار اور جدوجہد ہی کے ذریعے، رہتی دنیا تک کے لیے یہ پیغام چھوڑا کہ باطل قوتوں سے کبھی سمجھوتہ نہیں کرنا چاہیے، اور ظلم وناانصافی کے خلاف ڈَٹ جانا چاہیے، چاہے اس کے لیے کتنی ہی اور کیسی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں!!۔

یاد رکھیے! ناحق کسی کے ساتھ زیادتی کرنا، اور اس کے جان ومال یا عزّت وآبرُو پر حملہ کرنا ظلم ہے، جو حرام اور انتہائی قابلِ مذمّت فعل ہے، چاہے وہ کسی بھی مذہب (Religion)، خطے (Region) یا سوسائٹی (Society) سے تعلق رکھنے والے پر ہو!۔

عالَمِ اسلام کے مظلوم مسلمان ہی نہیں، بلکہ دنیا بھر میں بسنے والے تمام انسان ہماری مدد کے مستحق ہیں! دنیا میں کہیں بھی کسی پر ظلم ہو رہا ہو، تو ہمیں چاہیے کہ اسے روکنے کی بھرپور کوشش کریں، بامَرمجبوری فزیکلی (Physically) طَور پر اگر ہم اُن کی مدد نہیں کرسکتے، تو کم اَز کم ان پر ہونے والے ظلم وستم کے خلاف صدائے احتجاج توضرور بلند کریں!!۔

دعا

اے اللہ! دنیا بھر میں مسلمانوں پر جہاں جہاں ظلم وستم ہو رہا ہے، تو اُن کی مدد فرما، انہیں کفّار کے مظالم سے نَجات عطا فرما، بالخصوص کشمیر وفلسطین پر ظلم ڈھانے والے یہود و ہُنود کو نیست و نابُود فرما، اور عالَمِ اسلام کو کفّار پر غلبہ عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

عشقِ رسول ﷺ

(جمعۃ المبارک ۱۸ صفر المظفّر ۱۴۴۱ھ- ۱۸/۱۰/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

عشق ومودّت کی تعریف

برادرانِ اسلام! انسان کو بہت سے رشتوں اور اشیاء سے محبت ہوتی ہے، ان میں سے کسی چیز کی محبت میں جب شدّت وجنون پیدا ہوجائے، تو اسے عشق ومودّت کہتے ہیں۔ عشق تمام محبتوں کو جلاکر راکھ کر دیتا ہے، اور دیگر تمام محبتوں پر حاوی ہوجاتا ہے۔

ایمان کی کسوٹی

اللہ رب العزّت نے اپنے ذکر کے ساتھ ساتھ، اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے ذکر کو بھی لازم فرمادیا، دینِ اسلام کو اپنے محبوب ﷺ کے لیے مکمل فرمایا، ان کی اِتّباع ہر مسلمان پر لازم فرمائی، اور اپنے حبیبِ کریم ﷺ سے عشق ومحبت کو ایمان کی کسوٹی بنادیا، لہٰذا ایک مسلمان کے لیے نبئ کریم ﷺ سے محبت نا صرف فرض ہے، بلکہ تمام مال ومتاع اور عزیز ترین خونی رشتوں پر بھی مقدّم ہے۔ حدیث

شریف میں فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»⁽¹⁾ "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اَولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "یہاں پیار سے مراد طبعی محبوب ہے، نہ کہ صرف عقلی؛ کیونکہ اَولاد کو ماں باپ سے طبعی اُلفت ہوتی ہے، یہی محبت حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے زیادہ ہونی چاہیے، اور -بحمدہ تعالی- ہر مؤمن کو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جان ومال اور اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ عام مسلمان بھی مرتَد اَولاد، بے دین ماں باپ کو چھوڑ دیتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عزّت پر جان نچھاوَر کر دیتے ہیں"⁽²⁾۔

حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ کسی نے نبئ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں سوال کیا: یا رسولَ اللہ قیامت کب ہوگی؟ نبئ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: «مَا أَعْدَدْتَ لَهَا» "تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟" اس نے عرض کی کہ میں نے کثرتِ نماز، روزہ اور صدَقات سے تو اس کی تیاری نہیں کی، مگر میں اللہ تعالی اور اس کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، نبئ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: «أَنْتَ مَعَ مَنْ أَحْبَبْتَ!»⁽³⁾ "تم جس سے پیار کرتے ہو اُس کے ساتھ ہوگے!"۔

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، باب حبّ الرسول صلى الله عليه وسلم ...إلخ، ر: ١٥، صـ٦.

(٢) "مرآۃ المناجیح" "کتاب الایمان، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۷، ۱/۲۴۔

(٣) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، باب علامة الحبّ، ر: ٦١٧١، صـ١٠٧٥.

صحابۂ کرام کا عشقِ رسول

عزیزانِ محترم! عشق و محبت کا تقاضا یہ ہے کہ محبوب کی ذات کے ساتھ ساتھ، اس کی تمام صفات اور ہر ہر ادا سے بھی پیار کیا جائے، اس کی خوشی کو اپنی خوشی، اور اُس کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھا جائے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سمیت حضرت سیّدنا بلالِ حبشی، حضرت سیّدنا مصعب بن عمیر، حضرت سیّدنا سلمان فارسی، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر اور حضرت سیّدنا زید بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے بے شمار عاشقانِ رسول اور شمعِ رسالت کے پروانے، اس اُصولِ محبت کا عملی نمونہ ہیں، ان کے عشقِ رسول کا یہ عالَم تھا کہ وہ شب وروز رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر رہتے، اُن کی ہر ادا کو بغور دیکھتے اور پھر ویسا ہی کرنے کی کوشش کرتے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اگر کچھ عرض کرنا مقصود ہوتا تو پہلے فداك أبي وأمّي يا رسولَ الله! کہہ کر اپنی محبت کا اظہار کرتے، دوجہاں کے سردار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رُخِ زیبا پر پریشانی کے آثار دیکھتے تو بے قابو ہو کر آنسو بہانے لگتے۔

حضرت ابو بکر صدّیق کا عشقِ رسول

حضراتِ گرامی قدر! حضرت سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مَردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا، ہمیشہ صدق ووفا کے پیکر رہے، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشکل سے مشکل گھڑی اور کٹھن سے کٹھن وقت میں بھی، مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا، کفّار ومشرکین کی طرف سے ڈھائے جانے والے ہر طرح کے مظالم اور تکالیف کو تو برداشت کیا، لیکن محبتِ رسول سے اِنحراف یا انکار کرنا گوارہ نہ کیا۔ آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی محبت میں اپنے مقام و مرتبہ اور جان، مال، عزّت، الغرض ہر چیز کی قربانی دی۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عشقِ رسول کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ آغازِ اسلام میں جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھلم کھلا اپنے اسلام کا اظہار فرمایا، اور لوگوں کو اسلام کی دعوت پیش کی، تو کفّار و مشرکین نے مار مار کر آپ کو اس قدر لہولہان کر دیا کہ چہرۂ مبارکہ پہچانا نہیں جاتا تھا، جب آپ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں نے مشرکین کو آپ سے دُور کیا، اور ایک کپڑے میں ڈال کر آپ کو گھر لے گئے، آپ کی تشویشناک حالت دیکھ کر انہیں ایسا لگا کہ آپ زندہ نہیں رہ پائیں گے، لهذا انہوں نے بیت اللہ میں آکر اعلان کیا کہ اگر ابو بکر زندہ نہ رہے، تو ہم ان کے بدلے عتبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کریں گے! یہ اعلان کرکے وہ لوگ دوبارہ آپ کے گھر آگئے، سارا دن تشویشناک حالت میں گزرا، دن کے آخری حصے میں آپ کو ہوش آیا، تو آپ کی زبان سے پہلا جملہ نکلا: «ما فعلَ رسولُ الله (ﷺ)؟» "رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟" آپ کی والدہ امّ الخیر جب آپ کو کچھ کھلانا پلانا چاہتیں آپ صرف یہی فرماتے: «ما فعلَ رسولُ الله (ﷺ)؟ ...اذهبي إلى أمِّ جميلِ بنتِ الخطّابِ، فسلِيها عنه» "رسول اللہ ﷺ کس حال میں ہیں؟... اُمِّ جمیل بنت خطّاب کے پاس جاکر ان سے حضور ﷺ کے بارے میں پوچھیے!" بعد ازاں اُمِّ جمیل بنتِ خطّاب (ہمشیرۂ حضرت سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے آپ کو مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی خیریت سے آگاہ کیا، آپ نے فرمایا: «فإنّ لله عليّ أن لا أذوقَ طعاماً أو شراباً أو آتي رسولَ الله (ﷺ)» "اللہ کی قسم! میں اس وقت تک

نہ کچھ کھاؤں اور نہ پیوں گا! جب تک سرورِ کائنات ﷺ کو بذاتِ خود دیکھ نہ لوں!" آپ کی والدہ سہارا دے کر آپ کو سرکارِ اَبد قرار ﷺ کی بارگاہ میں لے گئیں، جب مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے اپنے عاشقِ زار کی یہ حالت دیکھی تو آبدیدہ ہوگئے، اور آگے بڑھ کر تھام لیا اور ان کا بوسہ لیا، آپ کو زخمی دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر بڑی رقّت طاری ہوئی، حضرت ابو بکر صدیق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ (انتہائی زخمی اور تشویشناک حالت میں ہونے کے باوُجود) عرض کرنے لگے: «بأبي وأمّي! ليس مِن بأسٍ إلّا ما نالَ الفاسقُ مِن وجهي»[1] "میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں ٹھیک ہوں، بس چہرہ تھوڑا سا زخمی ہوگیا ہے"۔

حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا عشقِ رسول

حضراتِ ذی وقار! حضرت سیّدنا عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ رسول اللہ ﷺ سے اس قدر محبت فرماتے، کہ آپ ﷺ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن ہِشام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے کہا کہ ہم نبئ کریم ﷺ کے ساتھ تھے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے حضرت عمر بن خطّاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا، حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں، حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ» "نہیں اُس رب کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! (تمہاری محبت اس وقت تک کامل نہیں ہوگی) جب تک میں تمہیں تمہاری جان سے بھی زیادہ محبوب نہ

---

(۱) "تاريخ دِمشق" تحت ر: ۳۳۹۸ - أبو بكر الصديق، ۳۰/ ۴۹، ۵۰، ملتقطاً.

ہوجاؤں" حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: تواب اللہ کی قسم! آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، یہ سن کر نبئ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «الآنَ يَا عُمَرُ!»[1] "اے عمر! اب (تمہاری محبت کامل ہوگئی)"۔

حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عشقِ رسول

برادرانِ اسلام! حضرت سیّدنا عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی عشقِ مصطفی ﷺ کا عملی نمونہ تھے، ان کے تمام اقوال و افعال سے عشقِ رسول جھلکتا تھا، ایک بار وضو کرتے ہوئے مسکرانے لگے، پھر فرمایا: «هَلْ تَدْرُونَ مِمَّا ضَحِكْتُ؟» "تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرایا؟" راوی نے کہا کہ پھر خود ہی فرمایا: «تَوَضَّأَ رَسُولُ الله ﷺ كَمَا تَوَضَّأْتُ، ثُمَّ تَبَسَّمَ»[2] "رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح وضو فرمایا جس طرح میں نے وضو کیا، پھر رسولِ اکرم ﷺ مسکرائے"۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عشقِ رسول

عشق محض زبانی دعوے کا نام نہیں، بلکہ اُس قلبی وذہنی کیفیت کا نام ہے جس میں مبتلا ہوکر کوئی شخص اپنے محبوب کی اداؤں کا اسیر ہوجاتا ہے۔ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی آپ ﷺ سے ایسا ہی عشق تھا، آپ بچپن ہی سے قلب ورُوح کی گہرائیوں سے مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے عشق میں سرشار تھے، اور ہر گزرتے دن اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا، نبئ کریم ﷺ سے بے پناہ عشق، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو درِ رسول کی طرف کھینچتا، اور آپ رضی اللہ تعالٰی عنہ صبح سویرے بارگاہِ رسالت

---

(١) "صحيح البخاري" كتاب الأيمان والنُذور، ر: ٦٦٣٢، صـ١١٤٦.

(٢) "مسند الإمام أحمد" مسند عثمان بن عفّان، ر: ٤٣٠، ١/ ١٣٤.

میں حاضر ہو جاتے تھے، حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَتْ لِي مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَمْ تَكُنْ لِأَحَدٍ مِنَ الْخَلَائِقِ، فَكُنْتُ آتِيهِ كُلَّ سَحرٍ فَأَقُولُ: "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ!" فَإِنْ تَنَحْنَحَ انْصَرَفْتُ إِلَى أَهْلِي، وَإِلَّا دَخَلْتُ عَلَيْهِ»[1] "مجھے رسول اللہ ﷺ سے وہ قُرب و منزلت حاصل تھی جو مخلوقِ خدا میں کسی کو نہیں تھی، میں آپ ﷺ کی بارگاہ میں سویرے سویرے حاضر ہوکر باہر سے عرض کرتا: "اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو!" اگر آپ ﷺ کھنکار دیتے تو میں اپنے گھر لَوٹ جاتا، ورنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا"۔

عشقِ رسول کے تقاضے

عزیزانِ مَن! محبت ایک پاکیزہ جذبہ ہے جو دل سے پھوٹتا ہے، محبت سچی ہو تو اس میں پائیداری، احترام وتعظیم اور اتّباع لازم وملزوم ہیں، اگر اِتّباع وفرمانبرداری نہ ہو تو محبت کا دعوی درست نہیں۔ آج اگر ہم سے یہ پوچھا جائے کہ تم سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہو؟ تو ہم فوراً کہیں گے کہ "اللہ اور اس کے رسول سے" لیکن غور وفکر کا مقام یہ ہے کہ کیا واقعی ہم اپنے دعوے میں سچے ہیں؟ کیا ہماری زندگی حقیقی معنی میں اللہ ورسول کی محبت کا مظہر ہے؟

ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾[2] "اے حبیب تم فرمادو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو

---

(١) "سنن النَّسائي" كتاب السَهو، باب التنحنح في الصّلاة، ر: ١٢٠٩، الجزء ٣، صـ١٣، ١٤.

(٢) پ٣، آل عمران: ٣١ .

جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا!"۔ صدر الاَفاضل مفتی سیّد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمۃ اس آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ "محبتِ الٰہی کا دعویٰ سیّدِ عالَم ﷺ کی اِتّباع وفرمانبرداری کے بغیر قابلِ قبول نہیں، جو اس دعوے کا ثبوت دینا چاہے حضور ﷺ کی غلامی کرے"[1]۔

اگر ہم واقعی اللہ جلّ جلالہ اور اس کے رسول ﷺ سے سچی محبت کرتے ہیں، تو ہمیں عشقِ رسول ﷺ کے تقاضوں کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہوگا، ہمیں اپنے قول وفعل میں اللہ ورسول کی پسند وناپسند کا لحاظ رکھنا ہوگا، اور ہر اُس چیز کو ترک کرنا ہوگا جو اُن کی ناراضگی کا سبب بن سکتی ہے!۔

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! عشقِ رسول کا ایک تقاضا یہ بھی ہے، کہ بلا چُون وچرا رسولِ اکرم ﷺ کے حکم کی اِطاعت کی جائے؛ کیونکہ اُن کی اِطاعت اللہ کی اِطاعت ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾[2] "جس نے رسول کا حکم مانا یقیناً اس نے اللہ کا حکم مانا"۔

اپنی زندگی کو مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی سنّتوں کے مطابق گزارنے کی کوشش کریں، حضرت سیّدنا سفیان ثوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "حُبِّ رسول کا مطلب در حقیقت اِتّباعِ رسول ہے"[3]۔

جانِ برادر! عشقِ رسول کے تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ جب جب سروَرِ کائنات ﷺ کا نامِ نامی اسمِ گرامی کانوں میں رَس گھولے، محبت اور

(۱) "تفسیر خزائن العرفان" پ۳، آل عمران، زیرِ آیت:۳۱، صـ۱۰۷۔
(۲) پ٥، النساء: ٨٠.
(٣) "الشفا" القسم ٢، الباب ٢، فصل في معنى المحبّة للنّبي ﷺ ...إلخ، الجزء ٢، صـ١٩.

ذَوق وشَوق سے اُن پر خوب درود وسلام بھیجا جائے، اپنے آپ کو حُسنِ اَخلاق کا پیکر بنائیں، اسلامی تعلیمات سے آگاہی حاصل کریں، اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں، فرائض وواجبات کی پابندی کریں، اپنے اندر صبر وتحمل اور برداشت کا مادّہ پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور ایک اچھا مسلمان بن کر مُعاشرے کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ غلامئ رسول میں مَوت قبول کرنے کے کھوکھلے دعوے کے بجائے، پہلے اُن کی سنّت کو قبول کیجیے، آج عشقِ رسول میں مرنا تو آسان ہے لیکن جینا اَز حد مشکل ہے؛ کیونکہ یہ ایک پُرفِتن دَور ہے!۔

عشقِ رسول اور وقت کا تقاضا

حضراتِ گرامی قدر! اس وقت دنیا بھر کی استعماری قوّتیں (Colonial powers) انتہائی منظّم انداز میں مسلمانوں کے دلوں سے شمعِ عشقِ رسول کو بجھانے کی کوشش میں ہیں؛ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر ان کے دلوں سے جذبۂ عشقِ رسول نکل جائے، تو پھر دنیا کی کوئی طاقت انہیں ان کی کھوئی ہوئی عزّت واپس نہیں دلا سکتی!

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ؏

وہ فاقہ کش کہ مَوت سے ڈرتا نہیں ذرا   رُوحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو!

فکرِ عرب کو دے کر فرنگی تخیُّلات   اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو! (۱)

عزیزانِ مَن! ہمیں خود کو علمی، عملی اور فکری محاذ پر مضبوط کرنا ہوگا، قرآنی اَسرار ورُموز کو سمجھنا ہوگا؛ تاکہ ایک صالح، ترقی یافتہ اور خوشحال مُعاشرہ تشکیل دیا جاسکے، اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک دل میں سچے عشقِ مصطفی کی شمع

---

(۱) "کلیاتِ اقبال" "ضربِ کلیم" ابلیس کا فرمان اپنے سیاسی فرزندوں کے نام، ص۶۵۸۔

رَوشن نہ ہو؛ کیونکہ اپنی تمام تر اَہمیت واِفادیت کے باوُجود، عقل حقیقت تک رَسائی پانے سے عاجز ہے، یہ شرف صرف عشق ہی کو حاصل ہے!

بقولِ اقبال: ع

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ![1]

دعا

اے اللہ! ہمیں عشقِ رسول کی دَولت سے مالامال فرما، حُبِ رسول کے ساتھ ساتھ اِتّباعِ رسول کی بھی توفیق مرحمت فرما، ہمارے کشمیری و فلسطینی مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، اُن کے جان ومال اور عزّت وآبرُو کی حفاظت فرما، اور مسئلۂ کشمیر کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) ایضًا، "بانگِ درا" غزلیات، ص۳۱۴۔

يومِ امامِ اہلِ سنّت

(جمعۃ المبارک ٢٥ صفر المظفر ١٤٤١ھ- ٢٥/١٠/٢٠١٩ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

ولادتِ باسعادت

برادرانِ اسلام! اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِ سنّت، مجدِّدِ دِین وملّت، الشاہ امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالی علیہ کی ولادت باسعادت، شہر بریلی کے محلہ جَسولی میں، ١٠ شوّال المکرَّم ١٢٧٢ھ، بروز ہفتہ، وقتِ ظہر/مطابق ١٤ جون ١٨٥٦ء کو ہوئی۔ سنِ پیدائش کے اعتبار سے آپ کا تاریخی نام "المختار" ہے۔ آپ قدّس سرّہ کا نام محمد ہے، جبکہ دادا حضور نے آپ کو احمد رضا کہہ کر پکارا، اور اسی نام سے آپ مشہور ہوئے۔ پھر آپ رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اپنے نام کے ساتھ "عبد المصطفی" لقب کا اضافہ کیا، جب آپ دستخط کرتے تو "عبدالمصطفی احمد رضا" لکھا کرتے[1]، ایک نعتیہ غزل کے مقطع میں بھی

---

(١) "فتاوی رضویہ" کتاب الرد والمناظرۃ، رسالہ "الزُلال الأنقى مِن بَحر سبقة الأتقى" ٢١/٢٤١۔ "حیاتِ اعلیٰ حضرت" ولادت باسعادت، ١/١٠٢، ١٠٣۔

یوں تحریر فرماتے ہیں: ؏

خَوف نہ رکھ رضا ذرا، تُو تو ہے عبدِ مصطفیٰ
تیرے لیے امان ہے! تیرے لیے امان ہے![1]

مُروَّجہ عُلوم کی تکمیل اور مَسندِ اِفتاء کی ذمّہ داری

امام اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف تیرہ ۱۳ سال، دس ۱۰ ماہ، چار ۴ دن کی عمر میں، تمام مُروَّجہ عُلوم کی تکمیل، اپنے والدِ ماجد، رئیس المتکلمین، علّامہ مفتی نقی علی خان قدس سرّہٗ کی بارگاہ میں کی، اور اُسی دن آپ نے ایک سوال کے جواب میں پہلا فتویٰ بھی تحریر فرمایا، جواب درست پاکر والدِ ماجد علیہ الرحمۃ نے مَسندِ اِفتاء آپ کے سپرد کردی، تب سے تا دمِ اخیر آپ بحُسن وخوبی یہ خدمت انجام دیتے رہے[2]۔

بیعت اور اجازت وخلافت

امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں اپنے والدِ ماجد علّامہ نقی علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ، حضرت شاہ آلِ رسول رحمۃ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مارَہرَہ مطہَّرہ حاضر ہوئے، اور سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت سے مشرَّف ہوکر، اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے[3]۔

متعدّد علوم وفنون پر دسترس

اللہ تعالی نے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ کو متعدّد عُلومِ جلیلہ سے نوازا، آپ نے کم وبیش

---

(۱) "حدائقِ بخشش "عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے، حصّہ اوّل، ص۱۷۹۔
(۲) "حیاتِ اعلیٰ حضرت "فتوی نویسی، ۱/۳۲۳۔
(۳) "حیاتِ اعلیٰ حضرت "مارَہرَہ شریف کی حاضری اور بیعت، ۱/۱۲۱، ۱۲۲۔

پچاس ۵۰ عُلوم میں قلمی خدمات انجام دیں، اور قابلِ قدر کُتب تصنیف فرمائیں۔ آپ علیہ الرحمۃ کو ان تمام علوم وفنون میں انتہائی دسترس حاصل تھی۔

چشمانِ سر سے زیارتِ سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جب امامِ اہلِ سنّت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دوسری بار حجِ بیت اللہ کے لیے حاضر ہوئے، تو بالمشافہ زیارتِ نبیٔ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرزُو لیے، روضۂ اَطہر کے سامنے دیر تک صلاۃ وسلام پیش کرتے رہے، مگر پہلی رات قسمت میں یہ سعادت نہیں تھی، اس موقع پر ایک نعتیہ غزل لکھی، جس کے مَطلع میں دامنِ رحمت سے وابستگی کی اُمید، یوں بیان کی: ؏

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں[1]

لیکن مقطع میں مذکورہ واقعہ کی یاس انگیز کیفیت کے پیشِ نظر اپنی بے مائیگی کا نقشہ یوں کھینچا: ؏

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ
تجھ سے کتّے ہزار پھرتے ہیں![2]

یہ غزَل عرض کرکے دیدار کے انتظار میں باادب حاضر تھے، کہ قسمت جاگ اٹھی اور چشمانِ سر سے حالتِ بیداری میں زیارتِ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرّف ہوئے[3] ذلك فضلُ الله يُؤتيه مَن يشاء!.

---

(۱) "حدائقِ بخشش" "وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں، حصّہ اوّل، ص۹۹۔

(۲) ایضًا، ص۱۰۰۔

(۳) "حیاتِ اعلیٰ حضرت" "بیداری میں زیارتِ نبوی، ۱/۱۳۶، ۱۳۷۔

چودھویں صدی کے عظیم مجدِّد امام احمد رضا

حضراتِ محترم! یقیناً امام احمد رضا قدّس سرّہٗ اپنے زمانے کے مجدّدِ اعظم ہیں، آپ کی ہمہ گیر شخصیت کئی زاویوں سے بےنظیر وبےمثال ہے، ہیئت، ہَندسہ، تَوقیت ومَساحت، جَبر ومقابلہ، مثلّثِ کُرَوی، مثلّثِ مسطّح، غرض کہ اپنی صدی کے جملہ علوم وفنون میں وہ نہ صرف یکتائے روزگار، بلکہ فقید المثال نظر آتے ہیں۔ امریکی منجم (American Astronomer) نے جب تمام سیارگان کے اجتماع کی بنیاد پر قیامت کی پیش گوئی کی، تو اِسی بطلِ جلیل امام احمد رضا نے "علمِ ہیئت" کی رُو سے، اس منجم کی بنیاد اجتماعِ سیارگان کو منتشر کرکے رکھ دیا!۔

جب دنیا کے آباد اور غیر آباد حصوں کی بات آئی، تو بذریعہ مثلّثِ کُرَوی ہر خشک وتر، دَشت وجبل اور صحراء وجنگل میں سَمتِ قبلہ سے متعلق، ایسے ضابطے بیان فرمائے کہ ایک مستقل کتاب بنام "كشف العِلّة عن سَمت القبلة"[۱] وُجود میں آگئی!۔

یہی نہیں بلکہ بذریعہ زِیجِ علویین (زُحل ومشتری) کے چار ۴ قرانوں میں سے قِرانِ اعظم کی بنیاد پر، قربِ قیامت کی پیشین گوئی بھی فرمادی! یہی وہ کمالات تھے جن کے سبب آپ کی صدی کے بڑے بڑے ماہرینِ علوم وفنون، آپ کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے، یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ زمانے بھر میں تمہارا ہی نام رَوشن ہے: ؏

رضا یہ نعتِ نبی نے بلندیاں بخشیں![۲]

---

(۱) "فتاوی رضویہ" کتاب الصلاۃ، باب صفۃ الصلاۃ، رسالہ "كشف العلّة" ۴/۷۰۶ - ۷۹۸۔

(۲) "حدائقِ بخشش" تمہارے ذرّے کے پرتَو ستارہائے فلک، حصّہ اوّل، ص۷۴۔

تصانیفِ امام احمد رضا

كنز الإيمان في ترجمة القرآن

امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ بھی کیا، جسے عالمِ اسلام میں "كنز الإيمان في ترجمة القرآن" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس ترجمہ کو اب تک انگریزی (میں تین ۳ بار)، ہندی، سندھی، گجراتی، ڈچ(Dutch)، بنگلہ اور پشتو زبانوں میں ڈھالا جاچکا ہے۔

فتاوی رضویہ

یہ فتاویٰ ابتداءً جہازی سائز کی بارہ ۱۲ جلدوں میں، دس ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل تھے۔ "جامعہ نظامیہ رضویہ" لاہور سے ان فتاوی کے حوالہ جات کی تخریج، اور عربی وفارسی عبارات کے ترجمے کا اہتمام کیا گیا، یہاں تک کہ تیس ۳۰ ضخیم جلدوں میں تقریباً بائیس ہزار ۲۲۰۰۰ صفحات پر، ۶۸۴۷ سوالات کے جوابات مرتّب کیے گئے، اس مجموعہ کے متعدّد ایڈیشن شائع ہوئے اور ہو رہے ہیں، والحمد للہ!۔ اس ایڈیشن میں ۲۰۶ رسائل مطبوع ہیں، اور اس ایڈیشن کا سہرا استاذنا مفتیٔ اعظم پاکستان، حضرت علّامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ اور آپ کی پوری ٹیم کے سر ہے۔

یہاں ایک ضروری بات ملحوظ رہے کہ ہمارے "ادارۂ اہلِ سنّت کراچی" سے ۲۲ جلدوں والے جدید ایڈیشن میں تقریباً سَو۱۰۰ فتاوی ایسے شامل کیے گئے ہیں، جو اِس سے پہلے "فتاوی رضویہ" کے ساتھ کبھی شائع نہیں ہوئے، اور مزید ۱۶ وہ رسائل بھی شامل کیے گئے ہیں، جو پہلی بار "فتاوی رضویہ" کے اس ایڈیشن کے ساتھ طبع ہوئے ہیں[۱]۔

---

(۱) "فتاویٰ رضویہ" "تشکر ومعروضات"، ۱/۲۵-۲۷، ملتقطاً۔

حدائقِ بخشش (نعتیہ دیوان)

سیّدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کا نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" اردو نعتیہ شاعری کا ایک اہم شاہکار ہے، جس نے اپنے بعد والے تمام نعت گو شعراء کو، ادب، احترام اور تعظیم کا راستہ دکھایا، اس دیوان کی نعتیں آج بھی پاک وہند وغیرہ میں سب سے زیادہ مشہور ومعروف ہیں، "حدائقِ بخشش" کا قصیدۂ سلامیہ ع

مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام(۱)

اَطرافِ عالَم میں جہاں جہاں اردو سے واقفیت رکھنے والے پائے جاتے ہیں، وہاں بہت ہی مشہور اور مقبولِ خاص وعام ہے، اس کا انگریزی ترجمہ پروفیسر غیاث الدّین مرحوم (U.K) نے کیا، اور اس کا منظوم عربی ترجمہ فاضلِ جلیل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے کیا ہے۔

اردو شاعری میں امام اہلِ سنّت کا وہ اعلی مقام ہے، کہ اردو زبان کی ابتداء سے لے کر آج تک، آپ کا ہم پلّہ شاعر کوئی پایا ہی نہیں گیا!۔

عالَمِ عرب میں آپ کی مقبولیت

عزیزانِ مَن! یُوں تو عالَمِ عرب میں امام احمد رضا قدّس سرّہٗ کا پہلا تعارُف اس وقت ہوا، جب وہ ۱۲۹۵ ہجری مطابق ۱۸۷۸ عیسوی میں اپنے والدِ ماجد علّامہ مفتی نقی علی خان قادری قدّس سرّہٗ کے ہمراہ، پہلی بار حج بیت اللہ کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے۔ اس موقع پر حرمِ مکّہ مکرّمہ کے امامِ شافعیہ، اور وقت کی عظیم شخصیت، حضرت مفتی سیّد حسین بن صالح جمل اللیل مکّی قدّس سرّہٗ (ت ۱۳۰۵ ہجری مطابق ۱۸۸۷ عیسوی)

(۱) "حدائقِ بخشش" "مصطفی جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام، حصّہ دُوم، ص۲۹۵۔

نے بغیر کسی سابقہ تعارُف کے (مسجدِ حرام میں بعد نمازِ مغرب) امام احمد رضا کا ہاتھ پکڑا، اور ان کی پیشانی دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے: "میں اس پیشانی میں اللہ کا نُور دیکھ رہا ہوں!"۔ امامِ اہلِ سنّت قدّس سرّہٗ کے اس پہلے سفر کے موقع پر، آپ کی علمی بصیرت کو دیکھتے ہوئے شیخ حسین بن صالح کے علاوہ، مفتیٔ شافعیہ سیّد احمد زَینی دَحلان (ت ۱۲۹۹ ہجری مطابق ۱۸۸۱ عیسوی)، مفتیٔ حنفیہ شیخ عبد الرحمن سراج مکّی (ت ۱۳۰۱ ہجری مطابق ۱۸۸۳ عیسوی) اور دیگر اکابر علمائے کِرام نے تفسیر، حدیث اور علمِ فقہ وغیرہ میں آپ کو اجازات واَسانید سے نوازا[۱]۔

امامِ اہلِ سنّت کی عربی تصانیف نے علمائے اسلام، خصوصًا علمائے عرب میں ان کے علمی وقار، اور فقہ، حدیث اور دیگر علومِ اسلامیہ میں آپ کے بلند مقام کو رُوشناس کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔

امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ نے ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء میں دوسری بار حج کی سعادت پائی، پھر مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، ایک ماہ تک مدینہ طیّبہ میں رہ کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیضیاب ہوتے رہے۔ مکّہ معظّمہ اور مدینہ طیّبہ کے بڑے بڑے علمائے کرام نے آپ کے علمی کمالات، اور دینی خدمات سے متأثّر ہو کر آپ کے دستِ حق پرست پر شرفِ بیعت حاصل کیا، اور آپ کو اپنا استاد و پیشوا مانا، یوں آپ کی بڑی پذیرائی ہوئی، جس کا تحریری نمونہ پیشِ خدمت ہے:

(۱) "حیاتِ اعلی حضرت" حج وزیارت (اوّل) ۱/۱۳۳، ملتقطاً۔

امام احمد رضا مشاہیر کی نظر میں

(۱) مکّہ مکرّمہ کے مفتیٔ حنفیہ، شیخ محمد صالح ابنِ علّامہ شیخ صدیق کمال (ت ۱۳۳۲ھ) نے امام احمد رضا کی کتاب "الدولة المكّية" پر تقریظ کے آخر میں اپنی عقیدت و محبت کا اظہار، دعائیہ انداز میں کچھ اس طرح کیا: "الٰہی! اس استاذِ کبیر اور عالم کمال ماہر کی عمر میں فزونی وبرکت ودرازی عطا کر؛ تاکہ وہ ہر سخت جاہل گمراہ کے حق میں پھندا اور کانٹا ہو!"[۱]۔

(۲) مسجدِ نبوی شریف میں مدرِّس، شافعی عالمِ دین، شیخ علی بن احمد محضار نے فرمایا: "علّامۂ کامل، استاذِ فاضل، احمد رضا خان، جن کے سبب خدا نے اس زمانہ میں مسلمانوں کی فریادرَسی فرمائی"[۲]۔

(۳) شیخ سیِّد یوسف عطاء بغدادی (ت ۱۳۳۶ھ) نے فرمایا: "ہمارے مولیٰ فاضل، صاحبِ عرفان، میرے سردار شیخ احمد رضا خان صاحب قادری"[۳]۔

(۴) شیخ محمد امین سوَید دِمشقی (ت ۱۳۵۵ھ) نے فرمایا: "علّامۂ کبیر، فہّامۂ شہیر، کامل محقق ومدقق شیخ احمد رضا خان"[۴] ...الخ۔

(۵) مولانا خلیل الرحمن سہارنپوری نے "مدرسۃ الحدیث" پیلی بھیت کے ایک اِجلاس، منعقدہ ۱۳۰۳ ہجری میں، علم الحدیث پر آپ علیہ الرحمۃ کی ایک محققانہ

---

(١) "الدّولة المكّية" تقريظ٦: الشيخ محمد صَالح ...إلخ، صـ٢٨١.

(٢) المرجع نفسه، تقريظ٣٠: الشيخ علي بن أحمد المحضار، صـ٣٢٤.

(٣) المرجع السابق، تقريظ٥٤: الشيخ السيّد يوسف عطاء، صـ٣٨١.

(٤) المرجع السابق، تقريظ٥٦: الشيخ محمد أمين ...إلخ، صـ٣٨٧.

اور پُر مغز تقریر سن کر، اپنا یہ تاثُر بیان کیا کہ "اگر اس وقت میرے والدِ ماجد مولانا علی احمد محدِّث سہارنپوری محشّی "بخاری" ہوتے، تو وہ آپ کے تبحرِ علمی کی دل کھول کر داد دیتے، اور انہیں اس کا حق بھی تھا"۔ مولانا وصی احمد محدّث سُورتی اور مولانا محمد علی مونگیری بانیٔ "دار العلوم ندوۃ العلماء" نے بھی اس بات کی تائید فرمائی[۱]۔ ع

مسلکِ حق کی ضمانت ہے تیرا نام رضا
شانِ تحقیق ادا کر گیا خامہ تیرا[۲]

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اُس سے سِوا تم ہو
قسیمِ جامِ عرفاں اے شہ احمد رضا تم ہو[۳]

لقبِ مجدِّد

علمائے عرب وعجم نے آپ کو مجدِّد کے لقب سے پکارا، جن میں یہ حضرات سرِفہرست ہیں:

(۱) شیخ سیّد اسماعیل بن خلیل (امین کتب خانہ حرمِ مکّی) نے فرمایا: "ہمارے شیخ علّامہ مجدِّد، جو علی العموم تمام استادوں کے شیخ ہیں، حضرت احمد رضا خان"[۴] ...الخ۔

(۲) شیخ سیّد حسین ابن علّامہ سیّد عبد القادر طرابلُسی (مدرّسِ مسجدِ نبوی) فرماتے ہیں: "علّامہ کمال ماہر، اور فہّامۂ مشہور، حامیٔ ملّتِ محمدیّہ طاہرہ، مجدِّدِ مائۃِ

---

(۱) "ماہنامہ اشرفیہ" مبارکپور، اپریل ۱۹۷۷ء، مقالہ مولانا محمود احمد قادری۔

(۲) "بیاضِ پاک حجۃ الاسلام" "نذرانۂ عقیدت"، ص۳۵۔

(۳) کلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت، سفیرِ اسلام مولانا شاہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

(٤) "الدولة المكّية" جلائل التقريظات، تقريظ ١: الشيخ ...إلخ، ص٢٦٩.

حاضرہ، میرے استاذ و پیشوا، حضرت مولانا احمد رضا خان"[1]۔

(۳) علّامہ موسی بن علی شامی ازہری (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں زندہ تھے) نے امامِ اہلِ سنّت کے بارے میں فرمایا: "اماموں کے امام، اس اُمّت کے دین کے مجدِّد، جو یقین کے نُور اور قُلوب کے انوار کی تائید سے آراستہ ہیں، یعنی شیخ احمد رضا"[2] ...الخ۔

جس طرح عالمِ اسلام کے ان علمائے کرام نے، آپ کی عظمت وامامت اور آپ کے مجدّد ہونے کا اقرار کیا، ایسے ہی پاک وہند کے جلیل القدر علمائے اہلِ سنّت نے بھی، آپ کے ان اَوصاف کا اعتراف کیا، جسے تفصیل درکار ہو وہ "الدّولة المكّيّة"، "حسام الحرمَين" اور "الصّوارم الهنديّة" [شیر بیشۂ اہلِ سنّت علّامہ حشمت علی خان لکھنوی (ت۱۳۸۰ھ) کی تالیف، جس میں ہندوستان کے علمائے اہلِ سنّت کی تصدیقات اور "حُسام الحرَمین" پر ان] کی تقریظات، و"حياة الموات في بيان سماع الأموات"، "فتاوى الحرمَين برَجف ندوة المين" اور امام احمد رضا کی دیگر تصنیفات ملاحظہ کرے!۔

یہ بھی ایک کھلی حقیقت ہے کہ اکابرِ دیوبند میں مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل انبیٹھوی، مولوی محمود الحسن دیوبندی اور مولوی انور شاہ کشمیری نے امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ کا زمانہ پایا، مگر ان میں سے کوئی بھی آپ کی کسی ایک کتاب کا بھی علمی وتحقیقی جواب نہیں دے سکا! ع

---

(۱) المرجع نفسه، جلائل التقريظات، تقريظ۲۳: الشيخ ...إلخ، صـ۳۰۹.

(۲) المرجع السابق، جلائل التقريظات، تقريظ۳۹: الشيخ ...إلخ، صـ۳۵۲.

تیرے اَعداء میں رضا کوئی بھی منصور نہیں بے حیاء کرتے ہیں کیوں شور بپا تیرے بعد

امامِ اہلِ سنّت سرکار اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلم حقیقت ع

کلکِ رضا ہے خنجرِ خونخوار برق بار

اَعداء سے کہہ دو خیر منائیں، نہ شر کریں![1]

کہ رضا کا قلم گستاخانِ رسالت اور منکرینِ شانِ نبوّت کے لیے خنجرِ خونخوار ہے، جب چلتا ہے تو بجلیاں گراتا ہے، کہ اَعدائے دین اپنی خیر منائیں!۔ امامِ اہلِ سنّت، مجدِدِ دین وملّت علیہ الرحمۃ نے جو کچھ لکھ دیا، اس کا جواب کوئی کہاں سے لائے گا؟! سرکار اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اہلِ توہین واہلِ تنقیص، دشمنانِ صحابۂ کرام ومنکرینِ اہلِ بیت، ومُعاندینِ اولیاء اللہ کی جو علمی وتحقیقی گرفت فرمائی، اور جس انداز سے شرعی اَحکام واضح فرمائے، اس بِنا پر ان کا مدِّ مقابل وحریف ومخاطَب، ہزار کذب بیانیوں اور دَروغ گوئیوں سے کام لے، مگر حقیقت نہیں چھپا سکتا؛ کیونکہ ع

پڑ گیا ہے پشت پر اَعداء کے اب کیا جائے گا

تیرے کوڑے کا نشاں احمد رضا خاں قادری

چیر کر اَعداء کا سینہ دل سے گزری آر پار

تیرے نیزے کی سناں احمد رضا خاں قادری[2]

(۱) "حدائقِ بخشش" اہلِ صراط رُوحِ امیں کو خبر کریں، ص۹۸۔
(۲) "قبالۂ بخشش" آبروئے مومناں احمد رضا قادری، ص۳۴۹۔

سب سے بڑی فیصلہ کن بات یہ ہے کہ امامِ اہل سنّت سیّدنا اعلیٰ حضرت قدّس سرّہٗ کے خلاف، نت نئے مصنّفین وخود ساختہ مُناظرین نے، ہزاروں اِلزام تراشیوں کے طوفان تو اٹھائے، مگر آپ پر کوئی شرعی حکم وفتویٰ نہیں لگا پائے! ہزار اِلزام تراشیوں کے باوُجود آپ کو مؤمن، مسلمان، صاحبِ ایمان اور عاشقِ رسول مانتے رہے! آپ کی اقتداء میں نماز کو جائز قرار دیا، آپ کے عقید تمندوں اور متّبعین کو مسلمان جانا اور مانا! اس کے واضح وناقابلِ تردید ثبوت اور مدلّل شواہد، متعدّد تصانیف میں اشرف علی تھانوی، خلیل انبیٹھوی، رشید گنگوہی، انور شاہ کشمیری، ادریس کاندھلوی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، منظور سنبھلی، مفتی عزیز الرحمن، ثناء اللہ امرتسری فاضلِ دیوبند غیر مقلّد وغیرہم صاحبان کی مستند ومعتبر کتب ورسائل اور فتاویٰ کی صورت میں موجود ہیں۔ جب سیّدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو مؤمن، مسلمان، عاشقِ رسول مان لیا، آپ کی اقتداء میں جوازِ نماز کا قول کیا، تو جملہ اعتراضات واِلزامات خود بخود کالعدم ہوگئے، اور ان کی کوئی حیثیت واہمیت باقی نہ رہی!!۔

مسئلۂ توہین وتکفیر

یہاں پر ایک بات یہ بھی یاد رہے کہ ہمارا حریف ومدِ مقابل گروہ، امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ کے ایمان، اسلام اور علم وفضل کی شہادت دینے، اور اقرار کرنے کے باوُجود "تحذیر الناس"، "براہینِ قاطعہ"، "حفظ الایمان"، فتویٰ اِمکان وُقوعِ کذب کی، توہین وتنقیص آمیز گستاخانہ عبارات پر، مجدّدِ اعظم اعلیٰ حضرت قدّس سرّہٗ کے لگائے گئے حکمِ شرعی سے بہت نالاں ہے! اور امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ پر (معاذ اللہ) تکفیرِ مسلمین کا اِلزام بھی لگاتا ہے، حالانکہ ان حضرات پر تکفیر کا حکمِ شرعی دینے والے سرکار اعلیٰ حضرت تنِ

تنہا نہیں، بلکہ "حُسام الحرمین" اور "الصوارم الہندیہ" ملاحظہ ہو! حرمین شریفین اور برصغیر پاک وہند کے سینکڑوں خداترس علمائے کرام نے، ان توہین آمیز عبارات پر کفر کا حکم دیا ہے! اور حق یہ ہے کہ اگر توہین نہ ہوتی تو تکفیر بھی نہ ہوتی! ع

نہ توہین ہوتی، نہ تکفیر ہوتی رضا کی خطا اس میں بتلاؤ کیا ہے؟![1]

آپ ہی وہ عظیم عبقری شخصیت ہیں جن پر دنیا بھر کے تقریبًا دو ۲ درجن سے زائد لوگ ڈاکٹریٹ (P.H.D) کی ڈگریاں حاصل کر چکے ہیں، اور کئی حضرات آج بھی مختلف بینَ الاقوامی جامعات (Universities) میں امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ پر، ایم، فِل (M.PHIL) اور پی، ایچ، ڈی (P.H.D) کر رہے ہیں۔ برصغیر پاک وہند میں چند دہائیوں میں شاید ہی کسی شخصیت پر اس قدر کثرت سے تحقیقی کام ہوا ہو!۔

امامِ اہلِ سنّت قدّس سرّہٗ نے اپنی ساری زندگی شریعتِ محمدیّہ کی پیروی، اور سنّتِ مصطفی کی ترویج واِشاعت میں بسر کی! اس کا صلہ یہ ہے کہ آج عالَم میں ہر سُو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور آپ کی علمی خدمات کا چرچا ہو رہا ہے، آپ نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے، جنہیں اہلِ علم ودانش کبھی فراموش نہیں کر پائیں گے!۔

مدح وثناء خوانی میں آپ کا مقام ومرتبہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پیکرِ حق وصداقت، حاملِ علم ومعرفت کا نام ہے، جسے ﴿عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا﴾[2] "ہم نے اسے اپنا علمِ لدُنی

(1)https://m.facebook.com/story.php?story_fbid=pfbid02uVzPN7Pr2dcxtYFTRs3yHkfSPJLU1R8ckEt7XtxufsybfepgUzRzvWdyTWMb7Yg2l&id=100056938629857066&refsrc=deprecated&_rdr

(۲) پ۱۵، الکهف: ٦٥.

عطا کیا" کی تشریح، اور ﴿ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾(۱) "اللہ تعالی سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں" کی تصویر، اور ﴿ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ﴾(۲) "پختہ علم والے" کی تفسیر کہیں تو بے جا نہ ہو گا! مدح وثناء خوانی میں آپ حافظ شیرازی، امام بُوصیری و جامی کا سا مقام رکھتے ہیں، بلکہ اگر آپ کو "حسّان الہند" کہا جائے تو اس میں ہرگز مُبالغہ نہیں!۔

مجدّدِ اعظم سیّدی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدّس سرّہٗ پر، پوری دنیا میں تحقیقی کام جاری ہے، ہر سُو آپ کے علمی کارناموں کو سراہا جا رہا ہے، بڑی بڑی شخصیات نے امام اہلِ سنّت جیسی عظیم ہستی پر قلم اٹھایا(۳)۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کی خدمات، اور ان کے بارے میں ہونے والے عظیم کاموں، اور آپ کی شخصیت پر علماء، مشایخ اور مخالفین کے تأثرات، آپ کی قومی اور عالمی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہیں! ع

مُلکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم جس سمت آ گئے ہو سکّے بٹھا دیے ہیں(۴)

وِصال شریف

امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ نے اپنی وفات سے چھ ٦ ماہ قبل خود اپنے وِصال کی خبر دے کر، ایک آیتِ قرآنی سے سالِ وفات کا اِستخراج فرمایا، وہ آیتِ مبارکہ یہ ہے:

(۱) پ۲۲، فاطر: ۲۸.
(۲) پ۳، آل عمران: ۷.
(۳) "ماہنامہ تحفظ" مئی 2009ء، امام احمد رضا خان اور مسعودِ ملّت، ص۲۹، ملخصًا۔
(۴) "تجلیاتِ امام احمد رضا" از مولانا امانت رسول قادری، ص۹۰۔

﴿وَ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ﴾[1] "ان پر چاندی کے برتنوں اور کُوزوں کادَور ہو گا"[2]۔

۲۵ صفر المظفّر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کو، جمعۃ المبارک کے دن، ہندوستان کے وقت کے مطابق ۲ بج کر ۳۸ منٹ پر، عین اذانِ جمعہ کے وقت، اُدھر مُؤذِّن نے حَيَّ عَلَى الفَلاح کہا، اور اِدھر امامِ اہلِ سنّت، مجدّدِ دین وملّت، الشاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے داعیٔ اَجل کو لبیک کہا، إِنّا لله وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُون! آپ علیہ الرحمۃ کا مزارِ پُرانوار بریلی شریف میں آج بھی زیارت گاہِ خاص وعام ہے[3]۔

اہلِ حق اہلِ سنّت کے مسلَّم امام ومجدّد، سیّدنا اعلیٰ حضرت مولانا شاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدّس سرّہٗ کی عالَمی مقبولیت، اور آپ سے اہلِ حق کی عقیدت ومحبت کا یہ عالَم ہے، کہ معلومات اور عالمی سنّی رابطہ کے مطابق، سرکار اعلیٰ حضرت مجدّدِ دین وملّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس سراپا قدس، "یومِ رضا"، "یومِ امام احمد رضا"، "امام احمد رضا کانفرنس"، "امامِ اہل سنّت کانفرنس" کی صورت میں، نہ صرف پاک وہند اور بنگلہ دیش، بلکہ متعدّد ایشیائی، افریقی، یورپی اور عرب ممالک میں بھی شان وشوکت اور عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے! جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سیّدنا غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بڑی گیارہویں شریف کے بعد، مسلمانانِ عالَم کی بڑی اور عالمی، دینی ورُوحانی تقریبات میں سے ایک، عرسِ اعلیٰ حضرت بھی ہے! پاک وہند میں تو -ماشاء اللہ- عرسِ قادری رضوی کی یہ مبارک تقریبات ایک ایک شہر میں کئی کئی جگہ فیض بخشِ عام ہوتی ہیں، جو

(۱) پ۲۹، الدھر: ۱۵.
(۲) "سوانحِ امام احمد رضا" مسافرِ عالمِ بالا کی پیشین گوئی، صـ۳۸۳، ۳۸۴۔
(۳) "سیرتِ اعلیٰ حضرت" وصال، صـ۱۲۸۔

آپ کی مقبولیتِ عامّہ کی واضح دلیل ہے! ؏

اے رضا روز ترقی پہ ہے چرچا تیرا اَوجِ اعلیٰ پہ چمکتا ہے ستارا تیرا

اہلِ سنّت کے دلوں میں ہے محبت تیری دشمنِ دیں کو سَدا رہتا ہے کھٹکا تیرا

اور یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ ؏

مدّت ہوئی ہے آپ کو پردہ کیے ہوئے لیکن ہر ایک بزم میں چرچا رضا کا ہے

بحمدہ تعالیٰ ہمارے وطنِ عزیز اسلامی جُمہوریہ پاکستان میں، کراچی سے پشاور تک چلے جائیں، جگہ جگہ، شہر بہ شہر "جامعہ قادریہ رضویہ"، "جامعہ غوثیہ رضویہ"، "جامعہ چشتیہ رضویہ"، "جامعہ نقشبندیہ رضویہ"، "جامعہ حنفیہ رضویہ"، "جامعہ اُویسہ رضویہ"، "جامعہ برکاتیہ رضویہ"، "جامعہ نوریہ رضویہ"، "جامعہ سعیدیہ رضویہ" کی صورت میں ہزاروں مدارس وجامعاتِ اہلِ سنّت آپ کے اسمِ گرامی سے منسوب نظر آئیں گے، جو آپ کی مقبولیت کا منہ بولتا ثبوت ہے! ؏

احمد رضا کے فیض کے ہیں در کھلے ہوئے

برکاتِ مصطفیٰ کے ہیں پرچم لگے ہوئے

اور یہ بھی ایک بامُشاہدہ حقیقت ہے کہ ؏

وادی رضا کی کوہِ ہمالہ رضا کا ہے جس سَمت دیکھیے وہ علاقہ رضا کا ہے

اور کیوں نہ ہو؟ کہ امامِ اہلِ سنّت علیہ الرحمۃ نے جب سے ہوش سنبھالا، اس وقت سے لے کرتا دمِ اخیر، اپنی ساری زندگی دینِ اسلام کی خدمت، اور سنّیت کی نشر واِشاعت میں صرف کی، اور بکثرت کتابیں لکھیں، جن میں "فتاویٰ رضویہ" سب سے ضخیم ہے، علمی تحقیق کے اعتبار سے اردو زبان میں اس کی کوئی نظیر نہیں!۔

امامِ اہلِ سنّت کے بارے میں علاّمہ اقبال کی رائے

حضراتِ گرامی قدر! آپ کے بارے میں علاّمہ اقبال قدّس سرّہ نے فرمایا تھا کہ "وہ بے حد ذہین اور باریک بین عالمِ دین تھے، فقہی بصیرت میں ان کا مقام بہت بلند تھا، ان کے فتاویٰ کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر اعلیٰ اجتہادی صلاحیتوں سے بہرہ وَر، اور پاک وہند کے کیسے نابغۂ روز گار فقیہ تھے! ہندوستان کے اس دَورِ متاخرین میں ان جیسا طبّاع اور ذہین فقیہ بمشکل ملے گا!"[1]۔

دعا

اے اللہ! ہم سب کو امام احمد رضا قدّس سرّہ کے فُیوض وبرکات سے مالامال فرما، ان کی دینی خدمات سے بھرپور استفادہ کی توفیق نصیب فرما، ہمارے کشمیری و فلسطینی مسلمان بہن بھائیوں کو آزادی عطا فرما، اُن کے جان ومال اور عزّت وآبرُو کی حفاظت فرما، اور مسئلہ کشمیر کو اُن کے حق میں خیر وبرکت کے ساتھ حل فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "معارف رضا" سالنامہ ۱۹۸۶ء، ڈاکٹر محمد اقبال، ص۱۹۳۔

والدین مصطفی ﷺ

(جمعۃ المبارک ۳ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ - ۲۰۱۹/۱۱/۰۱ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

والدین کریمین کا مختصر تعارُف

برادرانِ اسلام! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے والدِ ماجد کا نام عبد اللہ بن عبد المطلب، کنیت ابو محمد اور لقب "ذبیح" ہے، آپ دو جہاں کے سردار ﷺ کے والدِ ماجد ہونے کے ساتھ ساتھ قبیلۂ قریش کے سرکردہ رَہنما، اور بنوہاشم کے سردار کے فرزند ہیں، والدِ گرامی کی جانب سے آپ کا سلسلۂ نَسب حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبدِ مَناف بن غالب قصَی بن مرّہ بن کعب بن لُوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر ہے[1]، جبکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ کی طرف سے سلسلۂ نَسَب فاطمہ بنت عَمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ سے ہوتا ہوا مرّہ

---

(١) "سيرة ابن هِشام" ذكر سرد النسَب الزكي من محمّد ﷺ إلى آدم، الجزء ١، صـ١٢.

بن کعب سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیدائش تقریبًا ۵۴۵ عیسوی میں ہوئی، آپ نہایت حسین وجمیل اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے، باعتبارِ مذہب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عقیدۂ توحید اور دینِ ابراہیمی پر کاربند تھے، جس وقت آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا اُس وقت سرورِ کائنات ﷺ ابھی شکمِ مادر ہی میں تھے۔

سرورِ کائنات ﷺ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی آمنہ بنت وَہب ہے، آپ ۵۵۷ء میں وہب بن عبدِ مَناف کے گھر پیدا ہوئیں، آپ کا تعلق قُرَیش ہی کے ایک ذیلی قبیلہ بنوزہرہ سے تھا[۱]، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سلسلۂ نسَب بھی رسول اللہ ﷺ کے جدِ امجد عبدِ مَناف بن قصی سے جا ملتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اَخلاق اور بلند کردار کے سبب قبیلے میں سیرت النساء کے نام سے مشہور تھیں، شادی کے کچھ ہی عرصہ بعد حضورِ اکرم ﷺ کی پیدائش سے تقریبًا چھ ٦ ماہ قبل، حضور کے والد حضرت سیّدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوگیا، پیدائش کے بعد مصطفی جانِ رحمت ﷺ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پرورش میں رہے۔ حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سرورِ کائنات ﷺ کو اپنے ماموں سے ملوانے، اور والد حضرت سیِّدُنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کے لیے لے جاتے ہوئے، اَبواء کے مقام پر انتقال فرما گئیں[۲]، ابواء مدینہ منوّرہ سے تقریبًا اسّی ۸۰ میل دُور ایک گاؤں ہے، یہ جگہ ایک پتھریلا علاقہ ہے، جو ایک پہاڑی کا حصہ ہے، اس جگہ کا موجودہ نام "وادی خُریبہ" ہے[۳]۔

---

(١) "البداية والنهاية" ذكر أخبار العرب، باب جهل العرب ...إلخ، فصل، ٢/ ٢٦٧، ٢٦٨.

(٢) "سيرة ابن هِشام" الجزء ١، صـ٨٤، و٨٨.

(٣) "معجم المعالم الجغرافية في السيرة النبويّة" للبلادي، الأبواء، صـ٣٩.

نسب کی پاکیزگی

دو جہاں کے سردار ﷺ کا سلسلۂ نسب، تمام سلاسلِ انساب سے افضل واعلیٰ اور برتر وبالا ہے، حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُونِ بَنِيْ آدَمَ قَرْناً فَقَرْناً حتّى كُنْتُ مِنَ القَرْنِ الَّذِيْ كُنْتُ مِنْهُ»[۱] "میں اولادِ آدم میں یکے بعد دیگرے بہترین گروہ میں بھیجا گیا، حتی کہ میں اُس گروہ سے ظاہر ہوا جس میں سے میں پہلے سے تھا"۔

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "سرورِ کائنات ﷺ کا نور جس قبیلہ وخاندان میں رہا، وہ ہمیشہ دنیا بھر میں تمام خاندانوں سے بہتر رہا، اس میں اچھی خصلتیں، شرافت، نَجابت تھی، اور جن کی پیٹھ یا پیٹ میں یہ نُور رہا وہ لوگ زِنا، کفر اور شرک سے محفوظ رہے، حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضرت سیّدنا عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (والدِ گرامی) تک حضورِ انور ﷺ کے دادوں، دادیوں میں سے کوئی بھی کافر نہ ہوا، سب کے سب اہلِ توحید اہلِ ایمان رہے"[۲]۔

نورِ مصطفی کی منتقلی

علّامہ شِہاب الدین ابنِ حجر مکّی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ "حضرت سیّدہ حوّاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چالیس ۴۰ بچے پیدا ہوئے، ہر بار دو ۲ بچے پیدا ہوتے، جن میں ایک مذکّر اور دوسرا مؤنّث ہوا کرتا، صرف حضرت سیّدنا شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ہیں جو اکیلے پیدا ہوئے، ان کی اکیلے پیدائش یہ بتانے کے لیے تھی کہ

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب المناقب، باب صفة النّبي ﷺ، ر: ۳۵۵۷، صـ۵۹۷.

(۲) "مرآۃ المناجیح" رسولوں کے سردار کے فضائل کا بیان، پہلی فصل، زیرِ حدیث: ۵۷۳۹، ۲/۸۔

یہی اپنے والدِ محترم حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوّت و علم کے وارِث ہیں، اسی لیے نورِ محمدی ان کی طرف منتقل ہوا، پھر حضرت سیّدنا شیث علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنی اولاد کو وہی وصیت کی جو حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے انہیں کی تھی، وہ یہ کہ "اس نُور کو صرف انہی عورتوں میں رکھنا جو پاکیزہ ہوں!" پھر یہی وصیت لگاتار آگے چلتی رہی، حتی کہ (مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے والدِ گرامی) حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبد المطلب کا دَور آیا، اس طرح اللہ تعالی نے دو جہاں کے سردار ﷺ کے نسَب شریف کو زمانۂ جاہلیت کی قباحتوں اور اثرات سے محفوظ رکھا"[1]۔

حضور ﷺ کے والدین کریمین کا مذہب

زمانۂ فَترت میں جو لوگ عقیدۂ توحید پر ہوں وہ مؤمن شمار ہوتے ہیں، زمانۂ فَترت سے مراد وہ دَور ہے جس میں اللہ تعالی نے اپنا کوئی نبی یا رسول نہیں بھیجا۔ مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے والدَین کریمَین کا زمانہ بھی زمانۂ فَترت میں شمار ہوتا ہے، سرورِ کائنات ﷺ کے والدَین کریمین خالصۃً عقیدۂ توحید اور حق پرستی پر تھے، لہذا ان حضرات کے ایمان پر شک کرنا اپنی آخرت کو برباد کرنے کے مترادِف ہے!!۔

والدَین کریمین کے ایمان سے متعلق اہلِ سنّت کا نظریہ

جانِ برادر! رسول اللہ ﷺ کے والدَین کے ایمان سے متعلق اہلِ سنّت وجماعت کا مسلک یہ ہے، کہ حضرت سیّدنا آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ تک، اور حضرت سیّدہ حوّا رضی اللہ تعالی عنہا سے لے کر حضرت سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالی عنہا تک، حضور ﷺ کے سلسلۂ نسَب میں جس قدر آباء اور اُمّہات

---

(۱) "مولد النّبي" قصّة خلقه ﷺ، صـ۳۷.

ہیں، وہ سب کے سب اہلِ ایمان ہیں۔ اس موضوع پر علمائے اسلام کی مستقل تصانیف موجود ہیں، علّامہ سُیوطی علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر متعدّد رسائل تصنیف کیے، جبکہ امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے اس موضوع پر "شُمول الاسلام" کے نام سے ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا[1]۔

قرآنِ کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿الَّذِیۡ یَرٰىكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ۙ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ﴾[2] "اللہ تعالی آپ کو حالتِ قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے، اور اُس وقت بھی ملاحظہ فرمارہا تھا جب آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں پشت ہا پشت منتقل ہو رہا تھا"۔

علّامہ سُیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "امام رازی علیہ الرحمۃ نے "أسرار التنزیل" میں اس آیتِ مبارکہ سے رسول اللہ ﷺ کے آباء واَجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے، فرماتے ہیں کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ کا نور ساجدین سے ساجدین کی طرف منتقل ہوتا رہا، لہٰذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے سلسلۂ نسب میں تمام آباء واُمّہات مؤمن ہیں"[3]۔

علّامہ آلُوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ "﴿سٰجِدِیۡنَ﴾ کی یہ تفسیر حضرت سیّدنا ابنِ عبّاس رضی اللہ تعالی عنہ سے منقول ہے، جس سے آپ کے آبائے کرام کا ایمان ثابت ہوتا ہے"[4]۔

(۱) "فتاوی رضویہ" "کتاب المناقب والفضائل، رسالہ "شُمول الاسلام" ۳۰۳/۱۹ - ۳۲۸۔
(۲) پ۱۹، الشعراء: ۲۱۸، ۲۱۹.
(۳) "الحاوي للفتاوي" كتاب البعث، رسالة "مسالك الحنفاء" ۲/ ۲۵٤.
(٤) "رُوح المعاني" پ۱۹، سورة الشعراء، تحت الآية: ۲۱۹، ۱۰/ ۱۳۵.

والدَین کریمین کے لیے استغفار سے ممانعت کی وجہ

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ (ایک بار) اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے، خود بھی روئے، اور اپنے ساتھیوں کو رُلانے لگے، اور ارشاد فرمایا: «اسْتأذَنْتُ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ فِيْ أَنْ أَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ وَاسْتَأذَنْتُ فِيْ أَنْ أَزُوْرَ قَبْرَهَا فَأُذِنَ لِيْ»[1] "میں نے اپنے رب عزّوجلّ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت نہ ملی، اور میں نے اُن کی قبر پر جانے کی اجازت مانگی تو مجھے اجازت دے دی گئی"۔

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! اس حدیث شریف کو بنیاد بناکر بعض نادان لوگ یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ "رسولِ اکرم ﷺ کی والدہ (معاذاللہ) مشرکہ تھیں، لہذا انہیں اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت نہیں ملی" لیکن اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو اعتراض کرنے والے، مصطفی جان رحمت ﷺ کے والدَین کے کفر وشرک پر دلالت کرتی، کوئی ایک ضعیف حدیث بھی پیش کرنے سے قاصر ہیں! علاوہ اَزیں حضرات والدین کریمین خالص توحید پرست اور دینِ حنیف پر ہی تھے، جیسا کہ اُن کے اپنے نام سے بھی ظاہر ہے۔

رہی بات کہ اُن کے لیے استغفار کی اجازت کیوں نہ ملی؟ تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ کے صدقے، اُن کے والدین کے لیے اس بات کی ضرورت ہی نہ ہو، انہیں پہلے ہی بخشش ومغفرت کا پروانہ جاری کیا جاچکا ہو، جبکہ کافر ومشرک کی قبر پر تو جانا ہی جائز نہیں!۔

---

(١) "سنن النَّسائي" باب زيارة قبر المشرك، ر: ٢٠٣٠، الجزء ٤، صـ٩٢.

والدینِ کریمین کا دوبارہ زندہ کیا جانا

حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم افسردہ حالت میں "حجون" قبرستان کی طرف تشریف لے گئے، جس قدر اللہ تعالی نے چاہا وہاں ٹھہرے، پھر خوشی خوشی واپس تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا: «سَأَلْتُ رَبِّيْ عزّوجلّ فَأَحْيا لِيْ أُمِّيْ فَآمَنَتْ بِيْ ثُمَّ رَدَّهَا»[1] "میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اُس نے میری والدہ محترمہ کو زندہ فرمادیا، وہ مجھ پر ایمان لائیں اور پھر انہیں قبر میں لَوٹادیا گیا"۔

اب اگر کوئی یہ سمجھے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی والدہ پہلے مشرکہ تھیں، اس لیے انہیں دوبارہ زندہ کر کے دائرۂ اسلام میں داخل کیا گیا! تو یہ اُس کی سراسر نادانی اور دل کی کجی ہے؛ کیونکہ مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدَین کریمین پہلے دینِ ابراہیمی کے پیرِوکار تھے، دوبارہ زندہ کرکے اُن کو اُمّتِ محمدیّہ میں داخل کیا گیا؛ تاکہ وہ بھی درجۂ صحابیت پر فائز ہو جائیں!۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا خان فاضلِ بریلی علیہ الرحمۃ والدینِ مصطفی کے دوبارہ زندہ کیے جانے سے متعلق فرماتے ہیں کہ "حضراتِ ابوَین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کا انتقال عہدِ اسلام سے پہلے ہوا تھا، تو اُس وقت صرف اہلِ توحید واہلِ لا إلٰہ إلّا الله تھے، بعدہ ربّ العزّت جلّ جلالہ نے اپنے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صدقے میں ان پر تمامِ نعمت کے لیے اَصحابِ کہف رضی اللہ تعالٰی عنہم کی طرح انہیں زندہ کیا؛ کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر ایمان لاکر شرفِ صحابیت پاکر آرام فرمائیں، لہٰذا حکمتِ اِلٰہیہ کہ یہ زندہ کرنا حجۃ الوَداع میں واقع ہوا،

---

(۱) "الأجوِبة المرضية فيما سُئل السخاوي عنه من ...إلخ" ۳/ ۹۶۷، ۹۶۸.

جبکہ قرآنِ کریم پورا اُتر لیا، اور ﴿ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ ﴾[1] "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی" نے نُزول فرما کر دینِ الٰہی کو تام و کامل کر دیا؛ تاکہ اُن کا ایمان پورے دین کامل شرائع پر واقع ہو!"[2]۔

اصطلاحِ عرب کے سبب ایک غلط فہمی

حضرت سیّدُنا اَنس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: یارسولَ اللہ! میرا باپ کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: «فِي النَّارِ» "آگ میں" جب وہ افسردہ ہو کر واپس جانے لگا تو آپ ﷺ نے اُسے بُلا کر ارشاد فرمایا: «إِنَّ أَبِيْ وَأَبَاكَ فِي النَّارِ»[3] "میرا باپ (یعنی چچا ابو طالب) اور تمہارا باپ دونوں آگ میں ہیں"۔

عزیزانِ محترم! بعض لوگ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں، لہٰذا وہ سمجھتے ہیں کہ (معاذاللہ) شاید مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے والد مشرِک تھے، اسی لیے حضور ﷺ نے ایسا فرمایا! حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے؛ کیونکہ انہیں یہ بات خوب معلوم ہونی چاہیے کہ آزَر حضرت سیّدُنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا چچا تھا، جو کہ بُت پرست تھا، اس کے باوُجود قرآن مجید نے اسے حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا "باپ" کہا، کئی مفسّرین و مؤرّخین بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آزَر حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کا باپ نہیں بلکہ چچا تھا، اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک اصطلاحاتِ

---

(۱) پ٦، المائدة: ٣.

(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب المناقب والفضائل، رسالہ "شُمول الإسلام" ۱۹/۳۱۵۔

(۳) "صحيح مسلم" كتاب الإيمان، ر: ٥٠٠، صـ١٠٨.

عرب پر نازِل ہوا ہے، اور عرب میں پچا کے لیے بھی "باپ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنے بیٹوں سے یہ پوچھا کہ "میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟" تو انہوں نے جو جواب دیا اُسے قرآنِ پاک نے یوں بیان فرمایا: ﴿نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ﴾[1] "ہم عبادت کریں گے اُس کی جو خدا ہے آپ کا، اور آپ کے باپوں ابراہیم واسماعیل اور اسحاق کا"۔

حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیّدنا اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے ہیں، اور حضرت سیّدنا اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام آپس میں بھائی ہیں، اس لحاظ سے حضرت سیّدنا اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت سیّدنا یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پچا ہوئے، لیکن قرآنِ کریم نے اُن پر بھی حضرت سیّدنا یعقوب کے باپ ہونے کا اِطلاق فرمایا۔

علاوہ ازیں آدمی کی بہتری اسی میں ہے کہ اس مسئلہ پر اِدھر اُدھر کی ہانکنے کے بجائے حق کو قبول کرلے، یا پھر سُکوت اختیار کرے؛ کیونکہ بسا اوقات ایسی بات بھی زبان پر آسکتی ہے جو خلافِ اَدب ہو، لہذا احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے؛ کہ اسی میں انسان کی بھلائی اور عافیت ہے!۔

ائمۂ دین کا مَوقِف

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ نے ایمانِ ابوَینِ کریمین کے قائل متعدّد مفسّرین و محدّثین اور فقہائے کرام کے اسمائے گرامی نقل کیے، جن میں امام ابنِ حجر عَسقلانی، امام ابنِ عربی، امام قُرطُبی، امام رازی، علّامہ شرف الدین مُناوی، ابنِ حجر مکّی، عبدالوہّاب شَعرانی، علّامہ زرقانی، امام کردری، علّامہ ابنِ نُجیم مصری، علّامہ حَموی، علّامہ

(۱) پ۱، البقرۃ: ۱۳۳.

شِہاب الدین خفاجی، شیخ عبد الحق محدّث دہلوی، سیّد احمد طحطاوی اور علّامہ ابنِ عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہم سمیت بے شمار اکابر علماء کے نام ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ "یہ اُن اکابر کا ذکر ہے جن کی تصریحات خاص اس مسئلۂ جُزئیہ میں موجود ہیں، ورنہ بنظرِ کلّیت نگاہ کیجیے تو امام حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی، وامامِ اجلّ امامِ حرمین ابنِ سمعانی، وامام کیاہراسی، و امامِ اجلّ قاضی ابو بکر باقلّانی رحمۃ اللہ علیہم، حتیٰ کہ خود امامِ مجتہد سیّدُنا امام شافعی علیہ الرحمۃ کی نُصوصِ قاہرہ موجود ہیں، جن سے تمام آباء و امّہاتِ اقدس کا ناجی (نجات یافتہ) ہونا کالشمس والأمس رَوشن و ثابت ہے، بلکہ بالاِجماع تمام ائمۂ اَشاعرہ وائمۂ ماتُریدیہ سے مشایخِ بُخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے"[١]۔

دعا

اے اللہ! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے والدین کو جنّت الفردَوس کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجات عطا فرما، اُن کے نقشِ پا کے صدقے ہمیں دنیا وآخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرما، دینِ متین کی بے لَوث خدمت کی توفیق عطا فرما، ایک اچھا اور باعمل مسلمان بنا، اور ہمارے عقائد و اعمال کی اصلاح فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(١) "فتاویٰ رضویہ" "کتاب المناقب والفضائل، رسالہ "شُمول الاسلام" ١٩/٣٢٢ - ٣٢٥، ملخصًا۔

رسول اللہ ﷺ کی مُعاشرتی زندگی اور ہماری ذمّہ داریاں

(جمعۃ المبارک ۱۷ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ - ۱۵/۱۱/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبِهِ أجمعين.

اندھیرے سے اُجالوں کا سفر

برادرانِ اسلام! سرورِ کائنات ﷺ جب اس دنیا میں تشریف لائے، تو ہر طرف جہالت کا گھٹاٹوپ اندھیرا تھا، پورا عرب اَخلاقی بحران کا شکار تھا، دنیائے انسانیت میں عجیب سا ہیجان برپا تھا، اَخلاقی اُصول کی سرِعام پامالی اور انسانیت کی تذلیل ایک معمولی بات سمجھی جاتی تھی، ایسے بدترین اور اَخلاقیات سے عاری مُعاشرے میں، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے اپنے بلند اَخلاق اور اعمال کے ذریعے سیرت وکردار کی تعمیر کا درس دیا، اور اپنی مبارک ومقدّس ذات کو بطورِ نمونہ پیش فرمایا، بالآخر نبئ کریم ﷺ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے، اور ساری دنیا نے دیکھا کہ کس طرح رسولِ کریم ﷺ نے اَخلاقی پستیوں میں گرے، باہمی رنجشوں کے سبب ٹکڑوں میں بٹے عربوں کو، نہ صرف پیکرِ اَخلاق بنایا، بلکہ انہیں وَحدت کی لَڑی میں پرَو کر ایک ایسی متحد مسلم قوم بنایا، جو دنیا پر

حکمرانی کرنے کے باوُجود اپنی اَخلاقی پاکیزگی، اِنفرادی آزادی، اور مُعاشرے میں توازُن قائم کرنے کے سبب ایک لمبے عرصہ تک انسانیت کی علمبردار ٹھہری !۔

رسول اللہ ﷺ کا بلند اَخلاق وکردار

عزیزانِ گرامی قدر! مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی مُعاشرتی زندگی کے بے شمار پہلو ہیں، جو شخص ان پہلوؤں کی گہرائی جاننے کی جتنی کوشش کرے گا، اُسی قدر وہ اُن کی شخصیت اور سیرت وکردار سے متاثر ہوتا چلا جائے گا، حضرت سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدارِ رسالت ﷺ کے انتہائی قریبی صحابی اور وفادار خادِم ہیں، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت قریب سے دیکھا، اور دوجہاں کے تاجدار ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کا بڑی گہرائی سے مُشاہدہ کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ «خَدَمْتُ النبِيَّ ﷺ عَشَرَ سِنِيْنَ بِالْمَدِيْنَةِ وَأَنَا غُلَامٌ، لَيْسَ كُلُّ أَمْرِيْ كَمَا يَشْتَهِيْ صَاحِبِيْ أَنْ يَكُوْنَ عَلَيْهِ، مَا قَالَ لِيْ فِيْهَا: "أُفٍّ" قَطُّ، وَمَا قَالَ لِيْ: "لِمَ فَعَلْتَ هٰذَا؟" أَمْ "أَلَّا فَعَلْتَ هٰذَا"»(۱) "میں نے مدینہ منوّرہ میں نبئ کریم ﷺ کی دس ۱۰ سال خدمت کی، اور میری کم عمری کے سبب ہر کام نبئ رحمت ﷺ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوپاتا تھا، لیکن میرے کسی کام پر مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے، کبھی مجھے **"اُف"** تک نہیں کہا، اور نہ یہ فرمایا کہ **"تم نے یہ کیوں کیا؟"** یا **"ایسے کیوں نہ کیا؟"**"۔

ایک اَور روایت میں حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدارِ رسالت ﷺ کے اَخلاقِ حسنہ اور عاداتِ کریمہ سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: «لَمْ يَكُنْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَاحِشاً، وَلَا لَعَّاناً، وَلَا سَبَّاباً»(۲) "رسول اللہ ﷺ نہ فحش گو تھے، نہ

(۱) "سنن أبي داود" باب في الحلم وأخلاق النّبي ﷺ، ر: ٤٧٧٤، صـ٦٧٦.
(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٤٦، صـ١٠٥٦.

لعن طعن کرنے والے، اور نہ ہی گالی دینے والے تھے"۔

اللہ تعالی کی مخلوق سے رسولِ کریم ﷺ کس قدر پیار، شفقت اور مہربانی فرمایا کرتے، اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی، کہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا: یارسولَ اللہ! مشرکین کے لیے بددعا کیجیے! رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا: «إنِّيْ لَمْ أُبْعَثْ لَعَّاناً، وَإِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً»[1] "میں بددعا کرنے والا نہیں بھیجا گیا، بلکہ میں تو (سراپا) رحمت بناکر ہی بھیجا گیا ہوں"۔

دُکھی انسانیت کی خدمت

حضراتِ گرامی قدر! مصطفی جانِ رحمت ﷺ ذکر واَذکار اور دیگر عبادات کے ساتھ ساتھ، دُکھی انسانیت کی خدمت اور فلاح وبہبود کے اُمور میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے، اور اس سلسلے میں اپنے مقام ومرتبہ کے سبب کسی قسم کی عار محسوس نہیں فرماتے۔ نبئ پاک ﷺ کے ان معمولات کو بیان کرتے ہوئے حضرت سیّدنا عبداللہ بن اَوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُكْثِرُ الذِّكْرَ، وَيُقِلُّ اللَّغْوَ، وَيُطِيْلُ الصَّلَاةَ، وَيُقَصِّرُ الْخُطْبَةَ، وَلَا يَأنَفُ أَنْ يَمْشِيَ مَعَ الْأَرْمَلَةِ وَالْـمِسْكِيْنِ، فَيَقْضِيَ لَه الْحَاجَةَ»[2] "رسول اللہ ﷺ بکثرت ذکرِ الٰہی کیا کرتے اور فُضول کلام سے اجتناب کرتے، نماز کو طویل اور خطبہ مختصر فرماتے، اور بیوہ ومساکین کی حاجت رَوائی کے لیے ان کے ساتھ چلنے میں عار محسوس نہ فرماتے"۔

---

(۱) "صحيح مسلم" كتاب البرّ والصِلة والأدب، ر: ٦٦١٣، صـ١١٣٤.

(۲) "سنن النَسائي" كتاب الجمعة، ر: ١٤١٠، الجزء٣، صـ١٠٨.

مخلوق کی حاجت رَوائی

حضرتِ سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مَروی ہے، ایک شخص حضور نبیٔ کریم رؤف ورحیم ﷺ کے پاس آکر عرض گزار ہوا: یارسولَ اللہ! لوگوں میں سے کون اللہ کو زیادہ پسند ہے؟ اور اعمال میں سے کونسا عمل اللہ تعالی کے ہاں زیادہ محبوب ہے؟ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى الله تَعَالَى: أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ، وَأَحَبُّ الأَعْمَالِ إِلَى الله تَعَالَى: سُرُورٌ تُدْخِلُهُ عَلَى مُسْلِمٍ، أَوْ تَكْشِفُ عَنْهُ كُرْبَةً، أَوْ تَقْضِي عَنْهُ دَيْناً، أَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوعاً، وَلَأَنْ أَمْشِيَ مَعَ أَخٍ فِي حَاجَةٍ، أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَعْتَكِفَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ -يَعْنِي مَسْجِدَ الْمَدِينَةِ- شَهْراً»[1] "اللہ تعالی کے ہاں لوگوں میں زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ فائدہ پہنچائے، اور اللہ تعالی کو اعمال میں زیادہ محبوب عمل یہ ہے، کہ تم کسی مسلمان کو خوشی دو، یا اُس کی کسی پریشانی کو دُور کردو، یا اُس کا قرض چکادو، یا اُس کی بُھوک مِٹادو، اور میں کسی بھائی کی حاجت رَوائی کے لیے چلوں، یہ مجھے اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں مسجدِ نبوی میں ایک مہینہ اعتکاف کروں!"۔

حضراتِ محترم! لوگوں کی حاجت رَوائی، انسانی ہمدردی اور اچھے اَخلاق کی علامت ہے، ایک مہذَّب مُعاشرے کا اچھا فرد ہونے کے ناطے، ہم پر لازم ہے کہ اپنے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور دوستوں کی ضروریات کا بھی خیال رکھیں، اور مشکل وقت میں ان کے کام آئیں، اگر کوئی حاجت مند ہو تو اس کی حاجت رَوائی کریں، یا کسی کا کہیں کوئی کام پھنسا ہو تو اس کی سفارش کردیں۔

---

(۱) "المعجم الکبیر" ر: ۱۳٦٤٦، ۱۲/ ۳٤٦، ۳٤۷.

یقین جانیے! اگر ہم ان چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا شروع کر دیں، اور ان پر عمل پیرا ہو جائیں، تو ہمارا سارا مُعاشرہ محبت، اُلفت اور خوشیوں کا گہوارہ بن جائے گا، جس کا فائدہ خود ہم سمیت معاشرے کے ہر فرد کو ہوگا، لیکن ایک مہذّب مُعاشرے کا مثالی فرد بننے کے لیے ضروری ہے، کہ ہم مصطفی جانِ رحمت ﷺ کی مقدّس ذات کو اپنا رول ماڈل (Role Model) بنائیں، اور اُن کی سیرت، کردار اور مُعاشرتی زندگی کی پیروی کریں؛ کہ ہماری فلاح کا راز اِسی میں پنہاں ہے۔ اللہ رب العزّت ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[۱] "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے"۔

سرورِ کائنات کی سماجی زندگی

حضراتِ گرامی قدر! انسانی مُعاشرے کی بہتر تشکیل، انسان کی اَخلاقی خوبیوں کی بنیاد پر ہوتی ہے، جو مصطفی جانِ رحمت ﷺ میں بدرجہ اتم موجود ہیں، سرورِ کائنات ﷺ کی مُعاشرتی زندگی ایک بہترین اور کامل انسان کی زندگی ہے، مُعاشرے کے کمزور افراد کی خبر گیری اور مدد، نبئ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کی رَوشن مثالیں ہیں۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ ہر سوالی کی حاجت رَوائی فرماتے، اور کسی کو اپنے دَر سے خالی ہاتھ نہ لَوٹاتے۔ حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: «مَا سُئِلَ النبيُّ ﷺ عَنْ شَيْءٍ قَطُّ فقال: لَا»[۲] "ایسا کبھی نہیں ہوا کہ نبئ کریم ﷺ سے کسی نے کچھ مانگا ہو، اور آپ ﷺ نے جواب میں "نہ" ارشاد فرمایا ہو"۔

---

(۱) پ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

(۲) "صحيح البخاري" كتاب الأدب، ر: ٦٠٣٤، صـ١٠٥٤.

سرکارِ دوعالَم کا دستِ جُود و سخا

حضرت سیّدنا انَس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: «فَجَاءَهُ رَجُلٌ فَأَعْطَاهُ غَنَماً بَيْنَ جَبَلَيْنِ، فَرَجَعَ إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ: يَا قَوْمِ أَسْلِمُوْا؛ فَإِنَّ مُحَمَّداً ﷺ يُعْطِي عَطَاءً مَنْ لَا يَخْشَى الْفَاقَةَ»[1] "ایک شخص مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے حضور حاضر ہوا، تو دو جہاں کے سردار ﷺ کے دستِ جُود و سخا نے اُس کو اتنی بکریاں عطا فرمائیں جن سے دو۲ پہاڑوں کے درمیان کی وسیع وادی بھر گئی، وہ لَوٹ کر جب اپنی قوم کے پاس پہنچا تو ان سے کہنے لگا کہ "اے میری قوم! اسلام قبول کرلو؛ کیونکہ محمد ﷺ جب کسی کو کچھ عطا فرماتے ہیں، تو پھر اسے فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں رہتا!"۔

رسول اللہ کا عفو و درگزر

عزیزانِ ملّتِ اسلامیہ! مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کی مُعاشرتی زندگی کا ایک حسین پہلو، آپ کا عفو و درگزر بھی ہے، کفّار و مشرکین نے تبلیغِ اسلام کے مقدّس جُرم کی پاداش میں، نبئ رحمت ﷺ کو بڑی تکلیفیں پہنچائیں، لیکن قدرت رکھنے کے باوُجود رحمتِ عالمیان ﷺ نے ان سے کسی قسم کا کوئی بدلہ نہ لیا، ان کے حق میں بددعا تک نہ فرمائی، بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے انہیں مُعاف فرمادیا۔

فتحِ مکہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے سامنے کفّار کے اُن شکست خوردہ، اور نامی گرامی سرداروں کو پیش کیا گیا، جنہوں نے اسلام کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، سرورِ کونین ﷺ کی شان میں نازیبا کلمات بکے تھے، سرکارِ اَبد قرار

---

(١) "صحيح مسلم" كتاب الفضائل، باب في سخائه ﷺ، ر: ٦٠٢٠، صـ١٠٢١.

ﷺ کو پتھر مار مار کر لہولہان کیا تھا، تاجدارِ کائنات ﷺ کی جان لینے کی ناپاک سازشیں کی تھیں، مدنی آقا ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے، سرکارِ دوعالم ﷺ کے پیارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم پر ہر طرح کا ظلم وستم کیا تھا، انہیں تپتی ریت اور دہکتے کوئلوں پر لِٹایا تھا، آگ سے اُن کے مبارک اور نازُک اَجسام کو داغا تھا، رسولِ کریم ﷺ کے پیارے چچا سیّد الشہداء حضرت سیِّدُنا امیر حمزہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کلیجے کو کچا چبایا تھا، یہ سارے مجرِم مصطفٰے کریم ﷺ کے سامنے حاضر ہیں، ہزاروں جاں نثار صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی تلواریں اُن کے سر قلم کرنے کے لیے صرف ایک اشارۂ اَبرُو کی منتظر ہیں، انتقام اور بدلہ لینے پر پوری قدرت کے باوُجود، مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ نے عام مُعافی کا اعلان فرما کر حُسنِ مُعاشرت کی ایسی عظیم اور عالمگیر مثال قائم فرمادی، کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی!! صرف یہی نہیں بلکہ بلند اَخلاق اور سیرت وکردار کی ایسی جیتی جاگتی، دائمی و عالمگیر مثال قائم فرمائی، کہ آسمانِ دنیا کو اب دوبارہ کبھی دیکھنے کو نہیں ملے گی!!۔

سروَرِ کائنات کی انسانی ہمدردی

حضراتِ محترم! آج ہمارے مُعاشرے کو جن چیلنجز (Challenges) کا سامنا ہے، اور اِفراط وتفریط کی جن پریشانیوں سے ہم دوچار ہیں، اگر مصطفٰے جانِ رحمت ﷺ کے مبارک اُسوۂ حسنہ (Exemplary character) اور حیاتِ طیّبہ سے رَوشنی لی جائے، تو بلا خَوف وتردُّد یہ بات کہی جاسکتی ہے، کہ مُحسنِ انسانیت ﷺ کی مُعاشرتی زندگی میں، اُن تمام چیلنجز(Challenges) اور مسائل کا حل موجود ہے۔ آج حق تلفی، مفاد پرستی اور خود غرضی کا دَور دَورہ ہے، ہر شخص اپنے مَفادات کا تحفُّظ کررہا ہے،

لیکن قربان جائیے مصطفی جانِ رحمت ﷺ پر! کہ جنہیں فکر لاحق ہے توانسانیت کی، انسانی ہمدردی اور فلاح و بہبود میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے فرامین مینارۂ نور کی حیثیت رکھتے ہیں! حضرت سیّدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے، دوجہاں کے سردار ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَا يُؤمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ»[۱] "تم میں کوئی اُس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا، جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے!"۔

مُعاشرتی بُرائیوں کا سدِّباب اور ہماری ذمّہ داری

حضراتِ گرامی قدر! ایک وقت وہ تھا جب سرورِ کائنات ﷺ کی سیرت وکردار سے متاثر ہوکر، کفر وضلالت کے بادَل چھٹے، چہار سُو توحید کا نُور پھیلا، جس کے نتیجے میں مدینۃُ الرسول میں ایک مثالی مُعاشرہ تشکیل پایا، اس کی بے شمار امتیازی خصوصیات اور کمالات نے ساری دنیا کو متاثر کیا، اور اسلام بلادِ عرب سے نکل کر پوری دنیا میں پھیلتا چلا گیا، صدیوں بعد گردشِ زمانہ اور مسلمانوں کی دِین سے دُوری وبے راہ رَوی کے سبب، اس مثالی مُعاشرے کی خصوصیات میں کمی واقع ہوتی گئی، اور آج حال یہ ہے کہ اَخلاقی طَور پر ہمارا دیوالیہ نکل چکا ہے! گناہوں کی بہتات نے تباہی کے دہانے پہ لاکھڑا کیا ہے، فحاشی وعُریانیت ہمارے مُعاشرے میں سرایت کر چکی ہے، اور آج ہماری اَخلاقی بدحالی کا یہ عالم ہے کہ ہم مسلمانوں میں اِیثار وقربانی، ہمدردی اور خدمتِ خَلق کا جذبہ مفقود ہوتا جارہا ہے، ہمارے مُعاشرے میں جھوٹ، غیبت، بے حیائی اور سُود خوری کی لعنت عام ہوتی جارہی ہے، ہماری نسلِ نَو بے راہ رَوی کا شکار

(۱) "صحيح البخاري" كتاب الإيمان، ر: ۱۳، صـ۵.

ہوچکی ہے، نشہ آوَر اشیاء سرِ عام فروخت ہو رہی ہیں، زِنا کاری، چوری چکاری کی وارداتیں اب معمول کی بات لگتی ہیں، ہماری زبُوں حالی اس قدر بڑھ چکی کہ کوئی بُرائی کو چھوڑنا تو درکنار، اسے برائی سمجھنے کے لیے بھی تیار نہیں، بحیثیتِ قوم ہم تباہ وبرباد ہو چکے ہیں، اور ہماری عزّت، ذِلّت ورُسوائی میں تبدیل ہوچکی ہے، دین کی حقیقی تعلیمات اور مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسَنہ پر عمل پیرا ہونے کے بجائے ہم بے جا رَسم ورَواج کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں، ہماری نوجوان نسل اسلامی تہذیب و تمدُن اور اَخلاقی صفات سے عاری اور نابلد ہے!۔

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہمارے مُعاشرے میں پنپنے والی یہ وہ برائیاں ہیں جن کے سبب ہماری قوم، سماجی، مُعاشرتی اور اقتصادی اعتبار سے انتہائی کمزور ہوچکی ہے، ایسی دِگرگوں حالت میں ہمیں چاہیے کہ اسلام کی ترویج واِشاعت اور ایک صالح مُعاشرے کی تشکیل کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کریں، ہم اُن مُعاشرتی برائیوں اور اُن کے دنیاوی واُخروی نقصانات سے آگاہی حاصل کریں، خوفِ خدا پیدا کریں، اللہ عزّوجلّ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِطاعت کا جذبہ بیدار کریں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں، اور سروَرِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات اور اُسوۂ حسنہ کی رَوشنی میں ایک مہذّب اور صالح مُعاشرہ کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کریں!!۔

یقین جانیے! اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے، تو ایک مہذّب اور منظّم اسلامی مُعاشرہ کی تشکیل میں حائل ہر رُکاوٹ خود بخود دُور ہوتی چلی جائے گی، جس کا فائدہ یہ ہوگا کہ ہمارا یہ مُعاشرہ حسد وعناد، بُغض وکینہ، بداَندیشی وبدکاری، حق تلفی واِیذاء رَسانی، جور وستم وغیرہ جیسی تمام قباحتوں سے پاک وصاف ہوجائے گا، اس مُعاشرے

کا ہر فرد محبت واُخوّت، اَمانت و دِیانت، خُلوص واِیثار، خیر اندیشی اور خیر خواہی کے رُوح پروَر اور ایمان افروز جذباتِ ذکیہ سے معطّر ہو جائے گا، ان شاء اللہ عزّوجلّ !۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں مصطفی جانِ رحمت ﷺ کے اُسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق مرحمت فرما، ان کی سنّتوں کے مطابق زندگی گزارنے کی سوچ عطا فرما، اور اسلامی وفلاحی مُعاشرے کی تشکیل میں ہمیں اپنا کردار ادا کرنے کا جذبہ عنایت فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

سیرتِ رسول ﷺ کے کچھ رَوشن پہلو

(جمعۃ المبارک ۲۴ ربیع الاوّل ۱۴۴۱ھ-۲۲/۱۱/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِهِ وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِهِ وصَحبِهِ أجمعين.

دعوتِ اسلام

برادرانِ اسلام! جب نبئ رحمت ﷺ نے کفر وشرک کے دَلدَل میں پھنسے لوگوں کو توحید کی دعوت دینا شروع کی، تو اس پر اہلِ مکہ آپ ﷺ کی دشمنی پر اُتر آئے، اور رسولِ کریم ﷺ اور ایمان لانے والوں کو تکلیفیں پہنچانا شروع کر دیں، ایسے میں مصطفی کریم ﷺ کے چچا ابو طالب نے ڈھال (Shield) بن کر آپ کی مدد کی، ابتدائی تین ۳ سالوں تک تو رحمتِ عالمیان ﷺ چھپ چھپ کر اسلام کی دعوت دیتے رہے، اور جب یہ آیاتِ مبارکہ نازل ہوئیں: ﴿فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ۝۹۴ اِنَّا كَفَیْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِیْنَ ۝۹۵ الَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝۹۶ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ یَضِیْقُ صَدْرُكَ بِمَا یَقُوْلُوْنَ ۝۹۷ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ

رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَ اعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾[1] "تو اعلانیہ کہہ دیجیے جس بات کا آپ کو حکم ہے، اور مشرکوں سے منہ پھیر لیجیے، یقیناً ان ہنسنے والوں پر ہم تمہیں کفایت کرتے ہیں، جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں تو اب جان جائیں گے، اور یقیناً ہمیں معلوم ہے کہ ان کی باتوں سے آپ دل تنگ ہوتے ہیں، تو اپنے رب کو سراہتے ہوئے اُس کی پاکی بولیے اور سجدہ والوں میں ہو جائیے، اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہیے!" تو آپ ﷺ نے اعلانیہ طَور پر دعوتِ اسلام دینا شروع کر دی، جب آیتِ مبارکہ: ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾[2] "اے حبیب! اپنے قریب تر رشتہ داروں کو خوفِ خدا دلائیے!" نازِل ہوئی تو نبیٔ کریم ﷺ نے صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر آواز لگائی، اور جب آپ ﷺ کے خاندان کے لوگ اکٹھے ہوگئے، تو مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: «أَرَأَيْتكُم لَوْ أَخبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلاً بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟» "اگر میں یہ کہوں کہ اِس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر ہے، جو تم پر حملہ آوَر ہونا چاہتا ہے، تو کیا تم لوگ میری بات مان لو گے؟" سب نے بیک زبان کہا کہ کیوں نہیں مانیں گے؟ جبکہ ہم میں سے کسی نے بھی کبھی آپ کو جھوٹ کہتے نہیں پایا! یہ سن کر نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: «فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ» "تو میں تم لوگوں کو اللہ کے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں!" اِس پر لوگ طرح طرح کی باتیں کرنے لگے، ابولہب نے تو یہاں تک کہا کہ تیری بربادی ہو، کیا تُو نے ہمیں اِسی لیے جمع

---

(۱) پ۱٤، الحجر: ۹٤-۹۹.

(۲) پ۱۹، الشعراء: ۲۱٤.

کیا تھا؟اِس پر اللہ تعالی کی طرف سے ابولہب کی مذمّت میں سورۂ لہب کی آیتیں نازل ہوئیں، ارشادِ خداوندی ہے: ﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ ؕ مَاۤ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ﴾(۱) "تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ، اور وہ تباہ ہو ہی گیا! اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال، اور نہ وہ کچھ جو اس نے کمایا"۔

کثرت سے گریہ وزاری

عزیزانِ محترم! اگرچہ مصطفی جانِ رحمت ﷺ، بلکہ سارے انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک ہیں، معصوم ہیں، اس کے باوُجود حضورِ اکرم ﷺ کثرت سے گریہ وزاری کرتے، راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے قدم مبارک پر وَرم (Swelling) آجاتا، جب خدمتِ اقدس میں عرض کی جاتی کہ آپ معصوم ہیں اس کے باوُجود ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو فرماتے: «أَفَلَا أَكُونُ عَبْداً شَكُوراً؟»(۲) "کیا میں اپنے رب تعالی کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟"۔

اہل وعِیال کے ساتھ حضورِ اکرم کا حُسنِ سُلوک

حضراتِ گرامی قدر! اہل وعِیال کے ساتھ سرکارِ اَبد قرار ﷺ ہمیشہ حُسنِ سُلوک، ادب واحترام اور اچھی گفتگو کے ساتھ پیش آتے، دوسروں سے بھی ارشاد فرمایا: «خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ، وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ»(۳) "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ اچھا ہے، اور میں اپنے اہل وعِیال کے ساتھ تم سب سے اچھے سُلوک والا ہوں"۔ اس کے علاوہ عدل وانصاف، شکر

---

(۱) "صحيح البخاري" كتاب التفسير، ر: ٤٧٧٠، صـ٨٣٦، ٨٣٧.
(۲) المرجع نفسه، ر: ٤٨٣٦، صـ٨٥٦.
(۳) "سنن الترمذي" أبواب المناقب، ر: ٣٨٩٥، صـ٨٧٨.

واِحسان، رَواداری، خَلقِ خدا کی حاجت رَوائی، آدابِ مُعاشرت، نرمی وآسانی، اِعتِدال ومَیانہ رَوی، اتفاق واتحاد وغیرہ، الغرض رَحمتِ عالَمیان ﷺ نے ہر جگہ ہماری مکمل رَہنمائی فرمائی، زندگی کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا!۔

رسول اللہ کے تعلیم کردہ اَخلاق

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! حضورِ اکرم ﷺ کی پیروی ہمارے لیے بہترین ذریعۂ نَجات ومشعلِ راہ ہے، ربِّ کریم جَلَّ جَلالُہ کا فرمانِ عالی شان ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[1] "یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی ہی بہتر ہے"۔ مفسّرینِ کرام فرماتے ہیں کہ اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا، کہ حضورِ اکرم ﷺ کی حیاتِ طیّبہ سارے انسانوں کے لیے نمونۂ حیات ہے، زندگی کا کوئی شُعبہ اس سے باہر نہیں، رب تعالی نے حضور ﷺ کی حیاتِ طیّبہ کو اپنی قدرت کا نمونہ بنایا ہے، لہذا کامیاب زندگی وہی ہے جو اُن کے نقشِ قدم پر ہو، اگر ہمارا جینا مرنا، سونا جاگنا حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر ہو جائے، تو یہ سارے کام عبادت بن جاتے ہیں[2]۔

لہٰذا ہمیں بھی سرورِ عالَم ﷺ کی سیرتِ طیّبہ پر بھرپور طریقے سے عمل کرنا ہے؛ کہ اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی ہے۔ محسنِ اِنس وجاں ﷺ اَخلاقیات کے اعلی ترین مقام پر فائز اور بہترین آئیڈیل (Ideal) ہیں، کسی نے جب حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیّبہ طاہرہ رَضِیَ اللہُ تَعالیٰ عَنہا سے، والئ کونین ﷺ کے اَخلاقِ

---

(۱) پ۲۱، الأحزاب: ۲۱.

(۲) "تفسیر نور العرفان" پ۲۱، الاَحزاب، زیرِ آیت:۲۱، ص۶۷۱، ملتقطاً۔

کریمہ کے بارے میں پوچھا، تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب ارشاد فرمایا: «كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ»(۱) "خود قرآنِ کریم ہی حضور ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ ہیں"۔ آپ ﷺ کے اَخلاقِ کریمہ کی گواہی قرآنِ مجید کے ساتھ ساتھ، آپ کی اَزواجِ مطہّرات، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، حتی کہ آپ ﷺ کے بدترین مخالفین نے بھی دی، لہٰذا آج ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور سیرتِ طیّبہ کو اپنانے کی شدید ضرورت ہے!!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں رسولِ اکرم ﷺ کی سنّت وسیرت اور ان کی تعلیمات پر خوب عمل کی توفیق عطا فرما، دینِ متین کی بے لَوث خدمت کی توفیق عطا فرما، ایک اچھا اور باعمل مسلمان بنا، ہمارے عقائد واعمال کی اصلاح فرما، اور اپنے ظاہری وباطنی خزانوں سے ہماری مدد فرما، آمین یا ربّ العالمین!۔

(۱) "مُسند الإمام أحمد" مسند السيِّدة عائشة رضي الله تعالى عنها، ر: ٢٤٦٥٥، ٩/ ٣٨٠.

صُوفیائے کرام اور اُن کی تعلیمات

(جمعۃ المبارک ا ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ-۲۹/۱۱/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ بالله مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

تصوُّف کی تعریف

برادرانِ اسلام! حضرت امام ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ "نصر اباذی کہتے ہیں، کہ تصوُّف کی حقیقت یہ ہے کہ انسان قرآن وسنّت پر کاربند رہے، خواہشات اور بدعتوں کو ترک کردے، اور بزرگانِ دِین کا احترام وتعظیم کرے"[1]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ حقیقتِ تصوُّف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالُف (تضاد) نہیں، اس (تضاد) کا مدّعی اگر بے سمجھے کہے تو نِرا جاہل ہے، اور سمجھ کر کہے تو گمراہ بد دِین ہے۔ شریعت حضورِ اقدس سیّدِ عالَم ﷺ کے اقوال ہیں، اور طریقت حضور کے اَفعال، اور حقیقت حضور کے اَحوال، اور معرفت حضور کے علومِ بے مثال"[2] کا نام ہے۔

(١) "الرسالة القشَيرية" باب في ذكر مشايخ هذه الطريقة، صـ٦٣.
(۲) "فتاوی رضویہ" "کتاب الحظر والإباحۃ، شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت... الخ، ۱۰۶/۱۷۔

تو جو لوگ ان باتوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں، وہ قرآن وحدیث کے مطالعہ میں مصروف رہتے، اور قناعت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان حضرات نے پیار، محبت، اَخلاق، ضبطِ نفس اور باہمی رَواداری کی تعلیمات کو عام کیا، مُعاشرے کے دھتکارے ہوئے لوگوں کو اپنے سینے سے لگایا، شدّت وانتہاء پسندی کی نفی کی، اور اپنے عمل کے ذریعے اسلام کی حقیقی تعلیمات کو عام کیا، ان بزرگوں کی رُوحانی طاقت، کردار وگفتار اور خُلوص واِیثار کے ذریعے ایسی فضاء قائم ہوئی، جو اَمن وآشتی، تزکیۂ نفس اور اِصلاحِ مُعاشرہ کی ضامِن تھی!!۔

صُوفیائے کرام کا مقام ومرتبہ

عزیزانِ محترم! اللہ تعالی کی بارگاہ میں اِن نُفوسِ مقدّسہ کا مقام ومرتبہ نہایت اَرفع واعلی ہے، رب تعالی اپنے فضل وکرم سے انہیں اپنا قُربِ خاص عطا فرماتا ہے، اللہ تعالی کے نیک بندے در حقیقت سرورِ کونین ﷺ کے نائبین ہوا کرتے ہیں، انہیں مخلوق کی تربیت ورَہنمائی کا ذریعہ بنایا گیا ہے، خالقِ کائنات جلّ جلالہ نے ان کی شان بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ﴾[1] "سُن لو یقیناً اللہ تعالی کے ولیوں پر نہ کچھ خَوف ہے نہ کچھ غم!"۔

اللہ تعالی کے بہترین بندے

حضراتِ گرامی قدر! ان مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے دل ہر وقت ذکرُ اللہ میں مستغرِق رہتے ہیں، ان کے شب وروز تسبیح وتہلیل میں گزرتے ہیں، ان کے دل اللہ ورسول کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں، ان کی کسی سے دوستی اور دشمنی بھی اللہ ورسول ہی کی

(١) پ١١، یونس: ٦٢.

خاطر ہوا کرتی ہے، یہ حضرات اِطاعتِ الٰہی پر ہمیشگی اختیار کرتے ہیں، جبکہ نافرمانی و دنیاوی لذّتوں میں مشغولیت سے اجتناب کرتے ہیں، پروَردگارِ عالَم جَلَّ جَلَالُہ اپنے ان محبوب بندوں کی ہر طرح مدد فرماتا ہے، دینِ اسلام کے اَسرار ورُموز اور اس کی تبلیغ میں ان کی رَہنمائی فرماتا ہے، ان کے قُلوب واَذہان میں اللہ ورسول کی محبت وعقیدت کمال درجہ ہوتی ہے، ان کی گفتگو وخاموشی پُر تاثیر ہوا کرتی ہے، ان کے سینوں سے علم کے چشمے پھُوٹتے ہیں، شریعتِ محمدی کے عامل اور پیکرِ حُسنِ اَخلاق ہوا کرتے ہیں، پیغامِ اسلام کو مخلوق تک پہنچانے میں یہ حضرات تاریخ ساز کردار ادا کرتے ہیں، اور یہی لوگ اللہ تک پہنچنے کا خوبصورت اور آسان راستہ ہیں، ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر بندہ اپنے پروَردگار کی بارگاہ تک رَسائی حاصل کر سکتا ہے، ان کی صحبت یادِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔

حدیث شریف میں انہی درویش صفت ہستیوں کو اللہ تعالی کے بہترین بندے قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا عبد الرحمن بن غنم رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صَلَّى اللهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: «خِيَارُ عِبَادِ اللهِ الَّذِينَ إِذَا رُؤُوا، ذُكِرَ اللهُ»[1] "اللہ تعالی کے بہترین بندے وہ ہیں، جنہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے"۔

شارحِ "مشکاۃ" علّامہ طیبی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ اس حدیثِ پاک کی شرح میں لکھتے ہیں کہ "ان کے چہروں پر اَنوار وآثارِ عبادت ایسے ہوں، کہ انہیں دیکھتے ہی رب عَزَّوَجَلَّ یاد آجائے، ان کے چہرے آئینۂ خدانما ہوتے ہیں"[2]۔ اللہ کریم کے ان بندوں کی صحبت سے نا صرف ظاہر سَنور تا ہے، بلکہ باطن کی بھی اِصلاح کا سامان ہوجاتا ہے۔

---

(١) "مُسند الإمام أحمد" مسند الشاميّين، ر: ١٨٠٢٠، ٦/ ٢٩١.

(٢) "الكاشف عن حقائق السنن" كتاب الآداب، تحت ر: ٤٨٧٢، ٩/ ١٢٤.

صُوفیائے کرام کی سماجی خدمات

حضراتِ ذی وقار! صُوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہ ملّتِ اسلامیہ کا وہ طبقہ ہیں، جنہوں نے ہر دَور میں رُوحانی پاکیزگی، اور اپنے کردار وعمل سے اسلام کے ظاہر وباطن کی حفاظت کی، انہوں نے ظلم، جہالت، شرک ومعصیت کی تاریکیوں میں محبت، علم، امن، رُشد وہدایت، نیکی وتقویٰ، اِیثار وقربانی اور بھائی چارے کی شمعیں رَوشن کیں، اپنے حُسنِ سُلوک اور طرزِ عمل کے ذریعے مُعاشرے میں پھیلی تمام خرابیوں، مثلاً ذات پات اور امیر غریب کے فرق کو ختم کیا، ان حضرات کا سُلوک سب کے ساتھ یکساں اور ہمدردانہ ہوا کرتا ہے، انہوں نے باہمی رَواداری کو فروغ دے کر مُعاشرے میں اتحاد واتفاق اور جذباتی ہم آہنگی پر مبنی خوشگوار مُعاشرتی ماحول پیدا کیا۔ یہ حضرات امن کے حقیقی سفیر ہیں، اور انہی کی تعلیمات کے صدقے آج دنیا کے اکثر خطوں (Regions) میں امن وامان قائم ہے!۔

رَواداری کی تلقین

عزیزانِ محترم! فکری واعتقادی، رنگ ونسل اور زبان ووطن کی بنیاد پر کسی عصبیت کا شکار ہوئے بغیر، تحمّل وبُردباری کے ساتھ کسی دوسرے کو برداشت کرنا رَواداری کہلاتا ہے۔ حضراتِ صُوفیائے کرام رَحِمَہُمُ اللّٰہ نے اپنی فراخ دلی اور وسعتِ قلبی کے ذریعے امن وسکون، برداشت، رعایت، تحمّل، وضع داری، ہر ایک کے ساتھ یکساں برتاؤ، اور نرمی اپنا کر جس قدر رَواداری کا مُظاہرہ کیا ہے، معاشرے کے کسی اَور طبقے میں اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی!۔

حضراتِ گرامی قدر! رَواداری کی بنا پر مُعاشرے میں عفو ودرگزر، اُخوّت اور بھائی چارے کے جذبات پرورِش پاتے ہیں، ایک مسلمان دوسروں کے ساتھ مُعاملات میں ان کا رَوادار ہوتا ہے، دوسروں کی زیادتی وسختی پر صبر ونرمی اختیار کرتا ہے۔ دینِ اسلام ہمیں ایسے ہی خواص اپنانے کی ترغیب دیتاہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(1) "غصہ پینے والے، اور لوگوں سے درگزر کرنے والے، اور نیک لوگ اللہ کے محبوب ہیں"۔

ایک اَور مقام پر ارشاد فرمایا: ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾(2) "اے حبیب مُعاف کرنا اختیار کیجیے! بھلائی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے منہ پھیر لیجیے!"۔

غیر مسلموں کے ساتھ بھی حُسنِ سُلوک

میرے محترم بھائیو! اسلام جہاں مسلمان کو یہ حکم دیتاہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ رَواداری کا مُعاملہ کرے، اسی طرح وہ مسلمان کو یہ بھی حکم دیتاہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ بھی حُسنِ سُلوک سے پیش آئے، ان کے ساتھ احسان وبھلائی کرے، انہیں بلاعُذرِ شرعی کسی قسم کی تکلیف نہ دے، ان کے ساتھ عدل وانصاف کا مُعاملہ کرے، اور اپنے وطن میں اِن لوگوں کے جان ومال اور عزّت وآبرُو کی حفاظت کرے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

---

(١) پ٤، آل عمران: ١٣٤.

(٢) پ٩، الأعراف: ١٩٩.

الْمُقْسِطِيْنَ﴾[۱] "اللہ تمہیں اُن کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا، جو تم سے دِین کے مُعاملے میں نہ لڑیں، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالیں، اور اُن سے انصاف کا برتاؤ کرو، یقیناً انصاف والے اللہ تعالی کو محبوب ہیں"۔

حضراتِ گرامی! یہ اسلام ہی کا طرّۂ امتیاز ہے کہ وہ اپنے پَیرو کاروں کو دیگر اَدیان کے ماننے والوں کے ساتھ بھی، احسان ورَواداری کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتا ہے۔ چونکہ سابقہ اَدیان وکُتبِ سَماویّہ اور دینِ اسلام کے مابین، اللہ تعالی، فرشتوں، آسمانی کتابوں، رسولوں، یومِ آخرت اور اچھی بُری تقدیر پر ایمان، عدل وانصاف، باہمی رَواداری، عفو ودرگزر، صِلہ رِحمی، اتفاق واتّحاد، امن وآشتی، باہمی محبت وشفقت، مقدّس مقامات اور عبادت گاہوں کے تحفُّظ جیسے بعض مُعاملات مشترک ہیں، لہٰذا سبھی کو ان اُمور پر عمل پیرا ہونا چاہیے؛ تاکہ مُعاشرے میں امن وامان کی فضاء برقرار رہے، اور مذہبی بنیادوں پر کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہو!۔

عفوودرگزر کی تعلیم

برادرانِ ملّتِ اسلامیہ! دینِ اسلام ایک مسلمان کو ہمیشہ مثبت طرزِ عمل اپنانے، باہم رحمدلی اور ایک دوسرے کی غلطیوں کوتاہیوں کو مُعاف کرنے کی تعلیم دیتاہے، احادیثِ مبارکہ میں اس بات کی بڑی تلقین اور فضیلت بیان کی گئی ہے، مصطفی جانِ رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: «ارْحَمُوْا تُرْحَمُوْا، وَاغْفِرُوْا يَغْفِرِ اللهُ لَكُمْ!»[۲] "رحم کرو، تم پر بھی رحم کیا جائے گا! اور لوگوں کو مُعاف کیا کرو، اللہ تعالی بھی تم سے درگزر فرمائے گا!"۔

(۱) پ۲۸، الممتحنة: ۸.
(۲) "مُسند الإمام أحمد" مسند عبد الله بنِ عمرو، ر: ۷۰۶۲، ۲/ ۶۸۲.

جانِ برادر! یہی وجہ ہے کہ صُوفیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم نے بھی، خَلقِ خدا کو ہمیشہ عفو ودرگزر سے کام لینے کی تعلیم دی، اور تشدُّد، مار پیٹ اور انتقامی سوچ کی حَوصلہ شکنی فرمائی۔

پیارے بھائیو! صُوفیائے کرام قَدَّسَ اللہُ اَسرارَہم کی عفو ودرگزر پر مبنی ان تعلیمات کے پسِ پردہ، مقاصدِ حسَنہ یہی ہیں کہ مُعاشرے میں انتقامی سوچ کا خاتمہ ہو، اور امن وامان کا بول بالا ہو!؛ کیونکہ حالات وواقعات بتاتے ہیں کہ جب انتقام کی آگ ایک بار بھڑک اٹھے تو یہ نسلوں تک چلتی ہے، جس سے سوائے جان، مال اور وقت کے ضیاع کے کچھ ہاتھ نہیں آتا، نیز مُعاشرے کا امن وامان بھی تہہ وبالا ہو جاتا ہے۔

انسان کی رُوحانی تعلیم وتربیت

حضراتِ محترم! صُوفیائے کرام رَحْمَۃُ اللہِ عَلَیْہِم نے مادّیت کے دَلدَل میں پھنسی انسانیت کی اصلاح کے لیے، دینِ اسلام کے رُوحانی پہلوؤں پر خاص توجہ مرکوز فرمائی، اور رُوحانیت کا طریق اپنایا، انسان کو اس بات کی تعلیم دی کہ وہ زُہد کو اپنا اَوڑھنا بچھونا بناکر، اور نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرکے، خود کو ترکِ لذّات وشَہوات پر آمادہ کرے، سب سے پہلے اپنے ظاہر وباطن کی اصلاح کرے، ہر وقت اپنا مُحاسبہ کرتا رہے، اور اپنے اندر سے باطنی بیماریوں اور آلائشوں کو دُور کردے، دل کی دنیا کو رُوحانیت سے آباد کرے، اپنے اعمال وکردار سے مخلوقِ خدا کا بھلا کرے، دنیا کی رنگینیوں اور اس کے فتنوں میں پڑنے سے اجتناب کرے؛ کہ اس میں اسی کی بھلائی ہے؛ کیونکہ اللہ ربّ العزّت کو تو ہماری عبادتوں ریاضتوں کی کوئی ضرورت نہیں، اُس کی ربوبیت ہمارے مُجاہدوں اور مُراقبوں کی محتاج نہیں، وہ ان سب چیزوں سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے، اللہ جَلَّ جَلالُہٗ کا قرآنِ پاک میں ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ

لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ﴾[1] "جو اللہ کی راہ میں کوشش کرے تو اپنے ہی بھلے کی کوشش کرتا ہے، یقیناً اللہ سارے جہان سے بے پرواہ ہے!"۔

یقین جانیے! اگر ہم نے اپنے سچے مَن سے اپنی ظاہری وباطنی اصلاح کرنے، اور اللہ جَلَّ جَلالُہ کی خوشنودی کے حُصول کو اپنا مقصدِ حیات بنا لیا، تو ہر رُکاوَٹ خود بخود دُور ہوتی چلی جائے گی، اور نصرتِ الٰہی کے سبب منزلِ مقصود تک پہنچانے والے راستے اپنے آپ دکھائی دینے لگیں گے؛ کیونکہ اللہ رب العزّت نے قرآنِ پاک میں اس بات کا وعدہ فرمایا ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: ﴿ وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾[2] "جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے، اور یقیناً اللہ نیکوں کے ساتھ ہے"۔

شریعت وطریقت کا باہمی تعلق

حضراتِ ذی وقار! اَحکامِ شریعت سے نابلد بعض نام نہاد صُوفی اور جعلی پیر، تصوُّف اور راہِ سُلوک سے متعلق عوام میں شُکوک وشُبہات پیدا کرتے ہیں، اور بعض ایسے نظریات کا پرچار بھی کرتے ہیں جن کا صُوفیائے کرام کی تعلیمات سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں!!۔

جانِ برادر! صُوفیائے کرام رَحمۃُ اللہِ علیہم کی کبھی بھی یہ تعلیمات نہیں رہیں، کہ کوئی حکمِ شریعت کو چھوڑ کر دیگر چیزوں پر عمل پیرا ہو! نماز، روزہ چھوڑ کر صرف ذکر واَذکار اور چِلّہ کشی پر اِکتفاء کرے، اگر کوئی نام نہاد صُوفی ایسی بات کہتا ہے، اور ایسے خیالات واَفکار

(١) پ ٢٠، العنکبوت: ٦.

(٢) پ ٢١، العنکبوت: ٦٩.

کا حامل ہے، تو اس کا جماعتِ صُوفیہ سے کوئی تعلق نہیں! وہ فرقۂ ضالّہ (گمراہوں) میں سے ہے، حقیقی صُوفیہ ایسے نام نہاد صُوفیوں سے اپنی براءَت کا اظہار کرتے ہیں۔ صُوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تعلیمات تو یہ ہیں کہ ظاہری اعمال اور باطنی افعال کا آپس میں تعلق ایسا ہے جیسے رُوح کا جسم سے، ظاہری اعمال شریعت ہیں، تو باطنی اعمال تصوُّف!۔

عزیزانِ مَن! صُوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی تمام تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ آدابِ شریعت کی پابندی رہے، حرام ومشتبہ چیزوں سے دست کشی کی جائے، ناجائز اَوہام وخیالات سے حواسّ کو آلُودہ نہ کیا جائے، نفسانی خواہشات کو شریعتِ مطہّرہ کے تابع کیا جائے۔ حدیث شریف میں فرمایا: «لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يَكُونَ هَوَاهُ تَبَعاً لما جِئْتُ بِهِ»[1] "کوئی شخص اُس وقت تک مؤمنِ کامل نہیں ہوسکتا، جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں!"۔

قیامِ امن میں صُوفیہ کا کردار

عزیزانِ گرامی قدر! تاریخ گواہ ہے کہ دنیا میں قیامِ امن کے لیے صُوفیہ کا کردار اپنی مثال آپ رہا! آج کون اس بات سے انکار کرسکتا ہے کہ دُور دراز ممالک میں اگر کسی نے قلب ونظر کے سُومنات فتح کیے، تو وہ یہی حضراتِ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم ہی ہیں، یہی وہ نُفوسِ قُدسیہ ہیں جنہوں نے صرف وعظ وتلقین ہی سے نہیں، بلکہ انسان دوستی کے رِویوں سے دلوں کی دنیا کو مسخّر کیا! ہماری تاریخ ایسے درویشوں اور صُوفیہ سے بھری پڑی ہے جو ہمیشہ امن ومحبت اور سلامتی کی تبلیغ کرتے، اور اپنے قول وفعل سے شرانگیزی کی نفی کرتے نظر آتے ہیں! یہ لوگ جو دراصل صُوفیہ کہلاتے ہیں انہوں

---

(۱) "البرهان المؤيَّد" الإيمان والهوى، صـ۲۲.

نے مُعاشرے میں امن وسلامتی اور بھائی چارے کے قیام کے لیے، ہمہ وقت جدوجہد کر کے اپنا دل تقویٰ وطہارت سے آراستہ کیا، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑا، غیروں کو بھی سینے سے لگایا، محبت واُلفت کا پیغام دیا، یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوُجود، ان حضرات کی محبت ہمارے دلوں میں آج بھی قائم ودائم ہے!!۔

امنِ عالم کے لیے صُوفیانہ کردار کی ضرورت

میرے محترم بھائیو! ہند (India) سے عرب (Arab) تک، وسطِ ایشیاء (Central Asia) سے یورپ (Europe) تک، جاپان (Japan) سے امریکہ (United States) تک، ظلم وبربریت، فرقہ واریت، دہشتگردی، انتہاء پسندی، اور تنگ نظری کی آگ میں جلتا ہوا آج کا انسان، کسی پناہ گاہ کی تلاش میں ہے، ذات پات کے جھگڑوں سے لہولہان زندگی، تعلیماتِ صُوفیہ سے امن کی خیرات طلب کر رہی ہے، امنِ عالَم کے لیے آج پھر اُسی صوفیانہ کردار کی ضرورت ہے جس نے پوری دنیا کو محبت، اُخوّت اور مُعاشرت کے جَواہر عطا کیے، دنیا کو امن وسُکون سے رُوشناس کرایا! آج اگر ہم واقعی امن وسکون چاہتے ہیں تو ہمیں صوفیائے کرام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنا ہوگی، ان پر عمل کرنا ہوگا، یقین جانیے! جس دن ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہوگئے، اُس دن ظلم وبربریت اور جنگ وجدل سے بھری اس دنیا سے، دہشتگردی (Terrorism)، انتہاء پسندی اور ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے گا، امن کا دَور دَورہ ہوگا، نیز ہمارا یہ مُعاشرہ خوشیوں اور خوشحالی کا گہوارہ بن جائے گا، ان شاءاللہ!۔

تصوُّف کی آڑ میں خطرناک سازش

حضراتِ ذی وقار! موجودہ زمانے میں تصوُّف اور صُوفیائے کرام کے نام پر، صُوفیانہ کلام کو موسیقی (Music) کی دُھنوں پر ناچ گانے اور دھمّال کے ساتھ، رَواج دینے کی سازش رَچائی جارہی ہے، ان چیزوں کا صُوفیہ کی تعلیمات سے دُور کا بھی کوئی واسطہ نہیں!! آج کل میڈیا(Media) پر گانے بجانے والے مراثیوں کو بعض صُوفیانہ کلام پڑھتے دیکھا جاتا ہے، اور نہلے پہ دَہلا یہ کہ رقص وسُرود کے فحش وعُریاں ماحول میں، ناجائز موسیقی کے ساتھ، صُوفیانہ کلام پڑھنے والے یہ مِراثی لوگ، بڑے فخر سے تصوُّف کی باریکیوں پر، اس انداز سے گفتگو کرتے دکھائی دیتے ہیں، جیسے کوئی ماہرِ فنِ تصوُّف ورُوحانیت ہوں! حالانکہ اگر ان نام نہاد سازشی ڈرامہ صُوفیوں کو کھنگالا جائے، تو پتا چلے کہ انہیں طہارت اور پاکی ناپاکی سے بھی پوری طرح واقفیت نہیں، موصوف کو نماز روزہ اور دیگر ضروریات کی تو خبر ہی نہیں! ایسالگتاہے کہ کسی خاص سوچ ومقصد کے تحت مُعاشرے میں لادِینیت(Atheism) سے بھرپور، ایک خاص نَوعیت کا دھمّالی پوپ میوزیکل (Pope Musical) تصوُّف متعارف کرانے کی سازش رچی جارہی ہے، جس کا کم ازکم دینِ اسلام اور اس کی تعلیمات سے تو ہرگز کوئی واسطہ نہیں!!۔

سچا تصوُّف

میرے عزیزدوستو، بھائیو اور بزرگو! سچا تصوُّف تو یہ ہے کہ تمام ظاہری وباطنی گناہوں برائیوں سے بچنے، اور تمام فرائض وواجبات پر عمل کی بھرپور کوشش کی جائے۔ لہٰذا ان تمام خرابیوں سے بچنا اور اپنے اِرد گرد کے ماحول کو بچانا انتہائی ضروری ہے!!۔

دعا

اے اللہ ! ہمیں اور ہماری آنے والی تمام نسلوں کو بُرے ماحول سے بچا، اللہ ورسول اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے سچی محبت کرنے والا بنا، صالحین کی صحبت اختیار کرنے اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما، ان کی تعلیمات پر عمل کرنے والا بنا، اولیائے کرام سے خالصۃً اپنی رضا پر مبنی، ہماری اِس محبت واُلفت کو ہمارے لیے دنیا میں باعثِ راحت وآرام، اور آخرت میں نَجات وبلندئ درَجات کا سبب بنا، آمین یا ربّ العالمین !۔

گیارہویں شریف

(جمعۃ المبارک ۸ ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ - ۲۰۱۹/۱۲/۰۶ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلهِ وصحبهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلهِ وصَحبهِ أجمعين.

اولیاء اللہ کی شان

برادرانِ اسلام! اللہ تعالی نے اپنے بندوں میں سے اہلِ ایمان کو خاص مقام عطا فرمایا، پھر ان میں سے متقین اور پرہیزگاروں کو اپنی محبت واُلفت کے جام پلاکر، انہیں ولایت کے اعلی درجہ پر فائز فرمایا، اور اپنی قدرت سے انہیں اختیار وکمالات دے کر، ہر طرح کے رنج وغم سے آزاد کردیا۔ یہی وہ عظیم ہستیاں ہیں جنہیں زمانہ اولیاء اللہ کہہ کر پکارتا ہے، انہی محبوبانِ خدا میں سے ایک اہم اور عالی مرتبت شخصیت، پیرانِ پیر دستگیر، رَوشن ضمیر، حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی ذاتِ والا صفات بھی ہے، جن کی پیدائش سے قبل ہی لوگوں میں ان کے مقام ومرتبہ کا چرچا ہونے لگا تھا!۔

شیخ ابو بکر علیہ الرحمۃ کی بِشارت

شیخ ابو بکر بن ہوار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک روز اپنے مریدین سے فرمایا کہ "عنقریب عراق میں ایک عجمی شخص ظاہر ہوگا، جو اللہ تعالی اور لوگوں کے نزدیک عالی مرتبت ہوگا، اُس کا نام عبد القادر ہوگا، اور وہ بغداد شریف میں سکونت اختیار کرے گا، اور اللہ کے حکم سے خود اپنے بارے میں یہ اعلان فرمائے گا "میرا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے" اور زمانے کے تمام اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اُس کے فرمانبردار ہوں گے!"[۱]۔

پھر جب حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اعلان فرمایا، تو نہ صرف جلسہ میں موجودین، بلکہ دُور دراز اپنی ریاضتوں میں مصروف اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بھی سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے، آپ کی محبت وادب کو اپنے سَروں کا تاج بنایا۔

شیخ ابو مدیَن نے بھی اپنی گردن جھکادی

عزیزانِ محترم! سلسلہ شاذلیہ کے امام حضرت ابو الحسن شاذلی، اپنے شیخ عبد السلام مشیش کے خلیفہ ہیں[۲]، اور وہ امام ابو مدیَن غوث مغربي کے، اور وہ سرکارِ غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلیفہ ہیں، لہٰذا شاذلی سلسلہ بھی سلسلہ قادریہ ہی کا فیض ہے!۔

حضرت شیخ ابو مدیَن بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ملکِ مغرب (Morocco) میں اپنے ہمراہوں کے درمیان اپنی گردن کو جھکا کر فرمایا: "میں بھی ان میں سے ہوں، اے اللہ میں تجھے اور تیرے ملائکہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یقیناً میں نے سُن لیا اور اِطاعت کی" آپ کے ہمراہوں نے آپ سے اس بارے میں عرض کی تو

---

(۱) "بهجة الأسرار" ذكر إخبار المشايخ عنه بذلك، صـ١٤.
(۲) "أعلام التصوّف الإسلامي" سيِّدي أبو الحسن الشاذلي، صـ٤٠، ٤٣، ملتقطاً.

فرمایا کہ "شیخ عبدالقادر نے ابھی ابھی بغداد شریف (Baghdad) میں یہ فرمایا ہے کہ "میرا یہ قدم تمام اَولیاءاللہ کی گردنوں پر ہے" ہم نے اس دن کی تاریخ کو یاد رکھا، پھر عراق (Iraq) سے ہمارے مسافر ساتھی آئے تو انہوں نے ہمیں خبر دی کہ شیخ عبد القادر نے بغداد شریف (Baghdad) میں اُسی تاریخ اور وقت کو یہ بات ارشاد فرمائی تھی، جو تاریخ ہم نے ملکِ مغرب میں یاد رکھی تھی[1]۔

امامِ اہلِ سنّت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے برادرِ اصغر، شہنشاہِ سخن، استادِ زَمَن، حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمۃ اسے اپنے ایک شعر میں یوں بیان کرتے ہیں: ع

سَروں پر جسے لیتے ہیں تاج والے
تمہارا قدم ہے وہ یا غوثِ اَعظم![2]

حضور غوثِ اَعظم کی پیدائش اور اسمِ گرامی

سرکارِ بغداد حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا اسمِ مبارک "عبدالقادر" ہے، اور آپ ۴۷۱ھ میں ملکِ ایران کے صوبہ جیلان میں پیدا ہوئے[3]۔

شیخ عبدالقادر جیلانی کا حُلیہ مبارکہ

امام الاولیاء، شیخ الاسلام، محی الدین سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، ضعیف البدن، میانہ قد، فراخ سینہ، گھنی اور دراز داڑھی، مِلے ہوئے ابرُو، بڑی آنکھوں، بلند آواز، گندمی رنگ اور وافر علم وفضل والے تھے[4]۔

(١) "بهجة الأسرار" الشيخ شعيب أبو مدين المغربي، صـ٣٨.
(۲) "ذَوقِ نعت" "اسیروں کے مشکل کشا غوث اَعظم"، ص۱۸۳۔
(٣) "بهجة الأسرار" ذكر نسبه وصفته رضي الله تعالى عنه، صـ١٧١.
(٤) المرجع نفسه، صـ١٧٤، ملتقطاً.

وقتِ ولادت اور بچپن میں کرامات کا ظُہور

سیّدنا غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی ولادت ماہِ رمضان المبارک میں ہوئی، اور پہلے ہی دن سے آپ علیہ الرحمۃ نے روزہ بھی رکھ لیا، وقتِ سحری سے اِفطار تک آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نہ پیتے، چنانچہ سیّدنا غوث الثقلَین شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی والدہ ماجدہ حضرت سیّدہ اُم الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا فرمایا کرتیں کہ "جب میرے صاحبزادے عبد القادر کی ولادت ہوئی تو وہ رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتے تھے، آئندہ سال مطلع صاف نہ ہونے کے سبب رمضان کا چاند نظر نہیں آیا، تو لوگ میرے پاس دریافت کرنے کے لیے آئے، میں نے کہا کہ "میرے بچے نے آج دن میں دودھ نہیں پیا" پھر معلوم ہوا کہ آج رمضان کا دن ہے، تب ہمارے شہر میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ سیّدوں میں ایک ایسا بچہ پیدا ہوا ہے، جو رمضان المبارک میں دن کے وقت دودھ نہیں پیتا"[۱]۔

محبوبِ سبحانی کو بچپن میں ہی اپنی وِلایت کا علم تھا

محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے کسی نے پوچھا، کہ آپ کو اپنے ولی ہونے کا علم کَب ہوا؟ ارشاد فرمایا کہ "میری عمر دس ۱۰ سال تھی، میں مکتب میں پڑھنے جاتا تو دیکھتا کہ میرے آنے پر فرشتے بچوں سے فرماتے کہ "ولیُ اللہ کے بیٹھنے کے لیے جگہ کشادہ کردو!""[۲]۔

غور کیجیے کہ اللہ تعالی کس طرح اپنے ولیوں کو عزّت واحترام سے نوازتا، اور پھر اپنی مخلوق کے دلوں میں بھی ان کی محبت ڈالتا ہے! لہذا ہمیں بھی اولیاء اللہ کی بے ادبی سے بچتے ہوئے ان سے سچی محبت، اور دل سے ان کی قدر کرنی چاہیے۔

---

(۱) المرجع السابق، صـ۱۷۲.
(۲) المرجع السابق، ذكر كلمات أخبر بها عن نفسه محدِّثاً بنعمة ربّه، صـ٤٨.

پیرانِ پیر کے بیان ووعظ کی برکتیں

حضرت سیّدنا بزّار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہٗ کو کرسی پر بیٹھ کر فرماتے سنا، کہ میں نے نمازِ ظہر سے قبل حضور سیّدِ عالَم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ "بیٹا تم بیان ووعظ کیوں نہیں کرتے؟" میں نے عرض کی کہ اے میرے نانا جان! میں ایک عجمی شخص ہوں، بغداد میں عرب کے فصیح ترین لوگوں کے سامنے بیان کیسے کروں؟ سرکارِ اَبد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ "بیٹا اپنا منہ کھولو!" میں نے اپنا منہ کھولا تو رحمتِ عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے میرے منہ میں سات ۷ بار اپنا لُعابِ دہن مبارک ڈالا، اور فرمایا کہ "لوگوں کے سامنے وعظ کرو! اور انہیں حکمت ونصیحت کے ساتھ اپنے رب تعالی کی طرف بلاؤ!"۔

پھر میں نے نمازِ ظہر ادا کی اور وعظ کے لیے بیٹھ گیا، بہت سے لوگ میرے پاس آکر مجھ پر چِلاّئے، اس کے بعد میں نے حضرت سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی، کہ میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "اے میرے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کہتے؟" میں نے عرض کی کہ بابا جان! لوگ مجھ پر چلّاتے ہیں! پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھول دیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے منہ میں چھ ۶ بار اپنا لُعابِ دہن مبارک ڈالا، میں نے عرض کی کہ آپ نے سات ۷ بار کیوں نہیں ڈالا؟ تو فرمایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ادب کی خاطر"۔

پھر وہ میری آنکھوں سے اَوجھل ہو گئے اور میں نے کہا: "فکرِ آخرت کا تیراک، دل کے سمندر میں غَوطہ لگاکر، معرفتِ الٰہی کے موتی تلاش کرکے، انہیں سینے کے کنارے پر لاکر، اپنی زبان سے پاکیزہ الفاظ کے ذریعے، خوبصورت اور مقدّس

مقامات میں، لوگوں کی سماعتوں کی نذر کرتا ہے، اور وہ انہیں پسند کرتے ہوئے، اِطاعتِ الٰہی کے لیے قبول کر لیتے ہیں[1]۔ یعنی علماء، اولیاء وصالحینِ اُمّت اور عارفین کی زبانوں سے جاری ہونے والا کلام، مخلوقِ خدا کی اِصلاح اور بھلائی کے ساتھ ساتھ، معرفتِ رب اور دونوں جہاں میں کامیابی کا سامان بھی بنتا ہے۔

ہر رات ختمِ قرآنِ مجید

حضور سیّدنا غوث الثقلَین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں پندرہ ۱۵ سال تک ہر رات ایک قرآنِ پاک ختم کرتا رہا"[2]۔ اللہ تعالی اپنے ان بندگانِ خاص کے صدقے ہمیں بھی قرآنِ کریم سے کامل محبت، اور کثرت سے تلاوت کی توفیق عطا فرمائے!۔

چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نمازِ فجر

عزیزانِ محترم! شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابو الفتح ہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں نے چالیس ۴۰ سال تک حضرت شیخ سیّد محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں وقت گزارا، اس مدّت میں آپ ہمیشہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے، اور آپ علیہ الرحمۃ کا معمول تھا کہ جب بھی بے وضو ہوتے تو فوراً وضو فرما کر دو ۲ رکعت نمازِ نفل پڑھا کرتے"[3]۔

اللہ تعالی کے برگزیدہ بندوں کا تو یہ عالَم ہے! اور ایک ہم ہیں کہ فرائض وواجبات کا بھی اہتمام صحیح طَور پر نہیں کرتے، اس پر ہمیں بہت غور، فکر اور عمل کی ضرورت ہے!!۔

---

(١) المرجع السابق، ذكر فُصول من كلامه مرصّعاً بشيء ...إلخ، صـ٥٨.
(٢) المرجع السابق، صـ١١٨.
(٣) المرجع السابق، ذكر طريقه رضي الله تعالى عنه، صـ١٦٤.

شیاطین سے مقابلہ

عزیزانِ مَن! شیخ عثمان صریفینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شہنشاہِ بغداد حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبانِ مبارک سے سنا کہ "میں شب وروز بیابانوں اور ویران جنگلوں میں رہا کرتا تھا، شیاطین مسلّح ہوکر ہیبت ناک شکلوں میں قطار دَر قطار میرے پاس آتے، اور مجھ سے مقابلہ کرتے ہوئے مجھ پر آگ پھینکتے، مگر میں اپنے دل میں بڑی ہمّت وطاقت محسوس کرتا، اور غیب سے کوئی مجھے پکار کر کہتا: "اے عبد القادر اُٹھو! ان کی طرف بڑھو، مقابلے میں ہم تمہیں ثابت قدم رکھیں گے، اور تمہاری مدد کریں گے!" پھر جب میں ان کی طرف بڑھتا تو وہ دائیں بائیں یا جدھر سے آتے اُسی طرف بھاگ جاتے، کبھی ان میں سے صرف ایک ہی شیطان میرے پاس آتا، اور ڈرا کر مجھے کہتا کہ یہاں سے چلے جاؤ! میں اُسے ایک طمانچہ مارتا تو وہ بھاگتا نظر آتا، پھر میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھتا تو وہ جَل کر خاک ہوجاتا[1]۔

یہ سَب کچھ اللہ کریم کی طرف سے عطا کردہ انعام واِکرام، اور خاص فضلِ عمیم کے اثرات ہوتے ہیں، اللہ تعالی جسے چاہے یہ قوّت وطاقت عطا فرماتا ہے!۔

حضور غوثِ اعظم کی راست گوئی اور ڈاکوؤں کی توبہ

سرکارِ بغداد حضورِ غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "میں علمِ دین حاصل کرنے کے لیے، قافلے کے ہمراہ جیلان (Jilan) سے بغداد (Baghdad) کے لیے روانہ ہوا، جب ہم ہمدان (Hamdan) سے آگے بڑھے تو ساٹھ ۶۰ ڈاکو ہمارے قافلے پر ٹُوٹ پڑے، اور تمام مال لُوٹ لیا، لیکن مجھ سے کسی نے تعرّض (چھیڑ چھاڑ کا

(۱) المرجع السابق، ذكر طريقه رضي الله تعالى عنه، صـ١٦٥، ١٦٦.

مُعاملہ) نہیں کیا، پھر ایک ڈاکو نے میرے پاس آکر پوچھا: اے لڑکے! کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ میں نے جواب دیا کہ میرے پاس چالیس ۴۰ دینار ہیں، اس نے پوچھا: کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میری گُدڑی کے نیچے، ڈاکو اس راست گوئی کو مذاق سمجھ کر چلا گیا، اس کے بعد دوسرا ڈاکو آیا اور اُس نے بھی ویسے ہی سوالات کیے، اور میں نے وہی جوابات اسے بھی دیے، وہ بھی اسی طرح مذاق سمجھتے ہوئے چلتا بنا، جب سارے ڈاکو اپنے سردار کے پاس جمع ہوئے تو انہوں نے سردار کو میرے بارے میں بتایا، مجھے وہاں بلا لیا گیا، وہ لوگ مال کی تقسیم میں مصروف تھے، ڈاکوؤں کا سردار مجھ سے مخاطِب ہوا کہ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس چالیس ۴۰ دینار ہیں، پوچھا: کہاں ہیں؟ میں نے کہا کہ میری گُدڑی کے نیچے، اُس نے ڈاکوؤں کو حکم دیتے ہوئے کہا کہ اس کی تلاشی لو! تلاشی لینے پر جب سچائی کا اظہار ہوا تو اُس نے تعجب سے پوچھا، کہ تمہیں سچ بولنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ میں نے کہا کہ میری والدہ محترمہ نے مجھے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے، میں اُن کا وعدہ نہیں توڑ سکتا! اِس پر ڈاکوؤں کا سردار رو کر کہنے لگا، کہ تم اپنی ماں سے کیے ہوئے وعدے سے منحرِف نہیں ہوئے، اور میں نے اپنی ساری عمر اپنے رب تعالی سے کیے ہوئے وعدے کے خلاف گزار دی! اسی وقت وہ سردار اُن ساٹھ ۶۰ ڈاکوؤں سمیت میرے ہاتھ پر تائب ہوا، اور قافلے کا لُوٹا ہوا مال واپس کر دیا"[1]۔

سبحان اللہ! جس طرح حضور غوثِ اعظم رحمہ اللہ تعالی علیہ نے اپنے بچپن ہی میں راست گوئی، اور اپنی والدہ محترمہ کی اچھی تربیت کی برکت سے، راہ سے بھٹکے ہوؤں کو ہدایت وتَوبہ کی طرف راغب کیا، ہم بھی اس مقبولِ بارگاہِ الٰہی کی خدمت میں، مولانا حسن رضا خان علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی صورت میں اِستغاثہ کرتے ہیں: ع

(۱) المرجع السابق، ذکر طریقه رضي الله تعالی عنه، صـ۱٦۷، ۱٦۸، ملتقطاً.

کرو گے کب تک اچھا مجھ بُرے کو
مرے حق میں ہے کیا ارشاد یا غوث![1]

کیونکہ ان اولیاء اللہ کی دعا اور نگاہِ کیمیا اثر سے، اللہ تعالی بندوں کی تقدیریں بھی بدل دیتا ہے! اس پر کسی نے کیا ہی خوبصورت شعر کہا ہے: ع

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی!

شیخ محی الدّین جیلانی کا پہلا وعظ مبارک

حضور غوثِ اعظم حضرت سیّدنا شیخ محی الدّین عبد القادر جیلانی قطبِ ربّانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا، پہلا وعظ اجتماعِ محلہ برانیہ میں، ماہِ شوّال المکرَّم ۵۲۱ ہجری میں عظیم الشان جلسہ میں ہوا، جلسے پر ہیبت ورَونق چھائی ہوئی تھی، اولیائے کرام اور فرشتوں نے اسے ڈھانپا ہوا تھا، آپ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے کتاب وسنّت کے واضح الفاظ کے ساتھ لوگوں کو اللہ تعالی کی طرف بلایا، تو وہ سب لوگ اِطاعت وفرمانبرداری کے لیے جلد آگے بڑھنے لگے[2]۔

مجلس وعظ وبیان میں جنّات کی حاضری

شیخ ابوزکریا یحییٰ بن ابی نصر صحراوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے والد فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک بار کسی عمل کے ذریعے جنّات کو بلایا تو انہوں نے آنے میں کچھ دیر کر دی، پھر وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی قطبِ ربّانی قدس سرہ بیان فرما رہے ہوں، اس وقت ہمیں نہ بلایا کریں، میں نے کہا کہ وہ کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم لوگ حضور غوثِ اعظم رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں، میں نے کہا کہ کیا تم بھی

---

(۱) "ذوقِ نعت" "پڑے مجھ پہ نہ کچھ اُفتاد یا غوث، ص۱۱۳۔
(۲) "بهجة الأسرار" ذكر وعظه رضي الله تعالى عنه، صـ١٧٤.

ان کی مجلس میں جاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں! ہم انسانوں سے زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں، ہمارے بہت سے گروہ ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا ہے، اور ان سب نے حضور غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ہاتھ پر توبہ بھی کی ہے[1]۔

شرکائے وعظ پر ہیبت

حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مجلس مبارک میں، باوُجودیکہ شرکائے اجتماع بہت زیادہ ہوتے، لیکن آپ کی آواز مبارک جیسے قریب والوں کو سنائی دیتی، ویسے ہی دُور والوں کو بھی سنائی دیتی، یعنی دُور و نزدیک والوں کے لیے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی آواز مبارک یکساں تھی، آپ شرکائے اجتماع کے دلوں کے اَحوال کے مطابق بیان فرماتے، اور کشف کے ساتھ ان کی طرف متوجہ ہوتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ منبر پر کھڑے ہوتے تو لوگ بھی آپ کے جلال کے سبب کھڑے ہو جاتے، پھر جب آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اُن سے فرماتے کہ "چپ رہو!" تو سب ایسے خاموش ہو جاتے کہ آپ کی ہیبت سے ان کی سانسوں کے علاوہ کچھ بھی سنائی نہ دیتا[2]۔

چالیس سال تک استقامت کے ساتھ وعظ وبیان

سیّدی غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے صاحبزادے سیّدنا عبد الوہّاب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں، کہ حضور سیّدنا محبوبِ سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے، ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک چالیس ۴۰ سال مسلسل مخلوقِ خدا کو وعظ و نصیحت فرمائی[3]۔

---

(١) المرجع نفسه، صـ١٨٠.

(٢) المرجع السابق، صـ١٨١.

(٣) المرجع السابق، صـ١٨٣، ١٨٤.

پانچ سو سے زائد یہودیوں اور عیسائیوں کا قبولِ اسلام

حضرت سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "میرے ہاتھ پر پانچ سو ۵۰۰ سے زائد، یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام قبول کیا، اور ایک لاکھ سے زیادہ ڈاکو، چور، فُسّاق وفجّار، فسادی اور بدعتی لوگوں نے توبہ کی، اور یہ بہت بڑی بھلائی ہے"[1] جواللہ تعالی نے عطافرمائی۔

ظاہری وباطنی اَوصافِ حمیدہ کے جامع

مفتیٔ عراق محی الدین شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی بغدادی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی قطبِ ربّانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ، خشیتِ الٰہی میں جلد رونے والے، باہیبت، مستجاب الدّعوات، کریم الاَخلاق، خوشبودار پسینے والے، بُری باتوں سے دُور رہنے والے، حق کی طرف لوگوں سے زیادہ قریب، نفسانی خواہشات پر قابو پانے والے، اپنی ذات کے لیے غضب ناک نہ ہونے والے، سائل کو نہ جھڑکنے والے، علم سے مہذَّب تھے، آدابِ شریعت آپ کے ظاہری اَوصاف، اور حقیقت آپ کا باطن تھا"[2]۔

متعدّد علوم میں تقریر

ابو عبد اللہ محمد بن خضر حسینی مُوصلی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں، کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا ہے کہ "حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ تیرہ ۱۳ علوم میں تقریر فرمایا کرتے، اور آپ کے مدرسہ عالیہ میں لوگ آپ سے تفسیر، حدیث، فقہ اور

---

(۱) المرجع السابق، صـ١٨٤.

(۲) المرجع السابق، ذكر شيءٍ من شرائف أخلاقه رضي الله تعالى عنه، صـ٢٠١، ملتقطاً.

علم الکلام پڑھتے، دوپہر سے پہلے اور بعد، دونوں وقت لوگوں کو تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اُصول اور نَحو پڑھاتے، اور ظہر کے بعد مختلف قراءتوں کے ساتھ قرآن مجید پڑھایا کرتے تھے"[۱]۔

علم وعمل اور رُوحانیت کی بادشاہت

حضرت شیخ امام مُوَفَّق الدّین بن قُدامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم ۵۶۱ ہجری میں بغداد شریف گئے تو دیکھا کہ شیخ سیّد عبد القادر جیلانی قدس سرہ اُن لوگوں میں سے ہیں، جنہیں وہاں پر علم وعمل اور حال (رُوحانیت) وفتویٰ نویسی کی بادشاہت دی گئی ہے، کوئی طالب علم یہاں کے سوا کسی اَور جگہ کا ارادہ اس لیے نہیں کرتا، کہ آپ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کی ذات میں تمام علوم جمع ہیں، اور جو لوگ آپ سے علم حاصل کرتے، آپ اُن تمام طلبہ کو پڑھانے میں صبر فرماتے، آپ کا سینہ فراخ تھا، آپ سَیر چشم تھے، اللہ تعالی نے آپ میں اَوصافِ جمیلہ اور اَحوالِ عزیزہ جمع فرما دیے تھے"[۲]۔ اللہ تعالی ان خوبیوں میں سے ہمیں بھی حصہ عطا فرمائے!۔

حضور غوثِ اعظم کی زیارت کی برکتیں

عزیزانِ محترم! شیخ ابو عبد اللہ محمد بن علی سنجاری رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے والد فرماتے ہیں کہ "حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ دنیا کے سرداروں میں منفرِد ہیں، اولیاء اللہ میں سے ایک فَرد ہیں، اللہ تعالی کی طرف سے مخلوق کے لیے ہدیہ ہیں، وہ شخص نہایت نیک بخت ہے جس نے آپ رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کو دیکھا، وہ شخص ہمیشہ شاد رہے جس

(۱) المرجع السابق، ذكر علمه وتسمية بعض شُيوخه رضي الله تعالى عنه، صـ۲۲۵.
(۲) المرجع السابق، صـ۲۲۵، ۲۲۶.

نے آپ کی صحبت اختیار کی، وہ شخص ہمیشہ خوش رہے جس نے حضرت سیِّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے ہاں رات بسر کی"[۱]۔

شیخِ جیلانی ... علم کا ایک سمندر

شیخ عبد الحق محدِّثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ آپ کے علمی کمالات سے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ "ایک روز کسی قاری نے آپ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی مجلس شریف میں قرآنِ مجید کی ایک آیتِ مبارکہ تلاوت کی، آپ نے اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں پہلے ایک معنی، پھر دو ۲ اس کے بعد تین ۳، یہاں تک کہ حاضرین کے علم کے مطابق آپ نے اس آیت مبارکہ کے گیارہ ۱۱ مَعانی بیان فرمائے، اور پھر دیگر وُجوہ بیان فرمائیں جن کی تعداد چالیس ۴۰ تھی، اور ہر وَجہ کی تائید میں علمی دلائل بیان فرمائے، اور ہر معنی کے ساتھ سَند بھی بیان فرمائی، آپ کے علمی دلائل کی تفصیل سے سب حاضرین متعجّب ومتحیر رہ گئے"[۲]۔

شیخ عبد القادر جیلانی کا وصالِ مبارک

حضرت سیِّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ۹ ربیع الآخر ۵۶۱ ہجری میں انتقال فرمایا، وصال کے وقت آپ کی عمر شریف تقریبًا نوے ۹۰ برس تھی"[۳]۔ پاک وہند میں عرصہ دراز سے ۱۱ ربیع الآخر کو آپ علیہ الرحمۃ کے اِیصالِ ثواب کے لیے "گیارہویں شریف" کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

---

(۱) المرجع السابق، ذكر احترام المشايخ والعلماء له ...إلخ، صـ۴۳۲، ۴۳۳.

(۲) "اَخبار الاَخیار" "شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی، ۱۱۔

(۳) "ذَيل طبَقات الحنابلة" إسماعيل بن أبي طاهر بن الزبير الجيلي، ۲/ ۲۰۶.

عرس، گیارہویں شریف اور برسی منانے کا صحیح طریقہ

گیارہویں شریف اور اس طرح کی دیگر مُناسبات میں، کھلائے جانے والے کھانے کو، اِنفاق (خرچ کرنا) فی سبیل اللہ سمجھ کر وسعت دیں، ختم شریف کے لیے عمدہ کھانے، مستحقین کے لیے کپڑے اور نقدی، مریضوں کے لیے پھل اور دوائیاں، بیروزگاروں کے لیے عطیات سے فنڈ (Fund) مقرّر کریں۔ اس فنڈ سے بیروزگاروں کو گزارا اَلاؤنس (Expenses Allowance)، غریب بچیوں کے لیے شادی کا بندوبست، نادار طلبہ کے لیے تعلیمی وظائف، معذوروں کے لیے کفالت خانے، اور حادثات سے متاثرین کی مدد کی جائے، رَفاہی، تعلیمی اور تربیتی ادارے قائم کیے جائیں، بیواؤں، یتیموں کے لیے کفالتِ عامّہ کا بندوبست کیا جائے۔

ان تمام اعمالِ صالحہ کا ثواب سرکارِ غوثِ اعظم اور اپنے دیگر بزرگوں کو پہنچایا جائے؛ تاکہ ان کے اِحسانات کا کسی قدر حق ادا ہو، اور ان کے درَجات مزید بلند، اور ان کے فُیوض وبرکات مزید عام ہوں! نیز عام مسلمانوں کو بھی اس کا اِیصالِ ثواب کیا جائے؛ تاکہ ان کی بھی اُخروی نَجات کا ذریعہ ہو!۔

ان نیکیوں کے صدقہ اور وسیلہ سے پرَوَردگار سے دعائیں کی جائیں؛ کہ مسلمانوں پر آنے والی مصیبتیں ٹل جائیں، ان کی عزّت وآزادی بحال ہو، ان کی کمزوریاں، محکومیاں اور محرومیاں ختم ہوں، ان کے باہمی اختلافات وتنازعات نابُود ہوں، وہ علم، عمل اور جُہدِ مسلسل کے اسلحہ سے لیس ہوکر میدانِ مُسابَقت میں اُتریں، اور اپنا کھویا ہوا مقام ووقار دوبارہ حاصل کریں!۔

یہ ہے عرس، گیارہویں شریف اور برسی منانے کا صحیح طریقہ، نیکی نیکی ہے، جب بھی کی جائے! جہاں بھی کی جائے! یہ سوال بے معنی ہے کہ یہ کب شروع ہوئی؟ اِیصالِ ثواب کے مختلف طریقے اور نام ہیں، ہر دَور میں تھے -ان شاء اللہ- ہر دَور میں رہیں گے! البتہ ان میں دَر آئیں خرابیوں کا اِزالہ اشدّ ضروری ہے! ہر عمل میں خُلوص ولِلّٰہیت کا رنگ پیدا کریں، اللہ ورسول کی رِضا اور مخلوقِ خدا کی بہتری پیشِ نظر رہے! نیکی کی راہیں بکثرت کھلی ہیں، مگر ضرورت خُلوص اور جذبہ وعمل کی ہے!۔

ملفوظاتِ غوثِ اعظم

(۱) حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی قطبِ ربّانی رحمہ اللہ تعالی علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالی کی نافرمانی نہیں کرنی چاہیے، اور سچائی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے، اس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ تم اللہ کے بندے، اور اللہ تعالی ہی کی ملکیت میں ہو، اُس کی کسی چیز پر اپنا حق ظاہر نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اُس کا ادب کرنا چاہیے؛ کیونکہ اُس کے تمام کام یقیناً صحیح ودرست ہیں، اللہ عزّوجلّ کے کاموں کو ہمیشہ مقدَّم سمجھنا چاہیے"[۱]۔

(۲) شیخ عبد القادر جیلانی قدّس سرّہ کا ارشادِ مبارک ہے کہ "جب بندہ، مخلوق، خواہشاتِ نفس، ارادہ اور دنیا وآخرت کی آرزُوؤں کے تمام راستے بند کر دیتا ہے، تو اللہ عزّوجلّ کے سوا اس کا کوئی مقصود نہیں ہوتا، اور یہ تمام چیزیں اس کے دل سے نکل جاتی ہیں، تب وہ اللہ جلّ جلالہ تک پہنچ جاتا ہے، وہ اسے محبوب ومقبولِ بارگاہ بنالیتا ہے، اس سے محبت کرتا اور مخلوق کے دل میں اِس کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ بندہ صرف

(۱) "فُتوح الغيب" ٢٤ في الحثّ على مُلازمة باب الله تعالى، صـ٥٦، ٥٧.

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے قُرب کو محبوب رکھتا ہے، اللہ تعالی اپنے فضل سے اسے نواز تا ہے، اسے اپنی نعمتیں عطا فرماتا ہے، اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے، اور اس سے وعدہ فرماتا ہے کہ یہ دروازے اس پر کبھی بند نہیں ہوں گے! اس وقت بندہ اللہ جَلَّ جَلالُہ کا ہو کر رہ جاتا ہے، اور اُس کے تدبّر سے تدبیر کرتا ہے، اُس کی چاہت سے چاہتا ہے، اُس کی رِضا سے راضی ہوتا ہے، اور صرف اُسی کے حکم کی پابندی کرتا ہے"[۱]۔

(۳) حضور سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالی سے اپنے سابقہ گناہوں کی بخشش، اور آئندہ گناہوں سے بچنے، اس کے حکم پر عمل کرنے، اور حُسنِ اِطاعت کی توفیق مانگو! قضاء وقدر پر رِضامندی، آزمائش کی سختیوں پر صبر، نعمتوں اور عطا پر شکر، پھر وفات خاتمہ بالخیر کے ساتھ، اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، صدیقین، شہداء اور صالحین سب بہترین رُفقاء کی رَفاقت طلب کرو! اور اللہ تعالی سے دنیا طلب نہ کرو، اور آزمائش وتنگدستی سے خَلاصی کے بجائے، دولتمندی اور عافیت مت مانگو! بلکہ اس کی تقسیم اور تدبیر پر رِضامندی کا سوال کرو! اور جس حال میں اللہ تعالی نے تمہیں رکھا ہے، اس کی دائمی حفاظت کی دعا کرو؛ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ ان میں سے تمہاری بھلائی کس چیز میں ہے! فقر وفاقہ میں، یا دَولتمندی کی آزمائش، یا عافیت میں! اللہ تعالی نے تم سے اشیاء کا علم چُھپا رکھا ہے، ان اشیاء کی خوبیوں اور خرابیوں کے جاننے میں وہ یکتا ہے!"[۲]۔

---

(۱) المرجع نفسه، ٥٦ في فناء العبد عن الخلق ...إلخ، صـ١٢٩.

(۲) المرجع السابق، ٦٩ في الأمر بطلب المغفرة والعصمة ...إلخ، صـ١٥٤، ١٥٥.

دعا

اے اللہ ! ہمیں سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سیرتِ طیّبہ پر عمل کی توفیق عطا فرما، ان کے فیضِ رُوحانی سے ہمیں بھرپور حصہ عطا فرما، اور اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ اپنی ولایت عطا فرما، آمین یا ربّ العالمین !۔

مُحاسبۂ نفس

(جمعۃ المبارک ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۴۱ھ-۱۳/۱۲/۲۰۱۹ء)

الحمد لله ربّ العالمين، والصّلاةُ والسّلامُ على خاتمِ الأنبياءِ والمرسَلين، وعلى آلِه وصحبِهِ أجمعين، أمّا بعد: فأعوذُ باللهِ مِن الشّيطانِ الرّجيم، بسمِ الله الرّحمنِ الرّحيم.

حضور پُرنور، شافعِ یومِ نُشور ﷺ کی بارگاہ میں ادب واحترام سے دُرود وسلام کا نذرانہ پیش کیجیے! اللّهمّ صلِّ وسلِّم وبارِك على سيِّدِنا ومولانا وحبيبِنا محمّدٍ وعلى آلِه وصَحبِهِ أجمعين.

مُحاسبۂ نفس کیا ہے؟

برادرانِ اسلام! مُحاسبہ کا معنی حساب لینا، حساب کرنا ہے[1]، اور مختلف اعمال سے پہلے یا کرنے کے بعد، اُن میں نیکی، بدی اور کمی بیشی کے بارے میں غور وفکر کرنا، اور پھر بہتری کے لیے تدابیر کرنا، مُحاسبۂ نفس کہلاتا ہے۔

تجارت، کاروبار اور دیگر دنیاوی اُمور سے تعلق رکھنے والا انسان، اپنے مُعاش کی فکر میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے، زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی تمنّا میں اس کی سوچ وفکر مصروف رہتی ہے، اس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ کسی طرح اس کا مال ودَولت بڑھتا رہے، اس کا مستقبل محفوظ ہو۔

---

(١) "التوقيف على مهمّات التعاريف" للمُناوي، باب الميم، فصل الحاء، صـ٢٩٨.

اس مقصد کی خاطر وہ اپنا بہت سارا وقت، اُن اُمور کے حساب وکتاب میں گزارتا ہے، سابقہ اِخراجات کو دیکھتا رہتا ہے، اپنی آمدنی کا جائزہ لیتا ہے، جہاں کمی کوتاہی ہو اُس کے اِزالے کی سعی کرتا ہے، اور مستقبل کے لیے پلاننگ (Planning) کرتا ہے۔ یہ سب کچھ اس کا دنیاوی اُمور سے متعلق احتساب و مُحاسبہ ہے، جس میں وہ بالکل نہیں چُوکتا! اس کے برعکس دینی واَخلاقی عادات واعمال کے بارے میں سوچ بچار کرنے والے بہت کم ہیں، کہ ان مُعاملات میں بھی سُدھار پیدا کرنے کی ضرورت ہے!!۔

جذبات وخیالات کا مُحاسبہ

عزیزانِ محترم! ہم سب کو چاہیے کہ اپنے اَخلاقی اَقدار وافعال، بلکہ دل کی نیتوں اور سینوں میں اُبھرنے والے جذبات وخیالات پر بھی مُحاسبہ کرتے رہیں؛ کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴾[1] "جان لو کہ اللہ تعالی تمہارے دل کی جانتا ہے، تو اس سے ڈرو! اور جان لو کہ اللہ تعالی بخشنے والا حلم والا ہے"۔

حالات کی اَبتری کا باعث اور اِصلاح کی صورت

حضراتِ گرامی قدر! مسلمانوں کے موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ خوب تفکر وتدبّر کیا جائے، اپنے اَحوال کی جانچ پڑتال اور مُحاسبہ کیا جائے، بُرے حالات کی اِصلاح کی جائے، آج ہم پر دشمنانِ اسلام چہار جانب سے ٹُوٹ پڑے ہیں، مسلمانوں کے اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ہماری وَحدت پارہ پارہ اور آراء مختلف ہو چکی ہیں، ہمارے باہمی اختلافات بڑھتے چلے جا رہے ہیں، ہم مَصائب وآلام کا شکار ہو

---

(۱) پ۲، البقرة: ۲۳۵.

رہے ہیں، اور ہمارے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں، جبکہ ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے کہ ان سب حالات کا اصل سبب، دینی مُعاملات میں ہماری کوتاہیاں ہیں، اگر ہم مسلمان اپنے باہمی حالات کو سُدھار سنوار لیں، اور اللہ ورسول کے ساتھ اپنے تعلق کو صحیح معنی میں اُستوار کرلیں، تو اللہ تعالی ہماری ذاتی اِصلاح بھی فرمادے گا، اور ہمارے اور دوسروں کے درمیان تعلقات کی بھی اِصلاح فرمادے گا، اللہ تعالی کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾[1] "یقیناً اللہ تعالی کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا، جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں"۔ لہذا موجودہ حالات کی تبدیلی کے لیے ہم میں سے ہر ایک کو اپنا مُحاسبہ کرکے اپنے گناہوں سے سچی توبہ، اور اپنی کوتاہیوں کی اِصلاح کرنی ہوگی۔

اعمال کا مُحاسبہ

میرے محترم بھائیو! عنقریب بروزِ قیامت اعمال کا مُحاسبہ کیا جائے گا، اللہ تعالی نے فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾[2] "ہم قیامت کے دن عدل کی ترازوئیں رکھیں گے، تو کسی جان پر کچھ ظلم نہ ہوگا، اور اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو تو ہم اسے لے آئیں گے، اور ہم حساب کو کافی ہیں!"۔

عزیزانِ محترم! آج لوگوں کی زندگی میں جو خسارہ نظر آرہا ہے، وہ ان کے اپنے نفس کا مُحاسبہ نہ کرنے کے باعث ہے، اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے نُفوس کا

(۱) پ۱۳، الرَّعد: ۱۱.

(۲) پ۱۷، الأنبياء: ٤٧.

مُحاسبہ چھوڑ دیا، عنقریب ایسے وقت حسرت کریں گے جب ان کا حسرت کرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا! اللہ جَلَّ جَلالُہٗ فرماتا ہے: ﴿أَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَ اِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ﴾[1] "کہیں کوئی یہ نہ کہے کہ ہائے افسوس! ان تقصیروں (کوتاہیوں) پر جو میں نے اللہ تعالی کے بارے میں کیں، اور یقیناً میں ہنسی بنایا کرتا تھا" اللہ تعالی کے دِین اور اس کی کتاب کی!۔ لہذا معلوم ہوا کہ دینی تعلیمات کا مذاق اُڑانا، اور کتاب وسنّت کے اَحکام کو پسِ پشت ڈال دینا، افسوس ونَدامت کا باعث ہے، جس سے ہر مسلمان کو بچنا لازم وضروری ہے۔

حضراتِ ذی وقار! ہر مسلمان کے لیے اپنے آپ کا مُحاسبہ کرنا ضروری ہے، یہاں تک کہ یہ مُحاسبہ اسے اللہ تعالی کی فرمانبرداری پر استقامت تک پہنچا دے، اور وہ رحمن عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کو پالے، اس مُحاسبہ میں جو چیز مددگار ہے وہ یہ کہ انسان اس بات کا یقین رکھے، کہ اللہ تعالی ہمارے خفیہ مُعاملات کو بھی خوب جانتا ہے! اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: ﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾[2] "یقیناً ہم نے آدمی کو پیدا کیا، اور ہم جانتے ہیں جو وَسوَسہ اس کا نفس ڈالتا ہے، اور ہم دل کی رگ سے بھی اس سے زیادہ نزدیک ہیں!"۔

یہ اللہ تعالی کے کمالِ علم کا بیان ہے کہ وہ بندے کے حال کو خود اس بندے سے بھی زیادہ جانتا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کے اجزاء ایک دوسرے سے پردے میں ہیں، مگر اللہ تعالی سے کوئی چیز پردے میں نہیں، لہذا اُس سے ہر دَم ڈرتے رہنا چاہیے!!۔

---

(١) پ٢٤، الزُمر: ٥٦.

(٢) پ٢٦، ق: ١٦.

میرے محترم بھائیو! انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالی سے ایسے ڈرے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور اسلام کی رَسّی کو مضبوطی سے تھامے رہے؛ کیونکہ مسلمان کا اپنے تمام چھوٹے بڑے کاموں میں اپنے نفس کا مُحاسبہ کرتے رہنا، اور نبیٔ اکرم ﷺ کی سنّتوں پر سختی سے عمل پیرا رہنا ہی راہِ نَجات ہے، اسی میں زندگی کی درستگی واِصلاح ہے، اور اسی میں مولا کریم عَزَّوَجَلَّ کی رِضا و خوشنودی اور کامیابی پنہاں ہے۔ لہذا اپنی حرکات وسَکنات کے مُحاسبہ سے ہرگز غافل نہ ہو، کہ اپنی عمرِ عزیز کے ان بہترین اور قیمتی لمحات کو یونہی ضائع کردے، بلکہ اپنے رب تعالی کے اس فرمان کو یاد رکھے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾[1] "اے ایمان والو! اللہ تعالی سے ڈرو، اور ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا؟! اور اللہ تعالی سے ڈرو! یقیناً اللہ تعالی کو تمہارے کاموں کی خبر ہے"۔

حافظ ابنِ کثیر اللہ تعالی کے فرمان: "ہر جان دیکھے کہ کل کے لیے آگے کیا بھیجا" کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اپنا مُحاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارا مُحاسبہ کیا جائے، اور دیکھو کہ تم نے کل بروزِ قیامت کے مالک کی بارگاہ میں حاضری کے لیے، اعمالِ صالحہ کا کونسا ذخیرہ تیار کر رکھا ہے؟! تم جان لو کہ وہ تمہارے تمام اعمال واَحوال سے خوب آگاہ ہے، اُس پر کوئی چیز مخفی نہیں، تمہارے چھوٹے بڑے سب اعمال اس کے سامنے ہیں"[2]۔

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ فرماتے ہیں کہ "اس سے معلوم ہوا کہ ایک ساعت کی فکر بہت سے ذکر سے بہتر ہے! مگر فکر سے مراد سوچنا ہے، رب تعالی کی

---

(١) پ٢٨، الحشر: ١٨.

(٢) "تفسير القرآن العظيم" پ٢٨، الحشر، تحت الآية: ١٨، ٤/ ٣٤٨.

عظمت، حضور کے مَحامد، اپنے گناہ سوچنا، سب اس میں داخل ہے، یہی مُراقبہ کی اصل ہے، حضرت سیّدنا علی مرتضیٰ -کرّم اللہ تعالی وجہہ- فرماتے ہیں کہ جو دنیا میں اپنا حساب کرتا رہے گا، اس کے لیے آخرت کا حساب آسان ہوگا"[۱]۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ع

اپنا مُحاسبہ کبھی کرنے نہیں دیا

خود بینیوں نے ہم کو سنورنے نہیں دیا[۲]

رفیقانِ ملّت اسلامیہ! مُحاسبۂ نفس، عبادت میں کوشش و محنت، زیادہ سے زیادہ اعمالِ صالحہ بجالانا، اللہ تعالی کی توفیق سے اِن اعمال پر ہمیشگی اختیار کرنا، عملِ صالح کی توفیق اور نیکیوں کو ضائع کرنے والے اعمال سے اجتناب، یہ سب دنیا وآخرت میں عین سعادتمندی اور کامیابی ہے، فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰى﴾[۳] "وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے روکا، تو یقیناً جنّت ہی اس کا ٹھکانہ ہے!" جس میں اسے ہمیشہ رہنا ہے۔

عقلمند وہ ہے جو اپنا مُحاسبہ خود کرلے

عزیزانِ مَن! ہم اللہ تعالی سے ڈرتے ہوئے خود اپنا مُحاسبہ کریں، کہ ہم اس رب تعالی کی شریعت پر کس حد تک عمل پیرا ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: «الْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ، وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ أَتْبَعَ نَفْسَهُ

(۱) "تفسیر نور العرفان" پ۲۸، الحشر، زیرِ آیت: ۱۸، ص۸۷۴، ۸۷۵۔
(۲) "آواز کے سائے" عبید الرحمان، ص۴۹۔
(۳) پ۳۰، النازعات: ۴۰، ۴۱.

هَوَاهَا، وَتَمَنَّى عَلَى الله» "عقلمند وہ ہے جو اپنا مُحاسبہ خود کرلے، اور موت کے بعد کے لیے عمل تیار رکھے، جبکہ عاجز وہ ہے جو اپنے آپ کو نفسانی خواہشات کے پیچھے لگائے رکھے، اور اللہ تعالی سے پُرامید رہے!"۔ اور: «مَنْ دَانَ نَفْسَهُ» کا معنی یہ ہے کہ وہ دنیا ہی میں خود اپنا مُحاسبہ کرلے، قبل اس کے کہ بروزِ قیامت اس کا حساب لیا جائے![1]۔

مُحاسبہ کیے جانے سے قبل ہی اپنا حساب کرلو!

میرے عزیز دوستو، بھائیو اور بزرگو! ہو سکے تو دن اور رات کے کسی حصے میں، اپنے گزشتہ اعمال کا مُحاسبہ ضرور کیا کریں، ان شرائط کے ساتھ جو ابھی بیان کی جاتی ہیں، کہ حضرت سیّدنا عمر بن خطّاب رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: «حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا، وَتَزَيَّنُوا لِلْعَرْضِ الأَكْبَرِ، وَإِنَّمَا يَخِفُّ الْحِسَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلىٰ مَنْ حَاسَبَ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا»[2] "اپنے آپ کا مُحاسبہ کر واس سے قبل کہ تمہارا مُحاسبہ کیا جائے! اور بڑی پیشی کے لیے تیار رہو! قیامت کے دن اس آدمی کا حساب آسان ہو گا جس نے دنیا ہی میں اپنا مُحاسبہ کر لیا ہو گا"۔ حضرت میمون بن مہران رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ "بندہ اس وقت تک پرہیزگار شمار نہیں ہوتا، جب تک اپنے نفس کا اس طرح مُحاسبہ نہ کرے، جس طرح کاروبار میں اپنے شریک سے کرتا ہے، کہ اس نے کہاں سے کھایا؟ اور کہاں سے پہنا؟!"[3]۔ لہذا دوسروں کا حساب کرنے سے پہلے اپنا مُحاسبہ کر لیا جائے تو حال یہ ہو گا کہ ؏

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب صفة القيامة ...إلخ، ر: ٢٤٥٩، صـ٥٦٠.

(٢) المرجع نفسه.

(٣) المرجع السابق.

مگر جب ہو گیا دل احتسابِ نفس پر مائل

ہوا ثابت کہ ہر فرزندِ آدم مجھ سے بہتر تھا

خلاصۂ کلام

حضراتِ ذی وقار! تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ مُحاسبۂ نفس انسان کی اِصلاح کے لیے، عظیم ترین اُمور میں سے ایک ہے، جس کی ضرورت آج کے زمانے میں پہلے سے بہت زیادہ ہے؛ کیونکہ یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر انسان صحیح معنی میں اپنے دین پر قائم رہ سکتا ہے، اور شیطان ونفسانی خواہشات کے حربوں سے خود کو بچا سکتا ہے۔ جب ہر شخص اس سوچ کو اپنا کر عملی میدان میں کوششیں جاری رکھے گا، تو ہر گھر، ہر محلّہ، ہر شہر، ہر ملک، بلکہ پوری دنیا کے لوگوں میں سُدھار آجائے گا، ان شاء اللہ عزّوجلّ!۔

دعا

اے اللہ! ہمیں اپنے آپ کا مُحاسبہ کرنے کی توفیق عطا فرما، شیطان کے مکر وفریب سے بچا، رزقِ حلال میں برکت عطا فرما، اپنی محبت واِطاعت کے ساتھ سچی بندگی کی توفیق عطا فرما، خَلقِ خدا کے لیے ہمارا سینہ کشادہ اور دل نرم فرما، الٰہی ہمارے اَخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کر دے، ہمارے اعمالِ حسَنہ کو قبول فرما، ہمیں تمام گناہوں سے بچا، آمین یا ربّ العالمین!۔

خُطبات

جمعہ وعیدَین ونکاح

خطبۂ جمعہ

پہلا خطبہ

(۱)اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی الْعَالَمِیْنَ جَمِیْعاً، وَاَقَامَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لِلْمُذْنِبِیْنَ شَفِیْعاً، فَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَسَلَّمَ وَبَارَکَ عَلَیْہِ، وَعَلٰی کُلِّ مَنْ ھُوَ مَحْبُوْبٌ وَّمَرْضِیٌّ لَّدَیْہِ، صَلَاۃً تَبْقٰی وَتَدُوْمُ، بِدَوَامِ الْمَلِكِ الْحَیِّ الْقَیُّوْمِ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ، اَمَّا بَعْدُ:

فَیَا اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ! رَحِمَنَا وَرَحِمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی اُوْصِیْکُمْ وَنَفْسِیْ بِتَقْوَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فِی السِّرِّ وَالْاِعْلَانِ، فَاِنَّ التَّقْوٰی سَنَامُ ذُرَی الْاِیْمَانِ! وَاذْکُرُوا اللّٰہَ عِنْدَ کُلِّ شَجَرٍ وَّحَجَرٍ، وَّاعْلَمُوْا

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرٌ! وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ! فَاِنَّ السُّنَنَ هِيَ الاَنْوارُ، وَزَيِّنُوْا قُلُوْبَكُمْ بِحُبِّ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ والتَّسْلِيْمِ؛ فَاِنَّ الحُبَّ هُوَ الْاِيْمَانُ كُلُّهُ، اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ. اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، اَلَا لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا مَحَبَّةَ لَهُ، رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِيَّاكُمْ حُبَّ حَبِيْبِهِ هٰذَا النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ اَكْرَمُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى ﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ، وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ!﴾ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الحَكِيْمِ، اِنَّهُ تَعَالَى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوَّادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ، اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ! لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ[1].

(۱) یہ خطبہ پڑھ کر اندازاً قرآن مجید کی تین ۳ آیات کی مقدار بیٹھے، پھر اُٹھ کر دوسرا خطبۂ جمعہ شروع کرے۔

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الحَقِّ اَرْسَلَہٗ، صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَداً، لَاسِیَّمَا عَلٰی اَوَّلِھِمْ بِالتَّصْدِیْق، وَاَفْضَلِھِمْ بِالتَّحْقِیْق، اَلْمَوْلٰی الاِمَامِ الصِّدِّیْق، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَامِ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ وَعَلٰی اَعْدَلِ الْاَصْحَاب، مُزَیِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَاب، الْمُوَافِقِ رَاْیُہٗ بِالْوَحْیِ وَالْکِتَاب، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، وَغَیْظِ الْمُنَافِقِیْن، وَاِمَامِ الْمُجَاھِدِیْن فِیْ رَبِّ الْعَالَمِیْن، اَبِیْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہُ وَعَلٰی جَامِعِ الْقُرْآن، کَامِلِ الْحَیَآءِ وَالْاِیْمَان، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الاِمَام، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، وَاِمَامِ الْمُتَصَدِّقِیْن لِرَبِّ العَالَمِیْن، اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالَی عَنْہُ وَعَلٰی اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِب، اِمَامِ الْمَشَارِقِ والْمَغَارِب، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْن اِلَی رَبِّ

العَالَمِیْن، اَبِیْ الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم وَعَلَی ابْنَیْہِ الکَرِیْمَیْنِ السَّعِیْدَیْنِ الشَّھِیْدَیْنِ، الْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْن، الْنَیِّرَیْنِ الزَّاھِرَیْن، الطَیِّبَیْنِ الطاھِرَیْن، سَیِّدَیْنَا اَبِی مُحَمَّدٍ الْحَسَن، وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْن، وَعَلٰی اُمِّھِمَا سَیِّدَۃِ النِّسَاء، الْبَتُوْلِ الزَّھْرَآء، فِلْذَۃِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَاء صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہُ عَلٰی اَبِیْھَا الْکَرِیْم، وَعَلَیْھَا وَعَلٰی بَعْلِھَا وَابْنَیْھَا وَعَلٰی عَمَّیْہِ الشَّرِیْفَیْنِ الْمُطَھَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاس، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَۃَ حَمْزَۃَ، وَاَبِیْ الْفَضْلِ الْعَبَّاس، وَعَلٰی سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ والْمُھَاجِرَۃ، وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَھْلَ التَّقْوٰی وَاَھْلَ الْمَغْفِرَۃ.

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْنَ وَبارِکَ وَسَلَّمَ رَبَّنَا یا مَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ! واخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ وَبارِکَ وَسَلَّمَ رَبَّنَا یا مَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْھُمْ! عِبَادَ اللّٰہ! رَحِمَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ والْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی، وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ والْبَغْیِ، یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُونَ! وَلَذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی اَعْلٰی وَاَوْلٰی، وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ، وَاَعْظَمُ وَاَکْبَرُ!.

خطبہ عید الفطر

پہلا خطبہ

[1]اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْن، اَلْحَمْدُ لِلّٰه كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْراً مِمَّا نَقُوْل، اَلْحَمْدُ لِلّٰه قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰه مَعَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰه كَمَا يَنْبَغِيْ بِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْم ، اَلْحَمْدُ لِلّٰه كَمَا حَمِدَهُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُوْن، وَالْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُوْن، وَعِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحُوْن، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰه الْحَمْد، وَاَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰهِ، وَاَزْكٰى تَحِيَّاتِ اللّٰهِ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰه، وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰه، وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰه، وَاِمَامِ حَضْرَةِ اللّٰه، وَزِيْنَةِ عَرْشِ اللّٰهِ، وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ اللّٰهِ، نَبِيِّ الْاَنْبِيَاء، عَظِيْمِ الرَّجَاء، عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاء، مَاحِي الذُّنُوْبِ وَالْخَطَاءِ، حَبِيْبِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاء، الَّذِيْ كَانَ نَبِيّاً وَّآدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاء، نَبِيِّ الْحَرَمَيْن، اِمَامِ الْقِبْلَتَيْن، سَيِّدِ الْكَوْنَيْن، وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْن، صَاحِبِ قَابَ

---

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

قَوْسَیْن، الْمُزَیَّنِ بِکُلِّ زَیْن، الْمُنَزَّہِ مِنْ کُلِّ عَیْبٍ وَشَیْن، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْن، دُرِّاللّٰہِ الْمَکْنُوْن، سِرِّ اللّٰہِ الْمَخْزُوْن، نُوْرِ الْاَفْئِدَۃِ وَالْعُیُوْن، سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن، عَالِمِ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْن، سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْن، خَاتَمِ النَّبِیِّیْن، اَکْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْن، قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجِّلِیْن، مَعْدَنِ اَنْوَارِ اللّٰہ، وَمَخْزَنِ اَسْرَارِ اللّٰہ، وَخَزَائِنِ رَحْمَۃِ اللّٰہ، نَبِیِّنَا وَحَبِیْبِنَا وَشَفِیْعِنَا، وَغَیْثِنَا وَغِیَاثِنَا وَمُغِیْثِنَا، وَعَوْنِنَا وَمُعِیْنِنَا، وَوَکِیْلِنَا وَکَفِیْلِنَا، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَمَلْجَأِنَا وَمَأْوَانَا، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَعَلٰی آلِہِ الطَّیِّبِیْن، وَاَصْحَابِہِ الطَّاہِرِیْن، وَاَزْوَاجِہِ الطَّاہِرَاتِ اُمَّہَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ، وَعِتْرَتِہِ الْمُکَرِّمِیْنَ الْمُعَظِّمِیْن، وَاَوْلِیَاءِ مِلَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ الْعَارِفِیْن، وَعُلَمَاءِ اُمَّتِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمُرْشِدِیْن، وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ، وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، اِلٰھاً وَّاحِداً اَحَداً صَمَداً، فَرْداً قَیُّوْماً، مَلِکاً جَبَّاراً، لِلذُّنُوْبِ غَفَّاراً، وَّلِلْعُیُوْبِ سَتَّاراً، وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہ، اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہ،

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْداً، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْد، اَمَّا بَعْد:

فَيَا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُون! رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيم، اَلَا وَلِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ: (۱) فَرْحَةٌ عِنْدَ الْاِفْطَار (۲) وَفَرْحَةٌ عِنْدَ لِقَاءِ الرَّحْمٰن. اَلَا وَاِنَّ فِيْ الْجَنَّةِ بَاباً يُقَالُ لَهُ: "اَلرَّيَّانُ" لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ. اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد! بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِيْ الْقُرْآنِ الْعَظِيْمِ، وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ، اِنَّهُ تَعَالٰى مَلِكٌ كَرِيْمٌ جَوَادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ، اَقُوْلُ قَوْلِيْ هٰذَا وَاسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِيْ وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَات، وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَات، اِنَّهُ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ! اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد![1].

---

(۱) دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات ۷ بار، اور ختم کرنے پر ۱۴ بار، امام منبر پر کھڑے کھڑے "اللہ اکبر" آہستہ کہے، یہی سنّت ہے۔["بہارِ شریعت" حصہ چہارُم، عیدین کا بیان، ۱/۷۸۳]

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَه، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ اَرْسَلَهٗ، صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَداً، لَاسِيَّمَا عَلَى اَوَّلِهِمْ بِالتَّصْدِيْقِ، وَاَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْقِ، اَلْمَوْلَى الْاِمَامِ الصِّدِّيْقِ، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَاِمَامِ الْمُشَاهِدِيْنَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْق رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه وَعَلٰى اَعْدَلِ الْاَصْحَاب، مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَاب، الْمُوَافِقِ رَاْيُهٗ بِالْوَحْيِ وَالْكِتَاب، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَغَيْظِ الْمُنَافِقِيْن، اِمَامِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ رَبِّ الْعَالَمِيْن، اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْه وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْآن، كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْاِيْمَان، مُجَهِّزِ جَيْشِ الْعُسْرَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، اِمَامِ الْمُتَصَدِّقِيْنَ

لِرَبِّ العَالَمِیْن، اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وَعَلٰی اَسَدِ اللّٰہِ الْغَالِب، اِمَامِ الْمَشَارِقِ والْمَغَارِب، حَلَّالِ الْمُشْکِلَاتِ وَالنَّوَائِب، دَفَّاعِ الْمُعْضَلَاتِ وَالْمَصَائِب، اَخِی الرَّسُوْل، وَزَوْجِ الْبَتُوْل، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْن، وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ العَالَمِیْن، اَبِیْ الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم وَعَلٰی ابْنَیْہِ الکَرِیْمَیْنِ السَّعِیْدَیْنِ الشَّھِیْدَیْن، الْقَمَرَیْنِ الْمُنِیْرَیْن، النَّیِّرَیْنِ الزَّاھِرَیْنِ الْبَاھِرَیْن، الطَّیِّبَیْنِ الطَّاھِرَیْن، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَن، وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا وَعَلٰی اُمِّھِمَا سَیِّدَۃِ النِّسَاءِ، الْبَتُوْلِ الزَّھْرَاء صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہُ عَلٰی اَبِیْھَا الْکَرِیْم، وَعَلَیْھَا وَعَلٰی بَعْلِھَا وَابْنَیْھَا وَعَلٰی عَمَّیْہِ الشَّرِیْفَیْن، الْمُطَھَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاس، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَۃَ حَمْزَۃَ، وَاَبِیْ الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ، وَعَلٰی سَائِرِ فِرَقِ الاَنْصَارِ والْمُھَاجِرَۃ، وَعَلَیْنَا مَعَھُمْ.

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ. اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ نَّصَرَ دِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْنَ وَبَارِکْ وَسَلِّم رَبَّنَا یَا مَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْھُمْ! وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِیْنَ سَیِّدِنَا

وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّم رَبَّنَا يَا مَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ! اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَر، وَلِلّٰهِ الْحَمْد. اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَان، وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى، وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْن! وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى، وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ، وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ، وَاَعْظَمُ وَاَكْبَر!.

خطبۂ عید الاضحیٰ

پہلا خطبہ

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدَ الشَّاكِرِيْن، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا نَقُوْلُ وَخَيْرًا مِمَّا نَقُوْل، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ قَبْلَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَعْدَ كُلِّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَعَ كُلِّ شَيْءٍ، وَالْحَمْدُ للّٰه يَبْقٰى رَبُّنَا وَيَفْنٰى كُلُّ شَيْءٍ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِهِ الْكَرِيْم، وَعَظِيْمِ سُلْطَانِهِ الْقَدِيْم، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَمَا حَمِدَهُ الْاَنْبِيَاءُ وَالْمُرْسَلُوْن، وَالْمَلَائِكَةُ وَالْمُقَرَّبُوْن، وَعِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحُوْن، وَخَيْرًا مِّنْ كُلِّ ذٰلِكَ كَمَا حَمِدَ نَفْسَهُ فِيْ كِتَابِهِ الْمَكْنُوْن، اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه، واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، وللّٰهِ الْحَمْد، وَاَفْضَلُ صَلَوَاتِ اللّٰه، وَاَزْكٰى تَحِيَّاتِ اللّٰه، عَلٰى خَيْرِ خَلْقِ اللّٰه، وَسِرَاجِ اُفُقِ اللّٰه، وَقَاسِمِ رِزْقِ اللّٰه، وَاِمَامِ حَضَرَةِ اللّٰه، وَزِيْنَةِ عَرْشِ اللّٰه، وَعَرُوْسِ مَمْلَكَةِ اللّٰه، نَبِيِّ الْاَنْبِيَاء، عَظِيْمِ الرَّجَاءِ، عَمِيْمِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاء، مَاحِي الذُّنُوْبِ

---

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

وَالْخَطَاءِ، حَبِيْبِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّماء، الَّذِیْ كَانَ نَبِيّاً وَّآدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْماء، نَبِيِّ الْحَرَمَيْن، اِمَامِ الْقِبْلَتَيْن، سَيِّدِ الْكَوْنَيْن، وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْن، صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْن، الْمُزَيَّنِ بِكُلِّ زَيْن، الْمُنَزَّهِ مِنْ كُلِّ عَيْبٍ وَّشَيْن، جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْن، دُرِّ اللهِ الْمَكْنُوْن، سِرِّ اللهِ الْمَخْزُوْن، نُوْرِ الْاَفْئِدَةِ وَالْعُيُوْن، سُرُوْرِ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن، عَالِمِ مَا كَانَ وَمَايَكُوْن، سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن، خَاتَمِ النَّبِيِّيْن، اَكْرَمِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْن، قَائِدِ الْغُرِّ الْمُحَجِّلِيْن، مَعْدَنِ اَنْوَارِ الله، ومَخْزَنِ اَسْرَارِ الله، وَخَزَائِنِ رَحْمَةِ الله، وَمَوَائِدِ نِعْمَةِ الله، نَبِيِّنَا وَحَبِيْبِنَا، وَشَفِيْعِنَا وَمَلِيْكِنَا، وَغَوْثِنَا وَغَيْثِنَا وَغِيَاثِنَا وَمُغِيْثِنَا، وَعَوْنِنَا وَمُعِيْنِنَا، وَوَكِيْلِنَا وَكَفِيْلِنَا، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا، ومَلْجَأْنَا وَمَأْوَانَا، مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْن، وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِيْن، وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْن، وَاَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْن، وَعِتْرَتِهِ الْمُكَرَّمِيْنَ الْمُعَظَّمِيْن، وَاَوْلِيَاءِ مِلَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ الْعَارِفِيْن، وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهِ الرَّاشِدِيْنَ الْمُرْشِدِيْن، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَلَهُمْ وَفِيْهِمْ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْن، اللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله، واللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، ولِلّٰهِ الْحَمْد.

وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، اِلٰهاً وَّاحِداً، اَحَداً صَمَداً، فَرْداً وِتْراً، حَيّاً قَيُّوماً، مَلِكاً جَبَّاراً، لِلذُّنُوْبِ غَفَّاراً، وَّلِلْعُيُوْبِ سَتَّاراً، شَهَادَةً يَرْضٰى بِهَا وَجْهُ الرَّحْمٰنِ. وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، اللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَر، لَا اِلٰهَ اِلَّا الله، واللهُ اَكْبَرُ اللهُ اَكْبَرُ، وللهِ الْحَمْد، اَمَّا بَعْد:

فَيَا اَيُّهَا الْمُؤْمِنُون! رَحِمَنَا وَرَحِمَكُمُ اللهُ تَعَالٰى اِعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمٌ عَظِيم، قَالَ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْن، رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْن، مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا مِنْ اَيَّامٍ الْعَمَلُ الصَّالِحُ فِيْهِنَّ اَحَبُّ اِلَى اللهِ تَعَالٰى، مِنْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ الْعَشْرِ»[1]. وَقَالَ: «مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللهِ تَعَالٰى، مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ، وَاِنَّهُ لَيَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِقُرُوْنِهَا، وَاَشْعَارِهَا، وَاَظْلَافِهَا، وَاِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللهِ تَعَالٰى بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ، فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْساً»[2].

---

(١) "سنن الترمذي" أبواب الصوم، باب ما جاء في العمل أيّام العشر، ر: ٧٥٧، صـ١٩١.

(٢) المرجع نفسه، أبواب الأضاحي، باب ما جاء في فضل الأضحية، ر: ١٤٩٣، صـ٣٦٣.

اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، واللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، وللّٰہِ الْحَمْد، اَعُوْذُ باللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ * وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ!﴾ [الزُلزلة: ۷، ۸].

اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ، واللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، وللّٰہِ الْحَمْد! بَارَکَ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ فِی الْقُرْآنِ الْعَظِیْم، وَنَفَعَنَا وَاِیَّاکُمْ بِالْآیَاتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْم، اِنَّہٗ تَعَالٰی مَلِکٌ کَرِیْم، جَوَادٌ بَرٌّ رَؤُوْفٌ رَّحِیْم![1].

(۱) دوسرا خطبہ شروع کرنے سے پہلے سات ۷ بار، اور ختم کرنے پر ۱۴ بار، امام منبر پر کھڑے کھڑے "اللہ اکبر" آہستہ کہے، یہی سنّت ہے۔ ["بہارِ شریعت" حصہ چہارُم، عیدین کا بیان، ۱/۷۸۳]

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُ للهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنُؤْمِنُ بِهِ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ، وَنَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَه، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَه، وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه، وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه، بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الحَقِّ اَرْسَلَه، صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ اَبَداً لَاسِيَّمَا عَلَى اَوَّلِهِمْ بِالتَّصْدِيْق، وَاَفْضَلِهِمْ بِالتَّحْقِيْق، الْمَوْلٰى الْاِمَامِ الصِّدِّيْق، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَاِمَامِ الْمُشَاهِدِيْنَ لِرَبِّ الْعَالَمِيْن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَبِيْ بَكْرِ الصِّدِّيْق رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْه وَعَلٰى اَعْدَلِ الاَصْحَاب، مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَاب، الْمُوَافِقِ رَاْيُهُ بِالْوَحْيِ وَالْكِتَابِ، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، وَغَيْظِ الْمُنَافِقِيْن، اِمَامِ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ رَبِّ الْعَالَمِيْن، اَبِيْ حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّاب رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْه وَعَلٰى جَامِعِ الْقُرْآن، كَامِلِ الْحَيَاءِ وَالْاِيْمَان، مُجَهِّزِ جَيْشِ الْعُسْرَةِ فِيْ رِضَى الرَّحْمٰن، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْن، اِمَامِ

الْـمُتَصَدِّقِیْنِ لِرَبِّ الْعَالَمِیْن، اَبِیْ عَمْرٍو عُثْمَانَ بْنِ عَفَّان رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ وَعَلٰی اَسَدِاللّٰہِ الْغَالِب، اِمَامِ الْـمَشَارِقِ وَالْـمَغَارِب، حَلَّالِ الْـمُشْکِلَاتِ وَالنَّوَائِب، دَفَّاعِ الْـمُعْضَلَاتِ وَالْـمَصَائِب، اَخِی الرَّسُوْل، وَزَوْجِ الْبَتُوْل، سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَام، اَمِیْرِ الْـمُؤْمِنِیْن، وَاِمَامِ الْوَاصِلِیْنَ اِلٰی رَبِّ الْعَالَمِیْن، اَبِی الْحَسَنِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِب کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْمَ وَعَلَی ابْنَیْہِ الْکَرِیْمَیْن، السَّعِیْدَیْنِ الشَّہِیْدَیْن، الْقَمَرَیْنِ الْـمُنِیْرَیْن، النَّیِّرَیْنِ الزَّاہِرَیْنِ الْبَاہِرَیْن، الطِّیِّبَیْنِ الطَّاہِرَیْن، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ وَاَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ الْحُسَیْن رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَعَلٰی اُمِّہِمَا سَیِّدَۃِ النِّسَاء، الْبَتُوْلِ الزَّہْرَاء، فِلْذَۃِ کَبِدِ خَیْرِ الْاَنْبِیَاء صَلَوَاتُ اللّٰہِ تَعَالٰی وَسَلَامُہُ عَلٰی اَبِیْہَا الْکَرِیْمِ، وَعَلَیْہَا وَعَلٰی بَعْلِہَا وَابْنَیْہَا وَعَلٰی عَمِّیْہِ الشَّرِیْفَیْن، الْـمُطَہَّرَیْنِ مِنَ الْاَدْنَاس، سَیِّدَیْنَا اَبِیْ عُمَارَۃَ حَمْزَۃ، وَاَبِی الْفَضْلِ الْعَبَّاس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا وَعَلٰی سَائِرِ فِرَقِ الْاَنْصَارِ وَالْـمُہَاجِرَۃِ، وَعَلَیْنَا مَعَہُمْ یَا اَہْلَ التَّقْوٰی وَاَہْلِ الْـمَغْفِرَۃ! اللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَر، وَلِلّٰہِ الْحَمْد.

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ رَبَّنَا يَامَوْلَانَا وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ! وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمْ رَبَّنَا يَامَوْلَانَا وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ!.

اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر. لَا اِلٰهَ اِلَّا الله. واللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَر، وللهِ الْحَمْد، عِبَادَ الله رَحِمَكُمُ اللّٰهُ! اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ والْاِحْسَان، وَاِيْتَاءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ والْبَغْيِ، يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْن! وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَجَلُّ وَاَعَزُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَعْظَمُ وَاَكْبَر!.

خطبۂ نکاح

(۱)اَلْحَمْدُ لله نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِالله مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَه، وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَه، وَأَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُه.

أَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم، بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم: ﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ [النساء: ١]، ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ [آل عمران: ١٠٢]، ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ [الأحزاب: ٧٠، ٧١].

(۱) عربی عبارت میں اگر حرکت تشدید کے اُوپر ہو تو اسے زبر پڑھا جاتا ہے، اور اگر حرکت تشدید کے نیچے ہو تو اسے زیر پڑھا جائے گا۔

عن النَّبِيِّ ﷺ: «تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: (١) لِمَالِهَا (٢) وَلِحَسَبِهَا (٣) وَلِجَمَالِهَا (٤) وَلِدِيْنِهَا. فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ»[1]. وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: «الدُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ»[2]. وَقَالَ عليه الصلاة والسلام: «النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ، فَمَنْ لَّمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِيْ، فَلَيْسَ مِنِّي»[3].

(١) "صحيح مسلم" كتاب الرضاع، باب استحباب نكاح ذات الدين، ر: ٣٦٣٥، صـ٦٢٤.

(٢) المرجع نفسه، باب خير متاع الدنيا المرأة الصالحة، ر: ٣٦٤٩، صـ٦٢٧.

(٣) "سنن ابن ماجه" كتاب النكاح، باب ما جاء في فضل النكاح، ر: ١٨٤٦، صـ٣١٠.

مآخذ و مَراجع

ماخذومراجع

عربی کتب

- القرآن الكريم، كلام الله تعالى.
- الآثار، أبو يوسف (ت١٨٢هـ) تحقيق: أبو الوفا، بيروت: دار الكتب العلمية.
- الأجوِبة المرضية فيما سُئل السخاوي عنه من الأحاديث النبوية، السخاوي (ت٩٠٢هـ) تحقيق: د. محمّد إسحاق محمّد إبراهيم، الرياض: دار الراية للنشر والتوزيع ١٤١٨هـ، ط١.
- أحكام القرآن، الجصّاص (ت٣٧٠هـ) تحقيق: محمّد صادق القمحاوي، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٠٥هـ.
- إحياء علوم الدِّين، الغزالي (ت٥٠٥هـ) بيروت: دار الكتب العلميّة ١٤٠٦هـ، ط١.
- أعلام التصوُف الإسلامي، أحمد أبو كف، القاهرة: مؤسّسة دار التعاوُن للطبع والنشر ٢٠٠٢ء، ط٢.
- الإفصاح عن مَعاني الصحاح، ابن هُبَيرَة (ت: ٥٦٠هـ) تحقيق: فؤاد عبد المنعم أحمد، الرياض: دار الوطن ١٤١٧هـ.

- البداية والنهاية، أبو الفداء إسماعيل بن عمر الدِمشقي (ت٧٧٤هـ) تحقيق: علي شيري، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٠٨هـ، ط١.
- البرهان المؤيَّد، أحمد بن علي بن ثابت الرفاعي الحسيني، (ت٥٧٠هـ) تحقيق: عبد الغني نكه مي، بيروت: دار الكتاب النفيس ١٤٠٨هـ، ط١.
- بغية الباحث عن زوائد مُسند الحارث، أبو بكر الهيثمي (ت٨٠٧هـ) تحقيق: د. حسين أحمد صالح الباكري، المدينة المنوّرة: مركز خدمة السنّة والسيرة النبوية ١٤١٣هـ، ط١.
- بهجة الأسرار ومَعدِن الأنوار، الشطنوفي (ت٧١٣هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٣هـ، ط١.
- تاريخ الخلفاء، السُيوطي (ت٩١١هـ) تحقيق: حمدي الدمرداش، القاهرة: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٥هـ، ط١.
- تاريخ دِمشق، ابن عساكر (ت٥٧١هـ) تحقيق: عَمرو بن غرامة العمروي، بيروت: دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع ١٤١٥هـ.
- تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، الزَيلعي (ت٧٤٣هـ) مصر:

المطبعة الأميرية ١٣١٥هـ، ط٣.

- تحريم النرد والشطرنج والمَلاهي، الآجرّي (ت٣٦٠هـ) تحقيق: محمّد سعيد عمر داس، السعودية: إدارات البُحوث العلمية والإفتاء والدعوة والإرشاد ١٤٠٢هـ، ط١.

- التفسيرات الأحمديّة، مُلّا جِيوَن (ت١١٣٠هـ) بشاور: مكتبه حقّانية.

- تفسير البيضاوي، البيضاوي (ت٦٨٥هـ) تحقيق: محمّد صبحي بن حسن حلّاق، د. محمود أحمد الأطرش، بيروت: دار الرشيد ١٤٢١هـ، ط١.

- تفسير رُوح البيان، إسماعيل حقّي (ت ١١٢٧هـ) بيروت: دار الفكر.

- تفسير القرآن العظيم، ابن كثير (ت٧٧٤هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢١هـ.

- التوقيف على مهمّات التعاريف، المُناوي (ت١٠٣١هـ) القاهرة: عالم الكتب ١٤١٠هـ.

- جامع البيان في تأويل القرآن، ابن جرير الطَبَري (ت٣١٠هـ) تحقيق: صدقي جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٥هـ.

- الجامع الصغير، السُيوطي (ت٩١١هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٥هـ، ط١

- جامع كرامات الأولياء، النبهاني (ت١٣٥٠هـ) تحقيق: إبراهيم عطوة عوض، الهند: مركز أهل السنّة بركات رضا فوربندر غجرات ١٤٢٢هـ، ط١.

- الجامع لأحكام القرآن، القُرطُبي (ت٦٧١هـ) تحقيق: عبد الرزّاق المهدي، كوئته: المكتبة الرشيديّة.

- حاشية العلّامة الصاوي على تفسير الجلالَين، الصاوي (ت١٢٤١هـ) كراتشي: مكتبة الغوثية.

- الحاوي للفتاوي، السُّيوطي (ت٩١١هـ) بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ.

- الدَّولة المكيّة بالمادّة الغَيبيّة، الإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) تحقيق: د. المفتي محمّد أسلم رضا الميمني، كراتشي: دار أهل السُنّة ١٤٤٠هـ، ط١.

- دِيوان حسّان بن ثابت، حسّان بن ثابت الأنصاري (ت٤٠هـ) تحقيق: الأستاذ عبد أ علي مهنا، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٥هـ، ط٤.

- ذمُّ الكذب = من الصمت وآداب اللسان، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) تحقيق: محمد غسّان نصوح عزقول، دِمشق: دار السنابل ١٩٩٣ء.

- ذمُّ المَلاهي، ابن أبي الدنيا (ت٢٨١هـ) تحقيق: عَمرو عبد المنعم سليم، مصر: مكتبة ابن تَيمية، وجدّة: مكتبة العلم، ١٤١٦ هـ، ط١.

- الذَّيل على طبَقات الحنابلة، ابن رجب الحنبلي (ت٧٩٥هـ) تحقيق: د. عبد الرحمن بن سليمان العُثَيمين، الرياض: مكتبة العبيكان ١٤٢٥هـ، ط١.

- ردّ المحتار على الدرّ المختار، ابن عابدين (ت١٢٥٢هـ) تحقيق: د. حُسام الدين بن محمد صالح فَرفور، دِمشق: دار الثقافة والتراث ١٤٢١هـ، ط١.

- الرّسالة القشَيرية، القشَيري (ت٤٥٦هـ) بيروت: مؤسّسة الكتب الثقافية ١٤٢٠هـ، ط١.

- رُوح المعاني في تفسير القرآن العظيم، الألوسي (ت١٢٧٠هـ) تحقيق: علي عبد الباري عطية، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٥هـ، ط١.

- سُبل الهُدى والرَّشاد، محمّد بن يوسف الصالحي (ت٩٤٢هـ) تحقيق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود، الشيخ علي محمّد معوض، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٤هـ، ط١.

- سنن ابن ماجه، محمد بن يزيد (ت٢٧٥هـ) بيروت: دار إحياء

التراث العربي ١٤٢١هـ، ط١.

- سنن أبي داود، سليمان بن الأشعَث (ت٢٧٥هـ) الرياض: دار السّلام ١٤٢٠هـ، ط١.

- سنن الترمذي، محمد بن عيسى (ت٢٧٩هـ) الرياض: دار السلام ١٤٢٠هـ، ط١.

- سنن الدارقُطني، علي بن عمر الدارقُطني (ت٣٨٥هـ) تحقيق الشيخ مجدي حسن، ملتان: نشر السنّة ١٤٢٠هـ.

- سنن الدارمي، الدارمي (ت٢٥٥هـ) تحقيق فواز أحمد زمرلي، بيروت: دار الكتاب العربي ١٤٠٧هـ، ط١.

- السنن الكبرى، البَيهقي (ت٤٥٨هـ) ملتان: إداره تأليفات أشرفيّة.

- سنن النَّسائي، أحمد بن شعَيب (ت٣٠٣هـ) تحقيق: صدقي جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤٢٥هـ.

- السيرة النبويّة، ابن هِشام (ت٢١٣هـ) تحقيق: محمّد شحاتَه إبراهيم، القاهرة: دار المنار.

- شرح الزرقاني على المواهب اللدُنية بالمنح المحمدية، الزرقاني (ت١١٢٢هـ) بيروت: دار الكتب العلمية، ١٤١٧هـ، ط١.

- الشريعة، الآجرّي (ت٥١٦هـ) تحقيق: د. عبد الله بن عمر بن

سليمان الدميجي، الرياض: دار الوطن ١٤٢٠هـ، ط٢.

- شُعب الإيمان، البَيهقي (ت٤٥٨هـ) تحقيق: حمدي الدمرداش محمّد العدل، بيروت: دار الفكر ١٤٢٤هـ، ط١.

- الشفا بتعريف حقوق المصطفى، قاضي عياض (ت٥٤٤هـ) تحقيق: عبد السلام محمد أمين، بيروت: دار الكتب العلمية ١٤٢٢هـ، ط٢.

- صحيح ابن حِبّان، أبو حاتم محمد بن حِبّان (ت٣٥٤هـ) بيروت: بيت الأفكار الدوليّة ٢٠٠٤م.

- صحيح البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري (ت٢٥٦هـ) الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط٢.

- صحيح مسلم، مسلم بن الحجّاج (ت٢٢٦١هـ) الرياض: دار السّلام ١٤١٩هـ، ط١.

- طبَقات الصوفيّة، المُناوي (ت١٠٣١هـ) تحقيق: محمّد أديب الجادر، بيروت: دار صادر ٢٠١٢ء.

- الطبَقات الكبرى، ابن سعد (ت٢٣٠هـ) بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط١.

- الطبَقات الكبرى، عبد الوهّاب الشَعراني (ت٩٧٣هـ) تحقيق:

أحمد عبد الرحيم السايح، المستتشار توفيق علي وَهبَه، القاهره: مكتبة الثقافةالدينية ١٤٢٦هـ، ط١.

- الفتاوى الهنديّة، الشيخ نظام (ت١١٦١هـ) وجماعة من علماء الهند الأعلام، بشاوَر: المكتبة الحقّانية.

- فُتوح الغيب، عبد القادر الجيلاني (ت٥٦١هـ) مصر: مكتبة ومطبعه مصطفى البابي ١٣٩٢هـ، ط٢.

- فضائل الصحابة، أبو عبد الله أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ) تحقيق: د. وصي الله محمّد عباس، بيروت: مؤسّسة الرسالة ١٤٠٣هـ، ط١.

- الكاشف عن حقائق السُنن، الطِيبي (ت٧٤٣هـ) تحقيق بديع السيّد اللَحّام، كراتشي: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ١٤١٣هـ، ط١.

- كتاب السُنّة، ابن أبي عاصم (ت٢٨٧هـ) تحقيق: محمد ناصر الألباني، بيروت: المكتب الإسلامي ١٤٠٠هـ، ط١.

- كنز العمّال، علاء الدين علي بن حُسام الدين (ت٩٧٥هـ) تحقيق: محمود عمر الدّمياطي، ملتان: إدارة تأليفات أشرفيّة ١٤٢٤هـ.

- مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، علي القاري (ت١٠١٤هـ) بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.

- المُسايرة مع شرحه المُسامرة، ابن أبي شريف القدسي (ت٩٠٦هـ) مصر: المكتبة التجارية الكبرى.
- المستدرَك على الصحيحَين، الحاكم (ت٤٠٥هـ) تحقيق: حمدي الدمرداش محمّد، الرياض: مكتبة نزار مصطفى الباز ١٤٢٠هـ، ط١.
- مُسند أبي يعلى، أحمد بن علي المُوصلي (ت٣٠٧هـ) تحقيق ظهير الدين عبد الرحمن، بيروت: دار الفكر ١٤٢٢هـ، ط١.
- المُسند، الإمام أحمد بن حنبل (ت٢٤١هـ) تحقيق: صدقي محمد جميل العطّار، بيروت: دار الفكر ١٤١٤هـ، ط٢.
- مُسند البزار، أبو بكر أحمد بن عَمرو، البزّار (ت: ٢٩٢هـ) تحقيق: محفوظ الرحمن زين الله، عادل بن سعد، صبري عبد الخالق الشافعي، المدينة المنوّرة: مكتبة العلوم والحكم ٢٠٠٩ء، ط١.
- المصنَّف، ابن أبي شَيبة (ت٢٣٥هـ) تحقيق: محمّد عوّامة، جَدّة: دار القبلة للثقافة الإسلاميّة ١٤٢٧هـ، ط١.
- معجم البُلدان، ياقُوت بن عبد الله الحَموي (ت٦٢٦هـ) تحقيق: محمّد عبد الرحمن المرعَشلي، بيروت: دار إحياء التراث العربي.
- المعجم الأوسط، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ) تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، عمان: دار الفكر ١٤٢٠هـ، ط١.

- المعجم الكبير، الطَبَراني (ت٣٦٠هـ) تحقيق: حمدي عبد المجيد السلَفي، بيروت: دار إحياء التراث العربي ١٤٢٢هـ، ط٢.

- معجم المَعالم الجُغرافيّة في السّيرة النبويّة، عاتق بن غيث البلادي (ت١٤٣١هـ) مكّة المكرمة: دار مكة للنشر والتوزيع ١٤٠٢هـ، ط١.

- معجم مفردات ألفاظ القرآن، الراغب الأصفهاني (ت٥٠٢هـ) تحقيق نديم مرعَشلي، تهران: المكتبة المرتضوية لإحياء الآثار الجعفرية.

- المُعلم بفوائد مسلم، أبو عبد الله محمد بن علي المازري (ت٥٣٦هـ) تحقيق: فضيلة الشيخ محمّد الشاذلي النيفر، الدار التونسية للنشر، المؤسّسة الوطنية للكتاب بالجزائر ١٩٨٨ء، ط٢.

- مِنَح الرَوض الأزهر في شرح الفقه الأكبر، علي بن سلطان محمّد القاري (ت١٠١٤هـ) تحقيق: الشيخ وهبي سليمان غاوْجي، بيروت: دار البشائر الإسلامية ١٤١٩هـ، ط١.

- المنهاج لشرح صحيح مسلم بن الحجّاج، النَّوَوي (ت٦٧٦هـ) بيروت: دار إحياء التراث العربي، ط٤.

- النهاية في غريب الحديث والأثر، ابن الأثير (ت٦٠٦هـ) تحقيق: طاهر أحمد الزاوى، محمود محمّد الطناحي، بيروت:

المكتبة العلمية ١٣٩٩هـ.

- وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى، أبو الحسن السمهودي (ت٩١١هـ) بيروت: دار الكتب العلمية ١٤١٩هـ، ط١.

فارسی کتب

-اَخبار الاَخیار، شیخ عبدالحق محدِث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ) لاہور: نوریہ رضویہ پبلشنگ کمپنی ۲۰۰۹ء، ط۱۔

- اَشِعۃ اللمعات فی شرح المشکاۃ، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ) نَوَلکِشور: مطبع نامی۔

-اَنفاس العارفین، شاہ ولی اللہ محدِث دہلوی (ت ۱۱۷۶ھ) ملتان: اسلامی کتب خانہ۔

-دلیل العارفین، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ت ۶۳۳ھ) لکھنؤ: مطبع حافظ محمود حسن۔

-سیر الاَقطاب، الہدیہ بن شیخ عبدالرحیم چشتی العثمانی، لکھنؤ: منشی نَوَل کِشور۔

- مدارج النبوّت، شیخ عبد الحق محدِّث دہلوی (ت ۱۰۵۲ھ) لاہور: نوریّہ رضویہ پبلشنگ کمپنی ۱۹۹۷م، ط۲۔

اردو کتب

-اردو دائرہ معارف اسلامیہ، لاہور: دانش گاہِ پنجاب ۱۳۹۱ھ، ط۱۔

-اردو ریسرچ جنزل، آن لائن ۲۰۱۷ء۔

-آسمان رضویت کا نیّر تاتاں، ابو کلیم محمد صدیق فانی، خانیوال: جماعت رضائے مصطفی

ﷺ ۱۴۲۷ھ۔

-اِقتباس الاَنوار (مترجم: کپتان واحد بخش سیال)، شیخ محمد اکرم قدّوسی، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز۱۴۱۴ھ۔

-انیس الاَرواح (مترجم اردو: حکیم مطیع الرحمن قریشی نقشبندی) لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز۱۹۹۹ء۔

-آواز کے سائے، عبید الرحمان، نئی دہلی: اصلیہ آفسٹ پرنٹرز ۲۰۰۱ء۔

- بہارِ شریعت، مفتی امجد علی اعظمی (ت ۱۳۶۷ھ) کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۲۹ھ۔

-بیاضِ پاک، حجۃ الاسلام محمد حامد رضا خان (ت ۱۹۴۳ء) کراچی: مکتبۃ المدینہ ۲۰۱۳ء۔

-بی۔بی۔سی اردو۔

- تجلیاتِ امام احمد رضا، مولانا امانت رسول قادری (ت ۱۴۴۲ھ) لاہور: رضا اکیڈمی ۲۰۰۸ء، ط۱۔

-تحسینِ خطابت ۲۰۲۱ء، ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: ادارہ اہل سنّت، پشاور: المکتبہ النظامیہ ۱۴۴۴ھ، ط۱۔

-تذکرۂ علمائے اہل سنّت، شاہ محمود احمد قادری، فیصل آباد: سنّی دار الاِشاعت ۱۹۹۲ء، ط۲۔

-تذکرہ مشائخِ قادریہ رضویہ، عبدالمجتبی رضوی، لاہور: اکبر بک سیلرز ۲۰۰۸ء۔

-تفسیرِ نعیمی، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت ۱۳۹۱ھ) گجرات: نعیمی کتب خانہ ۲۰۰۶ء۔

-تفسیر نور العرفان، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت ۱۳۹۱ھ) لاہور: پیر بھائی کمپنی۔

- حدائقِ بخشش، امام احمد رضا (ت ۱۳۴۰ھ) کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۳ھ۔
- حیاتِ اعلیٰ حضرت، محمد ظفر الدین بہاری (ت ۱۳۸۲ھ) بمبئی: رضا اکیڈمی ۱۴۲۴ھ، ط۱۔
- حیات حضور حجۃ الاسلام (مطبوع مع "خطبۂ صدارت") محمد حنیف خان رضوی، دہلی: مکتبہ واجدیہ ۱۴۳۵ھ، ط۳۔
- خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، نعیم الدین مرادآبادی (ت ۱۳۶۷ھ) کراچی: ادارۂ اہل سنّت ۲۰۲۰ء، ط۲۔
- دَورِ حاضر کی محفلِ نعت شریعت کے آئینے میں، مفتی غلام محمد شرقپوری بندیالوی، شیخوپورہ، پنجاب: ادارہ تحقیقات عطاء۔
- ذَوقِ نعت، حسن رضا خان (ت ۱۳۲۶ھ) لاہور: حزب الاَحناف۔ وکراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۳۹ھ، ط۱۔
- روزنامہ زمیندار، لاہور۔
- سماء ڈیجیٹل، ۲۵ ستمبر ۲۰۱۷ء۔
- سوانحِ امام احمد رضا، علّامہ بدر الدین احمد، سکھر، سندھ: مکتبہ نوریہ رضویہ ۱۴۰۷ھ، ط۷۔
- سیّد الاولیاء سیّد احمد کبیر رفاعی، مفتی جلال الدین امجدی (ت ۱۴۲۲ھ) لاہور: ادارہ معارف نعمانیہ ۱۹۹۳ء، ط۲۔
- سیرتِ اعلیٰ حضرت، مولانا حسنین رضا خان (ت ۱۴۰۱ھ) کراچی: بزم قاسمی برکاتی

۱۹۸۶ء،ط۱۔

- سیرت سلطان الاولیاء سیّدنا امام احمد کبیر رفاعی، محمد عبد اللہ نورانی الرفاعی، کراچی: الزاویۃ الرفاعیۃ ۱۴۳۴ھ۔

- شاہنامۂ اسلام، ابوالاثر حفیظ جالندھری (ت ۱۹۸۲ء) لاہور: الحمد پبلیکیشنز۲۰۰۶ء۔

- ضیاء النبی ﷺ، پیر محمد کرم شاہ الازہری (ت ۱۹۹۸ء) لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۴۲۰ھ، ط۴۔

- فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، پروفیسر محمد مسعود احمد، لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔

- فتاوی رضویہ، امام احمد رضا خان (ت ۱۳۴۰ھ) تحقیق: مفتی محمد حنیف خان رضوی، مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، کراچی: ادارہ اہلِ سنّت ۱۴۳۸ھ، ط۱۔

- فتاوی مفتیٔ اعظم، محمد مصطفی رضا خان قادری (ت ۱۴۰۲ھ) تحقیق: مفتی محمد حنیف خان رضوی، ممبئی: رضا اکیڈمی ۱۴۳۶ھ۔

- فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین (ت ۱۹۴۹ء) لاہور: فیروز سینٹر پرائیویٹ لمیٹڈ ۲۰۰۵، ط۱۔

- قبالۂ بخشش، محمد جمیل الرحمن رضوی (ت ۱۳۴۳ھ) کراچی: مکتبۃ المدینہ ۱۴۴۰ھ، ط۱۔

- کلام خلیفۂ اعلیٰ حضرت، سفیرِ اسلام مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی۔

- کُلیاتِ اقبال، لاہور: اقبال اکادمی پاکستان ۱۹۹۰ء، ط۱۔

-گائے کے نام پر مسلمانوں کا قتلِ عام، آن لائن آرٹیکل، اے. آر. وائی نیوز ڈیجیٹل ۲۰۱۹ء۔

-ماہنامہ اشرفیہ، مقالہ: مولانا محمود احمد قادری، مبارکپور، اپریل ۱۹۷۷ء۔

-ماہنامہ تحفظ کراچی، امام احمد رضا خان اور مسعودِ ملّت، مئی 2009ء۔

-ماہنامہ "ساحل ذیقعد ۱۴۲۶ھ "اویس قادری، کراچی: دسمبر ۲۰۰۵ء۔

- مرآۃ الاَسرار، شیخ عبد الرحمن چشتی (۱۰۹۴ھ) ترجمہ و تحقیق: کپتان واحد بخش سیال چشتی، دہلی: ایم آر پرنٹرز، دریا گنج۔

-مرآۃ المناجیح، مفتی احمد یار خان نعیمی (ت ۱۳۹۱ھ) گجرات: نعیمی کتب خانہ۔

-معارف رضا، سید محمد ریاست علی قادری، ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی: ادارہ تحقیقات امام احمد رضا ۱۹۸۶ء۔

-مقالاتِ کاظمی، سیّد احمد سعید کاظمی (ت ۱۴۰۴ھ) ملتان: کاظمی پبلیکیشنز ۲۰۱۳ء، ط ۷۔

-الملفوظ، امام احمد رضا خان (ت ۱۳۴۰ھ) بمبئی: رضا اکیڈمی ۱۴۲۷ھ، ط ۲۔

- نزہۃ القاری شرح صحیح البخاری، مفتی شریف الحق امجدی (ت ۱۴۲۱ھ) کراچی: ضیاء القرآن پبلیکیشنز ۱۹۸۹ء، ط ۱۔

-نوائے وقت، ۱۰ مارچ ۲۰۱۹ء۔

-وکی پیڈیا، آزاد دائرۃ المعارف۔

ادارۂ اہل سنّت کی مطبوعات

عربی کتب

١. كنز الإيمان في ترجمة القرآن: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، مع تفسير خزائن العرفان: لصدر الأفاضل السيّد محمد نعيم الدّين المرادآبادي (ت١٣٦٧هـ) طبعت ثانياً من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٤٢هـ / ٢٠٢٠م.

٢. العطايا النبويّة في الفتاوى الرضوية: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ)، (٢٢ مجلّداً بالأرديّة) محقَّقة، طبعت ١٤٣٨هـ/ ٢٠١٧م.

٣. جدّ الممتار على ردّ المحتار: له (ت١٣٤٠هـ) (سبع مجلّدات) محقَّقة، طبعت من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٤هـ / ٢٠١٣م.

٤. المعتقَد المنتقَد: للعلّامة فضل الرّسول القادري البَدَايُوني (ت١٢٨٩هـ) مع حاشية قيّمة مسمّاة: المعتمَد المستنَد بناء نجاة الأبد: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، طُبع ثانياً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ / ٢٠٢٢م.

٥. الدَّولة المكّية بالمادّة الغَيبيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٦. إنباء الحي أنّ كلامَه المصونَ تبيانٌ لكلِّ شيء (مجلّدان): له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٧. شرح عقود رسم المفتي: للإمام ابن عابدين الشّامي (ت١٢٥٢هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٨. أجلى الإعلام أنّ الفتوى مطلقاً على قول الإمام: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

٩. الفضل الموهبي في معنى إذا صحّ الحديث فهو مذهبي: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت رابعاً من "دار الفتح" الأردن، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

١٠. جليُّ الصَّوْت لنَهي الدَّعْوة أمَامَ موت (بالأرديّة): له، ١٤٢٨هـ/ ٢٠٠٧م.

١١. رادّ القحط والوباء بدعوة الجيران ومُؤاساة الفقراء: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٢. أعجب الإمداد في مكفَّرات حقوق العباد: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٣. صفائح اللُجَين في كون تصافُح بكفَّي اليدَين: له، محقَّقة، مترجمة بالعربيّة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

١٤. الإجازات المتينة لعلماء بكّة والمدينة: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م. نشر إلكتروني أوّلاً ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢٢م.

١٥. الظَفر لقول زُفر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٦. شمائم العنبر في أدب النداء أمام المنبر: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٧. صَيقل الرَّين عن أحكام مجاوَرة الحرمَين: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٨. الجبل الثانوي على كلية التهانوي: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

١٩. كفل الفقيه الفاهِم في أحكام قرطاس الدراهم: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٠. هاديُ الأُضحِية بالشاء الهنديّة: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢١. الصافية الموحية لحكم جلد الأُضحِية: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٢. الكشفُ شافيا حكم فونوجرافيا: له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/٢٠١٨م.

٢٣. الزُّلال الأنقى من بحر سبقة الأتقى (في أفضلية سيّدنا أبي بكر ﵁): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٤. "القول النَّجيح لإحقاق الحقّ الصّريح" مع حاشية "السعي المشكور في إبداء الحقّ المهجور": له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٨م.

٢٥. قَوارع القَهّار على المجسِّمة الفُجّار: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، محقَّقة، طبعت من "دار المقطَّم" القاهرة ١٤٣٢هـ/ ٢٠١١م.

٢٦. أنوار المنّان في توحيد القرآن: له، مترجمة بالأردية، محقَّقة، ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٢٧. الأمن والعُلى لناعتِي المصطفى بدافع البلاء مترجَم بالعربيّة: له، محقَّق، طبع ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٢٨. منير العين في حكم تقبيل الإبهامَين، للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) مترجمة بالعربية، ١٤٤٤هـ / ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٢٩. إقامة القيامة على طاعِن القيام لنبي تهامة (بالأرديّة): للإمام أحمد رضا خانْ ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م.

٣٠. حُسام الحرمَين على منحر الكفر والمَين: له (ت١٣٤٠هـ) محقَّقة، أوّلاً طبعت من "مؤسّسة الرضا"

لاهور ١٤٢٧هـ/ ٢٠٠٦م. وثانياً (نشر إلكتروني) بتحقيق وترتيب جديد ٢٠١٩م.

٣١. فتاوى الحرمَين برَجفِ ندوةِ المَين: للإمام أحمد رضا خانْ (ت١٣٤٠هـ) محقَّق، ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م (نشر إلكتروني).

٣٢. إذاقة الأثام لمانعِي عملِ المَولد والقيام (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ) محقَّقة، طبعت ١٤٢٩هـ/ ٢٠٠٨م.

٣٣. أصول الرَّشاد لقَمع مَباني الفساد (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالأردية): للعلّامة المفتي نقي علي خانْ (ت١٢٩٧هـ)، محقَّقة، ١٤٣٠هـ /٢٠٠٩م. وثانياً (بالعربية) من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات ١٤٣٦هـ / ٢٠١٥م.

٣٤. قواعد أصوليّة لفهم الآيات القرآنيّة والأحاديث النبويّة (ضوابط لمعرفة البدَع والمنكَرات) (بالعربية): للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، محقَّقة، طبعت ثانياً ١٤٤٠هـ /٢٠١٩م. و(بالأردية): له، محقَّقة، طبعت ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٥. مقدّمة الجامع الرّضوي (ضوابط في الحديث الضعيف): لملِك العلماء المحدِّث المفتي ظفر الدّين

البِهاري، محقَّقة، طبعت ثانياً نسخة معدَّلة من "دار الفقيه" أبوظبي الإمارات، ١٤٣٦هـ/ ٢٠١٥م.

٣٦. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالأرديّة)، طبعت ثالثاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٧. تحسين الوصول إلى مصطلح حديث الرّسول ﷺ: له، محقَّقة (بالعربية) طبعت رابعاً ١٤٤٠هـ/ ٢٠١٩م.

٣٨. حياة الإمام أحمد رضا: للدكتور المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، رسالة مختصرة في سيرة الإمام، محقَّقة، طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي ١٤٢٧هـ /٢٠٠٦م.

٣٩. نظم العقائد النَّسَفية، (النّظم العربي): المفتي الشيخ إبراهيم علي الحمدُو العمر الحلَبي، طبع ثانياً ١٤٣٩هـ /٢٠١٨م.

٤٠. نظم العقائد النَّسَفية (النّظم الأردو): للشّيخ محمد سلمان الفريدي المصباحي الهندي، طبع ١٤٣٩هـ /٢٠١٨م.

٤١. متن الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٢. مختصر الآجُروميّة في النحو: ترتيب جديد: د. المفتي محمد أسلم رضا المَيمني، ١٤٤٣هـ/ ٢٠٢١م (نشر إلكتروني).

٤٣. الدعوة إلى الفكر، للشيخ منشا تابِش القصوري، ترجمتها بالعربية: الأستاذ العلّامة محمد عبد الحكيم شرف القادري (ت١٤٢٨ھ) محقَّق، ١٤٤٣ھ / ٢٠٢٢م (نشر إلكتروني).

٤٤. "معارف رضا" المجلّة السَّنَوية العربيّة ١٤٢٩ھ/ ٢٠٠٨م (العدد السّادس) طبعت من "الإدارة لتحقيقات الإمام أحمد رضا" كراتشي.

اردو کتابیں

٤٥. اسلامی عقائد و مسائل (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ثانیاً ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٦. عظمتِ صحابہ واہلِ بیتِ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم (اردو): ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۰ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء۔

٤٧. قائدِ ملّت اسلامیہ علّامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حیات، خدمات اور سیاسی جدوجہد (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء (آن لائن)۔

٤٨. تحقیقاتِ امام علم وفن (اردو): حضرت خواجہ مظفر حسین رضوی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/۲۰۲۱ء، الغنی پبلیشرز ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۱ء۔

٤٩. تعارف حضرت علّامہ مفتی محمد ابوبکر صدیق قادری شاذلی (اردو): مفتی عبد الرشید ہمایوں المدنی، محقَّق، ۱۴۴۲ھ/ ۲۰۲۰ء (آن لائن)۔

٥٠. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۸ء) (اردو) ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۴ء، عدد صفحات: ۳۲۰ (آن لائن)۔

۵۱. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۱۹ء) (اردو) ۱۴۴۵ھ/۲۰۲۳ء، عدد صفحات:۴۶۸ (آن لائن)۔

۵۲. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۰ء) (اردو) (۲ جلدیں)، عدد صفحات: ۹۸۲۔ الغنی پبلیشرز ۱۴۴۳ھ/۲۰۲۲ء۔

۵۳. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۱ء) (اردو) ۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء، (۲ جلدیں)،عدد صفحات:۸۷۲،المکتبۃ النظامیہ پشاور۔

۵۴. تحسینِ خطابت (واعظ الجمعہ ۲۰۲۲ء) (اردو) ۱۴۴۴ھ/۲۰۲۳ء، (۲ جلدیں)،عدد صفحات:۹۶۰ (آن لائن)۔

۵۵. امام احمد رضا ایک فقیہِ مجتہد (اردو) ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن تحسینی، محقّق،۱۴۴۴ھ/۲۰۲۲ء(آن لائن)۔

انگریزی کتابیں

56. 20 FUNDAMENTAL PRINCIPLES TO IDENTIFY SHIRK & BID`AH: By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini

57. Tahsin al-Wusul – By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

58. The Hereafter (On the Muslim belief of life after death), By: Dr. Mufti Muhammad Aslam Raza Memon Tahsini.

عنقریب شائع ہونے والی کتب

١. عقائدوکلام(اردو): للإمام أحمد رضا خانْ (ت ١٣٤٠هـ).

٢. تلخيص الفتاوى الرضوية (اردو): له، (ستّ مجلّدات).